

خودسازی

بن
تذکره تہذیب نفس



تالیف: علامہ اقبال
۱۹۰۸ء

مقدمہ

پیغمبروں کے بعثت کی اہم غرض نفوس کا پاکیزہ کرنا تھا

بزرگ شناسی اور خود سازی

روح انسانی اور نفس حیوانی

انسان ارزش

باطنی زندگی

اپنے آپ کو کیسے بنائیں

قرآن میں قلب

قلب کی صحت و بیماری

قلب روح احادیث میں

قسی القلب

قلب کے طبیب اور معالج

تکمیل اور تہذیب نفس

یہلا حصہ - تخلیہ یا تہذیب نفس

تہذیب نفس

بیماری سے غفلت

نفس کی بیماریوں کے تشخیص کے راستے

علاج کرنے کا عزم

نفس پر غلبہ کرنا

نفس کے ساتھ جہاد

جہاد اکبر

جہاد اور تائید الہی

اپنا طبیب خود انسان

تہذیب نفس کے مراحل

یکدم ترک کرنا

آہستہ آہستہ ترک کرنا

وہ کام جو نفس کے پاک کرنے میں مدد دیتے ہیں

خودبستگی اور خودخواہی تمام مفسد کی جڑ ہے

تمام گناہوں کی جڑ دنیا طلبی ہے

دنیا کیا ہے

دنیا کی حقیقت

اہل آخرت

اہل دنیا

اہل دنیا اور اہل آخرت

تقویٰ ترکیبہ نفس کا اہم عامل ہے

احکام کی غرض تقویٰ ہے

تقویٰ کی تعریف

تقویٰ اور گوشہ نشینی

تقویٰ اور بصیرت

تقویٰ اور مشکلات پر قابو پانا

تقویٰ اور آزادی
تقویٰ اور بیماریوں کا علاج
مقویوں کے اوصاف
نفس پر کنٹرول کرنے اور اسے پاک کرنے کا اہم سبب مراقبت ہوتا ہے
اعمال کا ضبط کرنا اور لکھنا
قیامت میں حساب
قیامت سے پہلے اپنا حساب کر لیں
کس طرح حساب کریں
1 مشارطہ اور عہد لینا
2 مراقبت
3 اعمال کا حساب
توبہ یا نفس کو پاک و صاف کرنا
توبہ کی ضرورت
توبہ کا قبول ہونا
توبہ کیا ہے
جن چیزوں سے توبہ کی جاتی جائے
دوسرا حصہ۔ نفس کی تکمیل اور تربیت
نفس کی تکمیل اور تربیت
خدا سے قرب
قرب خدا کا معنی
کمالات انسان کی بنیاد ایمان ہے
تکامل اور قرب حاصل کرنے کے اسباب
پہلا وسیلہ۔ ذکر خدا
ذکر کا مراد
ذکر کے مراتب
ذکر و لقاء کے آثار اور علائم
خداوند عالم کی اطاعت
خضوع اور عاجزی
خدا کی بندے کی طرف توجہ
خدا کا بندے سے محبت کرنا
اہم اثر
پہنچنے کے راستے
فکر اور دلیل
آیات الہی میں غور کرنا
عبادت
اذکار اور دعائیں
وظائف اور دستور
امیر المومنین علیہ السلام کا حکم
امام جعفر صادق علیہ السلام کا حکم
مرحوم مجلسی کا دستور العمل
ملا آخوند حسین قلی کا دستور العمل
میرزا جواد آقا تبریزی کا دستور العمل

شیخ نجم الدین کا دستور العمل
مواع (رکاوٹیں)
پہلی رکاوٹ
دوسری رکاوٹ
تیسری رکاوٹ
چوتھی رکاوٹ
پانچویں رکاوٹ
چھٹی رکاوٹ
ساتویں رکاوٹ
دوسرا وسیلہ فضائل اور مکارم اخلاق کی تربیت
تیسرا وسیلہ عمل صالح
اخلاص
کچھ نیک اعمال
اول واجب نمازیں
نماز میں حضور قلب
حضور قلب کے مراتب
حضور قلب اور توجہ کے اسباب
دوم نوافل
سوم تہجد کی نماز
نماز شب کی کیفیت
چوتھا وسیلہ جہاد اور شہادت
پانچواں وسیلہ خدمت خلق اور احسان
چھٹا وسیلہ دعا
ساتواں وسیلہ روزہ
اپنے آپ کو سوارنے میں روزے کا کردار
حواشی-1 حواشی-2

امینی، ابراہیم، 1304 -
خودسازی یا تزکیہ و تہذیب نفس / ابراہیم امینی۔ - قم: شفق، 1378.
320 ص۔
کتابنامہ: بہ صورت زیر نویس
شابک: 964-485-020-0
1. خودسازی در اسلام 2. اخلاق اسلامی الف. عنوان ب. عنوان: تزکیہ و تہذیب نفس
9خ85الف / BP 250

63/297
انتشارات شفق
قم-خیابان شهداء

خودسازي

ابراهيم اميني

ناشر: انتشارات شفق

نوٲٲ چاپ: دهم 1380

تيراژ: 4000

چاپ: قدس

شابك: 964-485-020-0

ISBN: 964-485-020-0

12

تقديم

اس ناچيز تحرير كو جهاد اور شهادت كے راه پيماؤں اور عرفاء كے جنہوں نے سو سالہ راستے كو ايڪ شب ميں طے كيا ہے اور محبوب كے عشق ميں ايڪ لحظہ جلے ہيں اور بلند مقام (جو اپنے رب سے رزق حاصل كرتے ہيں) تك صعود كيا ہے كى خدمت ميں اس اميد پر تقديم كرتا ہوں كہ وہ ايڪ نگاہ لطف ہماری طرف بھي مبذول كريں۔

مؤلف

اس كتاب كا ترجمہ اس اميد ميں كر رہا ہوں كہ يہ ميرے لئے صدقہ جاريہ قرار پاتے ہوئے پڑھنے والے اس پر عمل كر كے اس حقير كے لئے دعاء مغفرت كريں اور دعا كريں ميں ا انجام محبت آل محمد(ص) پر قرار پائے اور خداوند عالم مجھے مرنے كے بعد اپنى جوار رحمت ميں قرار دے۔ آمين

مترجم

13

مقدمہ

الحمد لله رب العالمين و الصلوة و السلام على اشرف الانبياء و المرسلين حبيب الہ العالمين ابى القاسم محمد صلى الله عليه و آله وسلم الذى بعثه رحمة للعالمين ليزكيهم و يعلمهم الكتاب و الحكمة و السلام على عترته و ابل بيته الطيبين الطاهرين۔
خدایا ہمیں انسانیت كے سيدھے راستے اور كمال مدارج كے طے كرنے كى ہدایت فرما اور ہمارے تاريك دلوں كو معرفت اور يقين كے نور سے روشن كر۔ خود پسندی، خودبيني خواہشات و تمينات نفسانى كے پردوں كو ہمارے دلوں سے ہٹا دے اور ہماری باطنی آنكھو كے مثال جمال كے ديكھنے كى بينائى عطا كر دے۔ اور ہمیں اپنے آپ كو سنوار نے اور روح كو پاڪ و پاكيڑہ كرنے كے راستوں كى طرف مدد فرما۔ اپنے غير كى طرف توجہ اور محبت كو ہمارے دلوں سے نكال دے اور غفلت كے پردوں كو ہمارے دلوں سے دور كر دے اور اپنى محبت اور انس كے شفاف چشم سے سيراب فرما۔ تاكہ ہم اپنى طرف متوجہ ہوں اور باقى ماندہ گرانقدر عمر كو گذرى ہوئى زندگى كى طرح سستی اور غفلت ميں بسر نہ كر ديں۔

اس ناچیز بندہ جو خواہشات اور تمینات نفسانی میں گرفتار اور حیران و پریشان اور مقامات معنوی اور درجات کمال سے بے خبر اور مراتب سیر و سلوک سے ناواقف ہے اس کا ارادہ کیا ہے کہ خود سازی تہذیب اور تزکیہ نفس کی بحث کے میدان میں وارد ہو اور قرآنی آیات اور پیغمبر اکرم اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کے فرامین اور تزکیہ اور

14

تہذیب نفس اور سیر اور سلوک الی اللہ کے قواعد کلیہ سے استفادہ کر کے پڑھنے والوں اور طالبین راہ معرفت کی خدمت میں پیش کرے اس امید پر کہ شاید سالکین راہ ہدایت کے لئے مددگار ثابت ہو اور خداوند عالم اس حقیر اور محروم پر احسان کرے اور میرا ہاتھ پکڑ کر نادانی خودخواہی غفلت کی تاریکیوں سے خارج کر دے اور ذکر و انس و محبت و بقاء کی وادی کی طرف رہنمائی فرمائے شاید باقی ماندہ عمر میں اگر ہو بعض گذرے ہوئے نقصانات کا جبران کر سکوں۔ احب الصالحین و لست منہم نیکوں کو دوست رکھتا ہوں گرچہ ان میں سے نہیں ہوں۔

اہم نقطہ

اس بحث میں وارد ہونے سے پہلے ایک مہم مطلب کا تذکرہ ضروری ہے اور وہ یہ کہ خودسازی (اپنے آپ کو سدھارنا) اور تزکیہ نفس کا لازمہ یہ نہیں ہے کہ انسان گوشہ نشین اور دنیاوی مشاغل کو ترک کر دے اور اجتماعی اور معاشرتی ذمہ داریوں اور عہدوں سے دست بردار ہو جائے بلکہ خود اس کتاب کے مباحث میں واضح ہو جائیگا کہ گوشہ نشینی اور فردی اور اجتماعی ذمہ داریوں کو قبول نہ کرنا خودسازی اور تکمیل و تہذیب نفس کے منافی ہے۔ اسلام مسلمانوں سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ باوجودیکہ عام لوگوں میں زندگی بسر کریں اور فردی اور اجتماعی وظائف انجام دیں اپنے آپ سے غافل نہ ہوں اور خودسازی اور تہذیب نفس کی تربیت کو اہمیت دین اور اسے مورد عنایت قرار دیں۔

مؤلف

خودسازی
یعنی
تزکیہ و تہذیب نفس

15

پیغمبروں کے بعثت کی اہم غرض نفوس کا پاکیزہ کرنا تھا

پیغمبروں کا سب سے بڑا ہدف اور غرض انسانی نفوس کی پرورش کرنا اور نفوس انسانی کو پاک و پاکیزہ بنانا تھا۔ خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ "خداوند عالم نے مومنین پر احسان کیا ہے کہ ان سے ایک رسول ان کے درمیان بھیجا ہے تا کہ وہ ان کے لئے قرآنی آیات کی تلاوت کرے اور ان کے نفوس کو پاک و پاکیزہ بنائے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے گرچہ وہ اس سے پہلے ایک کھلی ہوئی گمراہی میں غرق تھے۔ (1) تعلیم و تربیت کا موضوع اس قدر مہم تھا کہ پیغمبروں کے بھیجنے کی غرض قرار پایا اور خداوند عالم نے اس بارے میں اپنے بندوں پر احسان کیا۔ انسان کی فردی اور اجتماعی شخصیت کی سعادت اور دنیوی اور اخروی شقاوت اس موضوع سے وابستہ ہے کہ کس طرح انسان نے اپنے آپ بنایا ہے اور بنائے گا۔ اسی وجہ سے انسان کا اپنے آپ کو بنانا ایک زندگی ساز سرنوشت ساز کام شمار ہوتا ہے۔ پیغمبر (ص) آئے ہیں تا کہ خودسازی اور نفوس انسانی کی پرورش اور تکمیل کا راستہ بتلائیں اور مہم اور سرنوشت ساز کام کی

16

رہنمائی اور مدد فرمائیں پیغمبر آئے ہیں تا کہ نفوس انسانی کو رذائل اور برے اخلاق اور حیوانی صفات سے پاک اور صاف کریں اور اچھے اخلاق اور فضائل کی پرورش کریں۔ پیغمبر علیہم السلام آئے ہیں تا کہ انسانوں کو خودسازی کا درس دیں اور برے اخلاق کی شناخت اور ان پر کنٹرول اور خواہشات نفسانی کو قابو میں رکھنے کی مدد فرمائیں اور ڈرانے اور دھمکانے سے ان کے نفوس کو برائیوں اور ناپاکیوں سے پاک و صاف کریں۔ وہ آئے ہیں تا کہ فضائل اور اچھے اخلاق کے پودے کو انسانی نفوس میں پرورش دیں اور بار آور بنائیں اور اپنی رہنمائی اور تشویق اور ترغیب سے ان کے مددگار بنیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ " میں تمہیں اچھے اخلاق کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ خداوند عالم نے مجھے اسی غرض کے لئے بھیجا ہے۔ (2)

نیز پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " میں اسلئے بھیجا گیا ہوں تا کہ اچھے اخلاق کو نفوس انسانی میں مکمل کروں۔ (3)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " خداوند عالم نے پیغمبروں کو اچھے اخلاق کے لئے منتخب کیا ہے جو شخص بھی اپنے آپ میں اچھے اخلاق موجود پائے تو خداوند عالم کا اس نعمت پر شکر یہ ادا کرے اور جو شخص اپنے آپ میں اچھے اخلاق سے محروم ہو اسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تضرع اور زاری کرنی چاہئے اور اللہ تعالیٰ سے اچھے اخلاق کو طلب کرنا چاہئے۔ (4)

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " اگر بالغرض میں بہشت کی امید نہ رکھتا ہوتا اور دوزخ کی آگ سے نہ ڈرتا ہوتا اور ثواب اور عقاب کا عقیدہ بھی نہ رکھتا ہوتا تب بھی یہ امر لائق تھا کہ میں اچھے اخلاق کی جستجو کروں کیونکہ اچھے اخلاق کامیابی اور سعادت کا راستہ ہے۔ (5)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " ایمان کے لحاظ سے کاملترین مومنین وہ

17

ہیں کہ جن کے اخلاق بہتر ہوں۔ " رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ " قیامت کے دن نامہ اعمال میں کوئی چیز حسن خلق سے افضل نہیں رکھی جائیگی۔ (6)

ایک آدمی رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ دین کیا ہے؟ آپ(ص) نے فرمایا "حسن خلق" وہ آدمی اٹھا اور آپ(ص) کے دائیں جانب آیا اور عرض کی کہ دین کیا ہے؟ آپ(ص) نے فرمایا "حسن خلق" یعنی اچھا اخلاق۔ پھر وہ گیا اور آپ کے بائیں جانب پلٹ آیا اور عرض کی کہ دین کیا ہے؟ آپ(ص) نے اس کی طرف نگاہ کی اور فرمایا کیا تو نہیں سمجھتا؟ کہ دین یہ ہے کہ تو غصہ نہ کرے۔ (7)

اسلام کو اخلاق کے بارے میں خاص توجہ ہے اسی لئے قرآن مجید میں اخلاق کے بارے میں احکام کی نسبت زیادہ آیات قرآنی وارد ہوئی ہیں یہاں تک کہ قرآن کے قصوں میں بھی غرض اخلاقی موجود ہے۔ تمہیں احادیث میں اخلاق کے بارے ہزاروں حدیثیں ملیں گی اگر دوسرے موضوعات سے زیادہ حدیثیں نہ ہوں تو ان سے کمتر بھی نہیں ہیں۔ اخلاق کے بارے میں ثواب اور خوشخبریاں جو ذکر ہوئی ہیں دوسرے اعمال کے ثواب سے کمتر نہیں ہیں۔ اور برے اخلاق سے ڈرانا اور سزا جو بیان ہوئی ہے وہ دوسرے اعمال سے کمتر نہیں ہیں۔ اسی لئے اسلام کی بنیاد اخلاقیات پر تشکیل پاتی ہے۔ مناسب نہیں کہ اسے دین کے احکام میں دوسرا درجہ دیا جائے اور دینداروں کے لئے آرائشے اور خوبصورتی کا درجہ دیا جائے اگر احکام میں امر اور نہی ہیں تو اخلاق میں بھی امر اور نہی موجود ہیں اور اگر احکام میں تشویق اور تخویف ثواب اور عقاب اور جزاء اور سزا موجود ہے تو اخلاق میں بھی یہی امور موجود ہیں۔

پس احکام شرعی اور اخلاق میں کونسا فرق موجود ہے؟ اگر ہم سعادت اور کمال کے طالب ہیں تو اخلاقیات سے لاپرواہی نہیں برت سکتے ہم اخلاقی واجبات کو اس بہانے سے کہ یہ اخلاقی واجبات ہیں ترک کر دیں اور اخلاقی محرمات کو اس بنا پر کہ یہ اخلاقی محرمات ہیں بجالاتے رہیں۔ اگر نماز واجب ہے اور اس کا ترک کرنا حرام اور موجب

18

سزا ہے تو عہد کا ایفا بھی واجب ہے اور خلاف وعدہ حرام ہے اور اس پر بھی سزا ہوگی پس ان دونوں میں کیا فرق ہے؟ واقعی متدین اور سعادت مند وہ انسان ہے کہ جو احکام شرعیہ اور تکالیف الہی کا پابند ہو اور اخلاقیات کا بھی پابند ہو بلکہ

سعادت اور کمال معنوی اور نفسانی میں اخلاقیات بہت زیادہ اہمیت رکھتے ہیں جیسے کہ بعد میں ذکر کریں گے۔

بزرگ شناسی و خودسازی

گرچہ انسان ایک حقیقت ہے لیکن یہ مختلف جہات اور اوصاف رکھتا ہے۔ انسان کے وجود کا ایک مٹی کے جوہر سے جو ہے شعور ہے آغاز ہوا ہے اور پھر یہ جوہر مجرد ملکوتی تک جا پہنچتا ہے خداوند عالم قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ "خداوند وہ ہے کہ جس نے ہر چیز کو اچھا پیدا کیا ہے اور انسان کو مٹی سے بنایا ہے اور اس کی نسل کو بے وقعت پانی یعنی نطفہ سے قرار دیا ہے پھر اس نطفہ کو اچھا اور معتدل بنایا ہے اور پھر اس میں اپنی طرف منسوب روح کو قرار دیا ہے اور تمہارے لئے کان، آنکھ اور دل بنایا ہے اس کے باوجود تم پھر بھی بہت کم اس کا شکر یہ ادا کرتے ہو۔ (8)

انسان مختلف مراتب اور جہات رکھتا ہے ایک طرف تو وہ ایک جسم طبعی ہے اور اس جسم طبعی کے آثار رکھتا ہے دوسری طرف وہ جسم نامی ہے کہ وہ اس کے آثار بھی رکھتا ہے اور دوسرے لحاظ سے وہ ایک حیوان ہے اور وہ حیوان کے آثار بھی رکھتا ہے لیکن بالآخر وہ ایک انسان ہے اور وہ انسانیت کے آثار بھی رکھتا ہے جو حیوانات میں موجود نہیں ہیں۔

لہذا انسان ایک حقیقت ہے لیکن یہ حقیقت وجود کے لحاظ سے مختلف مراتب اور درجات کی حامل ہے۔ جب یہ کہتا ہے کہ میرا وزن اور میری شکل و صورت تو وہ

19

اپنے جسم نامی ہونے کی خبر دے رہا ہوتا ہے اور جب وہ کہتا ہے کہ میری شکل و صورت تو وہ اپنے جسم نامی ہونے کی حکایت کر رہا ہوتا ہے اور جب وہ کہتا ہے کہ میرا چلنا اور شہوت اور غضب تو وہ اپنے حیوانی درجہ کی خبر دے رہا ہوتا ہے اور جب وہ کہتا ہے کہ میرا سوچنا اور عقل اور فکر تو وہ اپنے انسان اعلیٰ درجہ کا پتہ دے رہا ہوتا ہے پس انسان کی میں اور خود مختلف موجود ہیں۔ ایک جسمانی میں اور ایک میں نباتی اور ایک میں حیوانی اور ایک میں انسانی لیکن ان میں سے انسانی میں پر ارزش اور اصالت رکھتی ہے وہ چیز کہ جس نے انسان کو انسان بنایا ہے اور تمام حیوانات پر برتری دی ہے وہ اس کی روح مجرد ملکوتی اور نفعہ الہی ہے۔

خداوند عالم انسان کی خلقت کو اس طرح بیان فرماتا ہے کہ ہم نے انسان کو مٹی سے خلق کیا ہے پھر اسے نطفہ قرار دیا ہے اور اسے ایک مضبوط جگہ رحم مادر میں قرار دیا ہے اور پھر نطفہ کو علقہ لو تھڑا اور پھر علقہ کو نرم گوشت بنایا ہے اور پھر نرم گوشت کو ہڈیاں بنایا ہے پھر ان ہڈیوں پر گوشت سے ڈھانپا ہے۔ پر اس میں روح مجرد ملکوتی کو پھونکا ہے جس سے اسے ایک نئی مخلوق بنایا ہے۔ شاباش اس کامل قادر پر جو بہترین خلق کرنے والا ہے۔

انسان کی خلقت کے بارے خدائے دانا فرماتا ہے۔ تبارک الله احسن الخالقين اسی ملکوتی روح کی وجہ سے انسان کایک ایسے مقام تک پہنچ جاتا ہے کہ خداوند عالم کی طرف سے فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ "میں نے آدم (ع) کو پیدا کیا ہے اور اس روح کو جو میری طرف نسبت رکھتی ہے اس میں پھونکا ہے لہذا تم سب اس کی طرف سجدہ کرو۔ (9)

اگر انسان تعظیم کا مورد قرار پایا ہے اور خدا نے اس کے بارے میں فرمایا ہے کہ ہم نے اولاد آدم کو محترم قرار دیا ہے اور انہیں خشکی اور سمندر میں سوار کیا ہے اور ہر قسم کی پاکیزہ اور لذیذ غذا اس کی روزی قرار دی ہے اور اپنی بہت سی مخلوق پر اسے

20

برتری دے ہے (10) تو یہ سب اسی روح ملکوتی کے واسطے سے ہے لہذا انسان اگر خود سازی یعنی اپنے آپ کو سنوارنا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ اپنی انسانی میں کو سنوارے اور تربیت دے نہ وہ اپنی حیوانی میں یا جسمانی میں کی پرورش کرے پیغمبروں کی غرض بعثت بھی یہی تھی کہ انسان کو خودسازی اور جنبہ انسانی کی پرورش میں اس کی مدد کریں اور اسے طاقت فراہم کریں۔ پیغمبر (ص) انسانوں سے فرمایا کرتے تھے کہ تم اپنے انسانی میں کو فراموش نہ کرو اور اگر تم نے اپنے انسانی خود اور میں کو خواہشات حیوانی پر قربانی کر دیا تو بہت بڑا نقصان تمہارے حصہ اور نصیب میں آجائیکا۔

خدا قرآن مجید میں فرماتا ہے "اے پیغمبر۔ ان سے کہہ دے کہ نقصان میں وہ اشخاص ہیں جو اپنے نفس انسانی اور اپنے اہل خانہ کے نفوس کو قیامت کے دن نقصان میں قرار دیں اور یہ بہت واضح اور کھلا ہوا نقصان ہے۔ (11)

جو لوگ حیوانی زندگی کے علاوہ کسی دوسرے چیز کی سوچ نہیں کرتے در حقیقت وہی لوگ ہیں جنہوں نے انسانی شخصیت کو کھو دیا ہوا ہے کہ جس کی تلاش میں وہ کوشش نہیں کرتے۔ (12)

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "میں اس شخص سے تعجب کرتا ہوں کہ ایک گم کی ہوئی چیز کی تلاش تو کرتا ہے جب کہ اس نے اپنے انسانی روح کو گم کیا ہوا ہے اور اس کے پیدا کرنے کے درپے نہیں ہوتا۔" اس سے بدتر اور دردناک تر کوئی نقصان نہیں ہے کہ انسان اس دنیا میں اپنی انسانی اور واقعی اور حقیقی شخصیت کو کھو بیٹھے ایسے شخص کے لئے سوائے حیوانیت کے اور کچھ باقی نہیں رہے گا۔

روح انسانی اور نفس حیوانی
جو روایات اور آیات روح اور نفس انسانی کی بارے میں وارد ہوئی ہیں وہ دو

21

قسم پر ہیں ایک قسم نفس انسانی کو ایک در ہے بہا اور شریف ملکوتی کہ جو عالم ربوبی سے آیا ہے اور فضائل اور کمالات انسانی کامنشا ہے بیان کرتی ہیں اور انسان کو تاکید کرتی ہیں کہ ایسے کمالات اور جواہر کی حفاظت اور نگاہ داری اور تربیت اور پرورش میں کوشش کرے اور ہوشیار رہے کہ ایسے ہے بہا در کو ہاتھ سے نہ جانے دے کہ اس سے اسے بہت زیادہ نقصان اٹھانا پڑے گا۔ نمونے کے طور پر قرآن مجید میں آیا ہے کہ "اے محمد (ص) آپ سے روح کی حقیقت کا سوال کرتے ہیں ان کے جواب میں کہہ دے کہ یہ پروردگار کے عالم سے ہے اور وہ علم جو تمہیں دیا گیا ہے وہ بہت ہی تھوڑا ہے۔ (13)

اس آیت میں روح کو ایک موجود عالم امر سے جو عالم مادہ سے بالاتر ہے قرار دیا ہے۔
امیر المومنین علیہ السلام نے روح کے بارے میں فرمایا ہے کہ "روح ایک در ہے بہا ہے جس نے اس کی حفاظت کی اسے وہ اعلیٰ مرتبہ تک پہنچائیگا اور جس نے اس کی حفاظت میں کوتاہی کی یہ اسے پستی کی طرف جائیگا۔ (14)

آپ نے فرمایا ہے کہ "جس شخص نے اپنی روح کی قدر پہچانی وہ اسے پست اور فانی کاموں کے بجلانے کی طرف نہیں لے جائی گی۔ (15)

آپ نے فرمایا "جس شخص نے روح کی شرافت کو پالیا وہ اسے پست خواہشات اور باطل تمینات سے حفاظت کر دے گی۔ (16)

"روح جتنی شریف ہوگی اس میں اتنی زیادہ مہربانی ہوگی۔ (17)

آپ نے فرمایا کہ "جس کا نفس شریف ہوگا وہ اسے سوال کرنے کی خواری سے پاک کر دے گا۔ (18)

اس قسم کی آیات اور روایات کے بہت زیادہ نمونے موجود ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ نفس انسانی ایک بیش بہا قیمتی در ہے کہ جس کی حفاظت و نگاہ داری اور تربیت کرنے میں کوشش کرنی چاہئے۔
دوسری قسم کی روایات وہ ہیں کہ جس میں نفس انسانی کو ایک انسان کا سخت دشمن

22

تمام برائیوں کا مبدا بتلایا گیا ہے لہذا اس سے جنگ کی جائے اور اسے سرکوب کیا جائے ورنہ وہ انسان کے لئے بدبختی اور شقاوت کے اسباب مہیا کر دے گا۔ نمونے کے طور پر جیسے قرآن مجید میں آیا ہے کہ "جو شخص مقام رب سے ڈرتا ہو اور اپنے نفس کو خواہشات پر قابو پاتا ہو اس کی جگہ جنت ہے۔ (19)

قرآن مجید حضرت یوسف علیہ السلام سے نقل کرتا ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ "میں اپنے نفس کو بری قرار نہیں دیتا کیونکہ وہ ہمیشہ برائیوں کی دعوت دیتا ہے مگر جب خدا رحم کرے۔ (20)

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے کہ "تیرا سب سے بدترین دشمن وہ نفس ہے جو تیرے دو پہلو میں موجود ہے۔ (21)

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "نفس ہمیشہ برائی کا حکم دیتا ہے جو شخص اسے امین قرار دے گا وہ اس سے خیانت کرے گا جس نے اس پر اعتماد کیا وہ اسے ہلاکت کی طرف لے جائیگا، جو شخص اس سے راضی ہوگا وہ اسے بدترین موارد میں وارد کر دے گا۔ (22)

نیز آپ نے فرمایا "نفس پر اطمینان کرنا شیطان کے لئے بہترین اور مضبوط موقعہ ہوا کرتا ہے۔ (23)

امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "اے پروردگار کہ میں آپ سے نفس کی شکایت کرتا جو ہمیشہ برائی کی دعوت دیتا ہے اور گناہ اور خطا کی طرف جلدی کرتا ہے اور برائی سے علاقمند ہے اور وہ اپنے آپ کو تیرے غضب کا مورد قرار دیتا ہے اور مجھے ہلاکت کے راستوں کی طرف کھیلتا ہے" (24)

اس قسم کی آیات اور روایات بہت زیادہ ہیں کہ جن سے مستفاد ہوتا ہے کہ نفس ایک ایسا موجود ہے جو شریر اور برائیوں کا سرچشمہ ہے لہذا چاہئے کہ جہاد کر کے اس کی کوشش کو سرکوب کیا جائے۔

23

ممکن ہے کہ بعض لوگ تصور کریں کہ ان دو قسم کی آیات اور روایات میں تعارض اور تزام واقع ہے یا خیال کریں کہ انسان میں دو نفس اور روح ہیں کہ ایک اچھائیوں کا منبع ہے اور دوسرا نفس حیوانی ہے جو برائیوں کا سرچشمہ ہے لیکن یہ دونوں تصور اور خیال غلط ہیں۔ پہلے تو ان دو قسم میں تعارض ہی موجود نہیں ہے دوسرے علوم میں ثابت ہو چکا ہے کہ انسان کی ایک حقیقت ہے اور ایک روح ہے اور اس طرح نہیں ہے کہ انسانیت اور حیوانیت انسان میں ایک دوسرے سے جدا اور علیحدہ ہوں۔

بلکہ نفس انسانی میں دو مرتبے اور دو وجودی حیثیت ہیں نیچے اور پست مرتبے میں وہ ایک حیوان ہے کہ جس میں حیوان کے تمام آثار اور خواص موجود ہیں اور ایک اعلیٰ مرتبہ ہے کہ جس میں وہ ایک انسان ہے اور وہ نفع الہی اور عالم ملکوت سے آیا ہے۔

جب یہ کہا گیا ہے کہ نفس شریف اور قیمتی اور اچھائیوں کا مبدا ہے اس کے بڑھانے اور پرورش اور تربیت میں کوشش کرنی چاہئے یہ اس کے اعلیٰ مرتبے کی طرف اشارہ ہے اور جب یہ کہا گیا ہے کہ نفس تیرا دشمن ہے اس پر اعتماد نہ کرو تجھے ہلاکت میں ڈال دے گا اور اسے جہاد اور کوشش کر کے قابو میں رکھ یہ اس کے پست مرتبے کی طرف اشارہ ہے یعنی اس کی حیوانیت کو بتلایا گیا ہے۔ جب کہا جاتا ہے کہ نفس کی تربیت اور پرورش کر اس سے مراد انسانی مرتبہ ہوتا ہے اور جب کہا جاتا ہے کہ اس کو سرکوب اور مغلوب کر دے تو اس سے مقصود اس کا پست حیوانی مرتبہ ہوتا ہے۔ ان دو مرتبوں اور دو حیثیتوں اور دو وجودوں میں ہمیشہ کشمکش اور جنگ رہتی ہے۔ حیوانی مرتبہ کی ہمیشہ کوشش رہتی ہے کہ اپنی خواہشات اور تمینات کو پورا کرنے میں لگا رہے اور قرب الہی اور ترقی اور تکامل سے نفس انسانی کو روکے رکھے اور اسے اپنا غلام بنائے رکھے اس کے برعکس نفس انسانی اور مرتبہ عالی وجود انسانی ہمیشہ کوشش میں رہتا ہے کہ کمالات انسانی کے اعلیٰ مراتب طے کرے اور قرب الہی کی مقام پر فائز

24

ہو جائے اس مقام تک پہنچنے کے لئے وہ خواہشات اور تمایلات حیوانی کو قابو میں کرتا ہے اور اسے اپنا نوکر اور غلام بنا لیا ہے اس کشمکش اور جنگ میں ان دو سے کون دوسرے پر غلبہ حاصل کرتا ہے اگر روح انسان اور ملکوتی نے غلبہ حاصل کر لیا تو پھر انسانی اقدار زندہ ہو جائیں گی اور انسان قرب الہی کے بلند مرتبے اور قرب الہی تک سیر و سلوک کر تا جائیگا اور اگر روح حیوانی اور حیثیت بہیمی نے غلبہ حاصل کر لیا تو پھر عقل کا چراغ بجھ جائیگا اور وہ اسے گمراہی اور ضلالت کی وادی میں دھکیل دے گا اسی لئے پیغمبر آئے ہیں کہ انسان کو اس مقدس جہاد اور جنگ میں حتمی اور یقینی مدد میں۔

خودسازی

یعنی

تزکیہ و تہذیب نفس

انسانی ارزش

انسان کی دو حیثیتیں اور دو وجود ہیں ایک وجود انسانی اور ایک وجود حیوانی۔ انسان کی قدر اور قیمت انسانی وجود سے ہے اور حیوانی وجود سے نہیں ہے۔ حیوانی وجود تو اس کا طفیلی ہے اور در حقیقت وہ کچھ بھی نہیں ہے۔ گرچہ انسان

حیوان تو ہے ہی اور اسے حیوانی وجود کے لئے اس کے لوازم زندگی حاصل کرنے کو اہمیت دینی بھی چاہئے۔ لیکن انسان اس دنیا میں اس لئے نہیں آیا کہ وہ حیوانی زندگی بسر کرے بلکہ انسان اس جہان میں اسلئے آیا ہے کہ وہ اپنی حیوانی زندگی سے انسان زندگی کی تکمیل کرے اور اس حیوانی زندگی سے انسان زندگی کا فائدہ حاصل کرے انسان دونوں انسانی حیوانی زندگی میں کئی ایک چیزوں کا محتاج ہوتا ہے کہ جن کے تقاضے خود اس کے وجود میں رکھ دیئے گئے ہیں۔ اس لحاظ سے کہ وہ ایک حیوان ہے اور نامی ہے پانی غذا مکان لباس ہوا محتاج ہے تا کہ وہ زندہ رہے پانی اور غذا کا محتاج اور اس لحاظ سے کہ ان کو پورا کرے اسے تلاش اور کوشش کرنی ہوتی ہے۔ بھوک پیاس لذت پانی اور غذا کی طلب یہ اس کے وجود میں رکھ دی گئی ہوئی ہیں اور اس لحاظ سے کہ نسل انسانی باقی رہے جنسی غریزہ اور بیوی کی طرف میلان اس کے وجود میں رکھ دیا گیا ہے۔ انسان

25

اپنے باقی رہنے کا علاقمند ہوتا ہے زندگی کے باقی رکھنے میں حیوانی زندگی اور اس کے آثار کا پابند ہے جب غذا کو دیکھتا ہے اور بھوک کا احساس کرتا ہے تو غذا کھانے کی طرف میلان پیدا کرتا ہے اور اپنے آثار سے کہتا ہے کہ مجھے غذا حاصل کرنی چاہئے اور اسے کھانا چاہئے اور اس کے حاصل کرنے میں کوئی مانع آئے آ رہا ہو تو اس سے مقابلہ کرتا ہے۔ یقیناً ایسا احساس پر انہیں ہے کیونکہ اپنی زندگی کے دوام کے لئے انسان کو کام کرنا چاہئے تا کہ کھائے اور پیئے۔ اسلام میں نہ صرف اس سے روکا نہیں گیا بلکہ اس کی سفارش بھی کی گئی ہے۔ لیکن اس مطلب کو بھی جاننا چاہئے کہ حیوانی زندگی اخروی زندگی کا مقابلہ اور تمہید ہے یہ خود انسان کی خلقت کی غرض نہیں ہے بلکہ یہ طفیلی ہے اصل نہیں ہے۔ اگر کسی نے حیوانی زندگی کو ہی اصل اور ہدف قرار دے دیا اور دن رات خواہشات و تمینات حیوانی زندگی میں لگا رہا اور اس کی کوشش اور تلاش کرتا رہا اور اپنی زندگی کا ہدف خورد و نوش پہننا اور آرام کرنا اور شہوت رانی اور غرائز حیوانی کا پورا کرنا قرار دے دیا تو وہ ضلالت اور گمراہی میں ہی جا پڑے گا۔ کیونکہ اس نے ملکوتی روح اور عقل انسانی کو حاکمیت سے دور کر کے فراموشی کے خانے میں ڈال دیا ہے ایسے شخص کو انسان شمار نہیں کرنا چاہئے بلکہ وہ ایک حیوان ہے جو انسان کی شکل و صورت میں ہے۔ اس کے پاس عقل ہے لیکن وہ ایسی دور ہوئی ہے کہ جس سے انسانی کمالات اور فضائل کو نہیں پہچان رہا وہ کان اور آنکھ رکھتا ہے لیکن حقایق اور واقعات کو نہیں سنتا اور نہیں دیکھتا۔ قرآن ایسے انسان کو حیوان بلکہ اس سے بھی گمراہ تر جانتا ہے کیونکہ حیوان تو عقل ہی نہیں رکھتا لیکن ایسا شخص عقل رکھتا ہے اور نہیں سمجھتا۔

قرآن مجید میں ہے کہ " اے پیغمبر اگر تیری دعوت کو قبول نہیں کرتے تو سمجھ لے کہ یہ لوگ اپنی خواہشات نفس کی پیروی کرتے ہیں اور کونسا شخص اس سے گمراہ تر ہے جو اللہ کی ہدایت کو چھوڑ کر خواہشات نفس کی پیروی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو بھی ہدایت نہیں کرے گا۔ (25) قرآن مجید فرماتا ہے۔ کہ "ہم نے بہت سے جنات اور انسان جہنم کے لئے پیدا کئے ہیں کہ وہ اپنے سوء اختیار سے جہنم میں جائیں گے۔"

26

اس واسطے کہ ان کے پاس دل تو ہو لیکن اس سے سمجھتے نہیں۔ آنکھیں رکھتے ہیں لیکن ان سے دیکھتے نہیں۔ کان رکھتے ہیں لیکن ان سے سنتے نہیں یہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گمراہ ترین یہ غافل ہیں۔ (26) خداوند عالم فرماتا ہے کہ " وہ شخص کہ جس نے خواہشات نفس کو اپنا خدا بنا رکھا ہے باوجودیکہ وہ عالم ہے لیکن خدا نے اسے گمراہ کر رکھا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگادی ہے اور اس کی آنکھوں پر پردے ڈال دیئے ہیں آپ نے دیکھا؟ کہ سوائے خدا کے اسے کون ہدایت کرے گا؟ وہ کیوں نصیحت حاصل نہیں کرتا۔ (27) کون سا شخص اس سے بدبخت تر ہے جو ملکوتی نفس اور اپنی انسانی سعادت اور کمالات کو خواہشات نفس اور حیوانی زندگی پر قربان کر دیتا ہے؟ اور نفس انسانی کو حیوانی لذات کے مقابلے فروخت کر دیتا ہے؟ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "کہ خسارت میں وہ شخص ہے جو دنیا میں مشغول ہے اور اخروی زندگی کو اپنے ہاتھ سے چھوڑ رہا ہے۔ (28)

آپ نے فرمایا " اپنے نفس کو پست کاموں سے روکے رکھ گرجہ تجھے ان امور کی طرف رغبت ہی کیوں نہ ہو اس لئے کہ جتنا تو اپنے نفس کو اس میں مشغول رکھتا ہے اس کا تجھے کوئی عوض حاصل نہ ہوگا۔ اپنے آپ کو دوسروں کا غلام نہ بنا جب کہ خدا نے تجھے آزاد خلق کیا ہے۔ وہ خیر جو شر کے وسیلے سے حاصل ہو وہ

خیر نہیں ہے اور گشایش حاصل نہیں ہوتی مگر سختی کے ذریعے سے (29)۔
 آپ نے فرمایا " وہ بری تجارت ہے کہ جس میں تو اپنے نفس کو اس کی قیمت قرار دے اور جو تیرا ثواب اور اجر اللہ کے
 ہاں موجود ہے اسے اس تجارت کا عوض قرار دے دے۔ (30)
 انسان فقط حیوانی وجود کا خلاصہ نہیں ہے بلکہ وہ ایک انسانی وجود بھی رکھتا ہے اسی حیثیت سے وہ جوہر مجرد اور
 ملکوتی موجود ہے جو عالم قدس سے آیا ہے اور حیوانی

27

خواہشات کے علاوہ بھی ارزش رکھتا ہے۔ اگر انسان اپنی باطنی ذات اور ملکوتی روح میں فکر کرے اور اپنے آپ کو
 خوب پہچانے اور مشاہدہ کرے کہ وہ عالم قدرت و کرامت علم و رحمت وجود نور و احسان خیر و عدالت خلاصہ عالم کمال
 سے آیا ہے اور اسی عالم سے سنخیت اور مناسب رکھتا ہے۔ تو اس وقت انسان ایک اور دید سے ایک اور عالم کو دیکھے گا
 اور کمال مطلق کو نگاہ کرے گا اور اسی عالم کی صفات سے علاقمند ہوگا اور اس گران بہار سرمایہ کیوجہ سے اپنے
 حیوانیت کے پست مرتبے سے حرکت کرے گا تا کہ کمال کے مدارج کے راستے طے کرے اور مقام قرب الہی تک
 جا پہنچے یہ وہ صورت ہے کہ اس کے سامنے اخلاقی اقدار واضح ہو جائیں گی اگر اخلاق اقدار مثل علم احسان، خیر خواہی،
 ایثار، عدالت جو دو سخا محروم طبقے کی حمایت سچائی امانتداری کا خواہشمند ہوا تو اس لحاظ سے اپنے آپ کو عالم کمال
 سے دیکھے گا اور ایسے مراتب اور اقدار کو اپنے انسانی بلند مقام کے مناسب پائیگا اور اسے اسی وجہ سے دوست رکھے
 گا یہاں تک کہ حاضر ہو گا کہ وہ حیوانی وجود اور اس کی خواہشات کو اس بلند مقام تک پہنچنے کے لئے قربان کر دے۔
 اخلاق اقدار اور مکارم روحانی اور معنوی جو ملکوتی روح انسان سے متناسب ہیں کہ ایک سلسلہ کا نام ہے اور انسان کمال
 تک پہنچنے کے لئے ان کی ضرورت کو محسوس کرتا ہے۔

اور اپنے آپ سے کہتا ہے کہ مجھے انہیں انجام دینا چاہئے اور اخلاقی انجام دی جانے والی اشیاء کا سرچشمہ شرافت اور
 کرامت نفس ہوا کرتا ہے۔ اور کمال روحانی اور بلندی مقام تک پہنچنے کے لئے بجا لایا جاتا ہے۔ جب انسان یہ کہتا ہے کہ
 مجھے راہ حق میں ایثار کرنا چاہئے یعنی ایثار تکامل ذات اور بلندی مرتبے کے لئے فائدہ مند ہے اور ضروری ہے کہ
 ایسے مرتبہ تک پہنچنا چاہئے۔ معنوی کمالات تک پہنچنے کا راستہ صرف ایک ہے اور مقام انسان اس اقدار اور ان کی ضد
 کی پہچان میں مساوی خلق ہوئے ہیں۔ اگر انسان اپنی محبوب اور پاک فطرت کی طرف رجوع کرے اور خواہشات اور ہوی

28

نفس کو دور پھینک کر خوب غور و فکر کرے تو وہ اخلاقی فضائل اور اس کی قدر و قیمت اور اس کی ضد اسی طرح
 اخلاقی پستی اور رذائل اور اس کی اضرار کو پہچان لے گا اور اس میں تمام انسان تمام زمانوں میں ایسے ہی ہوا کرتے ہیں
 اور اگر بعض انسان اس طرح کی مقدس سوچ سے محروم ہیں تو اس کی وجہ انکی حیوانی خواہشات اور ہوی نفس کی
 تاریکی نے اس کے نور عقل پر پردہ ڈال رکھا ہوتا ہے۔ قرآن مجید بھی فضائل اور رذائل کی پہچان اور شناخت کو انسان کا
 فطری خاصہ قرار دیتا ہے جیسے فرماتا ہے کہ " قسم نفس کی اور اس کی جس نے اسے نیک خلق کیا ہے اور انحراف اور
 تقویٰ کا اسے الہام دیا ہے جس نے اپنے نفس کی تربیت کی اسے پاک و پاکیزہ قرار دیا وہی کامیابی حاصل کرے گا اور
 جس نے اس کو گناہوں اور برے اخلاق سے آلودہ کیا وہ نقصان اٹھائے گا۔ (31)

پیغمبر (ص) اسی غرض کے لئے مبعوث ہوئے ہیں تا کہ انسان کی فطرت کو بیدار کریں اور اس کے اخلاقی ناآگاہ شعور کو
 آگاہی میں تبدیل کریں وہ آئے ہیں تا کہ انسان کے فضائل اور کمالات کے طریقوں کو پہچاننے کی طرف متوجہ کریں اور
 اس پر عمل کر کے مقام قرب الہی کو پانے اور مدارج کمال کو طے کرنے کی مدد اور راہنمائی فرمائیں۔ وہ آئے ہیں تا کہ
 انسان کو انسانیت کے بلند مقام اور انسانی اقدار کی ضرورت اور انکی حفاظت اور زندہ رکھنے اور قدر و قیمت کی طرف
 متوجہ کریں۔ وہ آئے ہیں تا کہ انسان کو یہ نقطہ سمجھائیں کہ تو حیوان نہیں ہے بلکہ تو انسان ہے اور فرشتوں سے بالاتر
 ہے۔ دنیاوی امور اور حیوانی تظاہر تیرے ملکوتی بلند مقام کے شایان شان نہیں تو اپنے آپ کو اس کے عوض فروخت نہ
 کر۔

امام سجاد سے پوچھا گیا کہ سب سے معزز ترین اور شریف ترین اور با اہمیت انسان کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ " جو
 انسان دنیا کو اپنے لئے اہمیت نہ دے اور اس کو اپنے لئے خطرہ قرار نہ دے۔ (32)
 اگر انسان اپنی انسان شخصیت کو پہچانے اور اپنی انسانی وجود کو قوی قرار دے اور

فضائل اور کمالات کو اس میں زندہ کرے اور رذائل اور پستیوں پر قابو پائے تو اس وقت انسان کو یہ مجال نہ ہوگی کہ وہ انسانی اقدار کو ترک کر دے اور رذائل کے پیچھے دوڑے مثلاً سچائی کو چھوڑ دے اور جھوٹ کے پیچھے جائے امانت داری کو چھوڑ دے اور خیانت کی طرف جائے۔ عزت نفس کو چھوڑ دے اور اپنے آپ کو ذلت و خواری میں ڈالے احسان کو چھوڑ دے اور لوگ کو آزار اور تکلیف دینے کے پیچھے دوڑے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "جو شخص اپنے نفس کی عزت کرے اور اسے معزز قرار دے اس کی نگاہ میں خواہشات نفسانی ہیچ اور پست ہوں گی۔"

پیغمبروں کی ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ انسان کی فطرت کو بیدار کریں تا کہ وہ اپنے اس گرانقدر وجود کے جوہر کو پہچانے اور اپنا تعلق اور ربط ذات خدا سے دریافت کر لے اور تمام چیزوں کو رضا اور قرب پروردگار کے حاصل کرنے میں صرف کرے یہاں تک کہ کھانا پینا سونا جاگنا بولنا کام کرنا مرنا جینا سب کے سب پاک او راخلاقی ہوں۔ جب انسان اللہ کا بندہ ہو جائے تو پھر اس کی رضا کے حاصل کرنے کے لئے کوئی اور اس کی غرض و غایت نہ ہوگی اس کے تمام کام عبادت اور اخلاق اور ذی قدر ہونگے۔ قل ان صلواتی و نسکی و محیای و مماتی اللہ رب العالمین لا شریک لہ و بذلک امرت و انا اول المسلمین۔

اسی لئے اپنے آپ کو پہچاننا اسلام میں ایک خاص قدر و قیمت رکھتا ہے۔ (33)

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "نفس کا پہچاننا سب سے زیادہ منفعت دار فائدہ ہے۔" آپ نے فرمایا کہ " جس شخص نے اپنے آپ کو پہچانا اس کا کام بلند ہوگا۔"

اپنے آپ کو پہچاننے سے مراد شناختی کارڈ نہیں بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ انسان اپنے واقعی مقام کو اس دنیا میں پہچانے اور جان لے کہ وہ فقط خاکی حیوان نہیں ہے بلکہ وہ عالم ربوبی کا عکس اور پرتو ہے اللہ کا خلیفہ اور اس کا امین ہے وہ ایک ملکوتی وجود ہے کہ جو دانا اور مختار اور آزاد خلق ہوا ہے تا کہ کمال غیر متناہی کی طرف سیر و سلوک کرے اور اپنی مخصوص خلقت کی وجہ سے اپنے آپ کو بنائے اور اس کی

پرورش کرنے کا پابند ہے انسان اپنی اس شناخت کیوجہ سے شرافت اور کرامت کو محسوس کرتا ہے اور اپنے مقدس اور پرارزش وجود کو پہچانتا ہے اور کمالات اور فضائل اس کے لئے پر معنی اور قیمت پیدا کر لیتے ہیں اس صورت میں وہ ناامیدی اور بے فائدہ اور بیہودہ خلق ہونے سے نجات حاصل کر لیتا ہے پھر زندگی اس کے لئے پر بہا اور مقدس اور غرض دار اور خوشنما ہوجاتی ہے۔

باطنی زندگی

انسان اس دنیا میں ایک ظاہری زندگی رکھتا ہے کہ جو اس کے جسم اور تن سے مربوط ہے۔ کہتا ہے، پینا ہے، سوتا ہے، چلتا ہے، اور کام کرتا ہے، لیکن اس کے باوجود وہ باطن میں ایک نفسانی زندگی بھی رکھتا ہے، اس حالت میں وہ دنیا میں زندگی کرتا ہے۔ باطن میں وہ کمال اور سعادت اور نورانیت کی طرف بھی سیر و سلوک کرتا ہے یا تو وہ بدبختی اور شقاوت اور تاریکی کی طرف جا رہا ہوتا ہے یا وہ انسانیت کے سیدھے راستے سے بھٹکا ہوا ہوتا ہے اور تاریک وادی اور حیوانیت کے پست درجہ میں غلطاں ہوتا ہے یا وہ کمال کے مدارج طے کر کے نور اور سرور و کمال و جمال کے راستے طے کرتا ہے یا وہ عذاب اور تاریکی میں گر رہا ہوتا ہے گرچہ اکثر لوگ اس باطنی زندگی سے غافل ہیں لیکن وہ حقیقت اور واقعیت رکھتی ہے۔

خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ "وہ ظاہری دنیاوی زندگی کا علم تو رکھتے ہیں لیکن اخروی زندگی جو

باطنی ہے سے غافل ہیں۔ (34)

کسی چیز کا جان لینا یا نہ جاننا واقعیت میں موثر نہیں ہوتا۔ قیامت کے دن جب انسان کی آنکھ سے مادیت کے سیاہ پردے اٹھا لیئے جائیں گے تو اس وقت وہ اپنی واقعیت اور اپنے آپ کو پہچانے گا۔ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے کہ "قیامت کے دن انسان سے کہا جائیگا کہ تو دنیا میں اس امر سے غافل تھا لیکن آج تیری آنکھیں تیز بین

ہو چکی ہیں۔ (35)

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اخروی امراسی دنیا میں انسان کی ذات میں موجود ہیں لیکن انسان ان سے غافل ہے لیکن آخرت میں جب غفلت کے پردے ہٹا لے جائیں گے تو اس وقت ان تمام امور کا مشاہدہ کرے گا۔ آیات اور آیات سے یوں مستفاد ہوتا ہے کہ انسان کا نفس اس جہان میں کئی ایک چیزوں کو بجالاتا ہے اور جن چیزوں کو وہ بجالاتا ہے وہ ہمیشہ اس کے ساتھ رہتی ہیں جو آخرت میں اس کی زندگی کا ماحصل اور نتیجہ اور ہوتی ہیں۔ خداوند ارشاد فرماتا ہے کہ " ہر نفس اس عمل کے مقابلے میں گروی ہے جو وہ بجا لاتا ہے۔ (36) ارشاد فرماتا ہے " ہر نفس نے جو کچھ انجام دیا ہے اسے پورا کا پورا ملے گا۔ (37) خداوند فرماتا ہے کہ "ہم کس کو اس کی قدرت سے زیادہ حکم نہیں دیتے۔ انسان نے جو اچھائیں انجام دی ہیں وہ اسی کے لئے ہوں گی اور تمام برائیاں بھی اس کے اپنے نقصان کے لئے ہوں گی۔ (38) خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے کہ " ہر نفس جو خوبیاں انجام دی ہیں وہ اس کے سامنے حاضر ہوں گی اسی طرح جو برائی انجام دی ہے وہ آرزو کرے گا کہ کاش اس کے اور برے کام کے درمیان فاصلہ ہوتا۔ (39) خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے کہ " جو شخص نیک عمل انجام دیتا ہے وہ اپنے لئے انجام دیتا ہے اور جو شخص برے کام انجام دیتا ہے وہ اس کے لئے زیان آور ہونگے پھر تم سب اللہ کی طرف لوٹ آؤ گے۔ (40) خداوند عالم فرماتا ہے "جو شخص ذرہ برابر اچھے کام انجام دیتا ہے وہ انہیں قیامت کے دن دیکھے گا اور جو شخص ذرہ برابر برے کام انجام دیتا ہے وہ ان کو بھی دیکھے گا۔"

خداوند فرماتا ہے " انسان کے لئے نہیں ہوگا مگر وہ جسے تلاش اور حاصل کرتا ہے اور وہ اپنی کوشش اور تلاش کو عنقریب دیکھے گا۔ (41)

خدا فرماتا ہے " جو اچھائی تم نے آگے اپنے لئے بھیجی ہے اسے اللہ کے پاس تم پاؤ گے۔ (42) خدا فرماتا ہے کہ " جس دن مال اور اولاد تمہیں کوئی فائدہ نہیں دیں گے مگر وہ جو سالم قلب کے ساتھ اللہ سے ملاقات کرے۔ (43)

پیغمبر علیہ السلام نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا "اے قیس تو مجبور ہے کہ اپنے لئے کوئی ساتھی بنائے جو قبر تیرے ساتھ ہوگا وہ ساتھی زندہ ہوگا اور تو اس کے ساتھ دفن ہوگا اگر تو تیرا ساتھی اچھا اور عمدہ ہوا تو وہ تیری عزت کرے گا اور اگر وہ پست اور برا ہوا تو وہ تجھے بھی پست اور ذلیل کرے گا تو قیامت میں اسی ساتھی کے ساتھ محشور ہوگا اور تجھے اس کے متعلق پوچھا جائے گا پس کوشش کر کہ تو اپنا نیک ساتھی اپنے لئے اختیار کرے کہ اگر وہ نیک اور صالح ہوا تو وہ تجھ سے انس و محبت کرے گا اور اگر ساتھی برا ہوا تو تجھے اس سے وحشت اور عذاب کے علاوہ کچھ نہ ملے گا اور وہ تیرا ساتھی تیرا عمل ہے۔ (44)

انسان اس دنیا میں اخروی زندگی کے لئے اپنے نفس کی تربیت کرنے میں مشغول رہتا ہے اور عقائد اور افکار اور ملکات اور عادات محبت علاقمندی اور مانوس چیزوں کی طرف توجہات اور وہ کام جو روح انسانی پر اثر انداز ہوتے ہیں تدریجاً ان سے ساختہ پرداختہ اور پرورش پاتا ہے انسان کس طرح بنے ان چیزوں سے مربوط ہوتا ہے۔ معارف عقائد صحیح فضائل، مکارم اخلاق محبت اور خدا سے پیوند توجہ اور اللہ سے انس خدا کی اطاعت اور اس کی رضایت کا حصول اور وہ نیک کام بجالانا کہ جس کا خدا نے حکم دیا ہے یہ انسان کی ملکوتی روح کو مدارج کمال تک پہنچاتے ہیں۔ اور مقام قرب الہی تک لے جاتے ہیں۔ انسان اسی جہان میں ایمان اور اعمال صالح کے سبب ایک پاکیزہ اور جدید زندگی حاصل کرتا ہے جو آخرت کے جہان میں ظاہر اور آشکار ہوگی۔ خداوند قرآن میں فرماتا ہے " جو بھی مرد یا عورت نیک کام انجام دے جب کہ ایمان بھی رکھتا ہو تو ہم اسے پاک اور عمدہ زندگی میں زندہ کریں گے۔ (45)

انسان اسی دنیا میں علاوہ ان نعمتوں کے کہ جن سے اس کا جسم لذت حاصل کرتا ہے وہ اخروی نعمت سے بھی باہرہ ہو سکتا ہے اور ان کے ذریعے روح اور نفس کی پرورش بھی کر سکتا ہے اور اپنی معنوی اور اخروی زندگی کو بھی بنا سکتا

ہے کہ جس کا نتیجہ آخرت کے جہان میں ظاہر ہوگا۔
 امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "خدا اپنے بندوں سے فرماتا ہے اے میرے دوست بندے دنیا میں عبادت کی نعمت سے فائدہ حاصل کرو تا کہ اسی سے آخرت کے جہان میں فائدہ حاصل کر سکو۔ (46)
 حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "اللہ کا دائمی ذکر کرنا روح کی عذاب ہے۔ (47)
 نیز حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "اللہ کے ذکر کو فراموش نہ کرو کیونکہ وہ دل کا نور ہے۔ (48)
 انسان کے لئے بہشت اور بہشتی نعمتیں جہنم اور جہنم کے عذاب عقائد اخلاق اور اعمال کے ذریعے سے ہی اسی دنیا میں بنتے ہیں گرچہ انسان اس سے غافل ہے لیکن آخرت کے جہان میں یہ سب حقیقت واضح ہو جائیگی۔ امام سجاد علیہ السلام نے ایک بحیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ "متوجہ رہو جو بھی اولیاء خدا سے دشمنی کرے اور خدا کے دین کے علاوہ کسی دین کو اپنائے اور ولی خدا کے حکم کو پس پشت ڈالے اور اپنی رائے اور فکر پر عمل کرے وہ شعلہ و آگ میں ہوگا کہ جو جسم کو کھا جائیگی وہ بدن کے جنہوں نے ارواح کو اپنے سے خالی کیا ہوا ہے اور بدبختی نے ان پر غلبہ کیا ہوا ہے یہ وہ مردے ہیں جو آگ کی حرارت کو محسوس نہیں کرتے اگر وہ زندہ ہوتے تو وہ درد اور آگ کی حرارت کو محسوس کرتے۔ اے صحابان بصیرت عبرت حاصل کر اور اللہ کا شکر یہ ادا کرو کہ خداوند عالم نے تمہیں ہدایت کی ہے۔ (49)
 خداوند عالم فرماتا ہے "جو لوگ یتیموں کا مال ظلم اور ناحق سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں اور یہ آگ عنقریب شعلہ و آگ ہوگی۔ (50)
 انسان اس دنیا میں آخرت کے لئے نور و بصیرت فراہم کرتا ہے اور یا ظلمت

34

اور تاریکی اگر اس دنیا میں اندھا اور بے نور ہوا تو آخرت میں بھی اندھا اور بے نور محسوس ہوگا خدا فرماتے ہیں جو شخص اس دنیا میں اس کے دل کی آنکھ اندھی ہے وہ آخرت میں بھی اندھا اور گمراہ محسوس ہوگا۔ (51)
 علامہ طباطبائی رضوان اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ نجف اشرف میں ایک شخص عابد زہدانہ زندگی بسر کرتا تھا کہ جسے شیخ عبود کہا جاتا تھا کہا جاتا ہے کہ وہ ولی خدا اور اہل سیر و سلوک تھے ہمیشہ ذکر اور عبادت میں مشغول رہتے تھے کبھی قبرستان وادی السلام جاتے اور کئی گھنٹوں تک گوشہ و کنار میں بیٹھے رہتے تھے اور فکر کیا کرتے تھے اور کبھی ٹوٹی ہوئی قبروں میں چلتے اور نئی قبر کو با دقت ملاحظہ کرتے تھے ایک دن جب قبرستان میں سے واپس لوٹ رہے تھے کہ کئی ایک آدمیوں سے ان کی ملاقات ہو گئی اور انہوں نے ان سے ان کی احوال پرسی کی اور پوچھا اے شیخ عبودی وادی السلام نے کیا خبر تھی؟ اس نے کہا کہ کوئی تازہ خبر نہ تھی۔ جب انہوں نے اصرار کیا تو انہوں نے کہا کہ میں نے ایک عجیب چیز دیکھی ہے کہ میں نے جتنا پرانی قبروں کو دیکھا ہے ان میں سانپ بچھو اور عذاب کی علامتیں نہیں دیکھیں۔ میں نے ان میں سے ایک قبر والے سے سوال کیا (روایات میں آیا ہے کہ میت قبر میں سانپ اور دوسری موزی چیزوں سے عذاب دیا جاتا ہے لیکن میں تو آپ کی قبروں میں سانپ اور عقرب کو نہیں دیکھ رہا۔ قبر والے نے جواب دیا ٹھیک ہے کہ سانپ اور بچھو ہماری قبروں میں نہیں لیکن تم خود ہو کہ دنیا سے سانپ اور بچھو اپنے ساتھ لے آتے ہو اور یہاں ان سے عذاب دیئے جاتے ہو۔
 انسانی باطنی اور نفسانی زندگی ایک حقیقی اور واقعی زندگی ہوا کرتی ہے انسان اپنی باطنی ذات میں ایک واقعی راستہ طے کرتا ہے یا وہ سعادت اور کمال تک پہنچاتا ہے اور یا بدبختی اور ہلاکت لے جاتا ہے وہ واقعی ایک حرکت اور سیر کر رہا ہے اور عقائد اور اخلاق اور اعمال سے انسان مدد حاصل کرتا ہے۔
 خداوند عالم فرماتا ہے کہ "جو شخص بھی عزت چاہتا ہے۔ تمام عزت خدا کے لئے اور اچھے کلمات اور (پاک نفوس) خدا کے لئے صعود کرتے ہیں اور عمل صالح کو خدا اوپر

35

لے جاتا ہے۔ (52)"
 نفس کا فعلی ہونا کوشش اور کام کرنے کے نتیجہ میں ہوا کرتا ہے۔ عقائد اور اخلاق اور ملکات اور خصائل اور ہمارے اعمال سے وہ بنتا ہے جو آخرت کے جہان میں اچھا یا برا نتیجہ جا کر ظاہر ہوتا ہے۔

اپنے آپ کو کیسے بنائیں؟

علوم میں ثابت ہو چکا ہے کہ انسان کی روح جسمانی الحدوث اور روحانی البقا ہے یعنی اس کی ملکوتی روح کی وہی اس کی جسمانی صورت ہے کہ بالتدریج تکامل کرتے مرتبہ نازل روح انسانی تک آئی ہے اور اس کی حرکت اور تکامل ختم نہیں ہوگا بلکہ تمام عمر تک اسی طرح جاری اور ہمیشہ رہے گا۔

ابتداء میں روح انسانی ایک مجرد اور ملکوتی موجود ہے جو عالم مادہ سے برتر ہے لیکن وہ مجرد تمام اور کامل نہیں ہے بلکہ ایسا مجرد کہ جس کا مرتبہ نازل جسم اور بدن سے تعلق رکھتا ہے یہ ایک دو مرتبے رکھنے والا موجود ہے اس کا ایک مرتبہ مادی ہے اور اس کا بدن سے تعلق ہے اور مادی کاموں کو انجام دیتا ہے اسی وجہ سے اس کے لئے استكمال اور حرکت کرنا تصور کیا جاتا ہے۔

اس کا دوسرا مرتبہ مجرد ہے اور مادہ سے بالاتر ہے اسی وجہ سے وہ غیر مادی کام دیتا ہے ایک طرف وہ حیوان ہے اور جسم دار اور دوسری طرف انسان ہے اور ملکوتی۔

جب کہ وہ صرف ایک حقیقت ہے اور اس سے زیادہ نہیں لیکن وہ حیوانی غرائز اور صفات رکھتا ہے اور حیوانات والے کام انجام دیتا ہے اس کے باوجود وہ انسانی غرائز اور صفات انسانی بھی رکھتا ہے اور انسانی کام انجام دیتا ہے۔ اس عجیب الخلق موجود کے بارے میں خداوند فرماتا ہے۔ فتبارک الله احسن الخالقین۔ ابتداء میں ایک موجود خلق ہوا کہ جو کامل نہیں تھا بلکہ اپنے آپ کو بالتدریج بناتا ہے اور تربیت

36

اور پرورش کرتا ہے۔

عقائد اور افکار ملکات اور عادات جو اعمال اور حرکات سے پیدا ہوتے ہیں وہ انسان کی ذات اور وجود کو بناتے ہیں اور تدریجاً کمال تک پہنچاتے ہیں۔ ملکات ایسے امور نہیں جو انسان کے وجود پر عارض ہوں بلکہ وہی انسان کے وجود اور ہویت کو بناتے ہیں۔ تعجب انگیز یہ چیز ہے کہ افکار اور عقائد اور ملکات فقط انسان کے وجود میں موثر ہی نہیں ہوتے بلکہ اس کے ہونے میں بھی موثر ہیں یعنی عمل صالح کی وجہ سے جو افکار اور عقائد صحیح اور مکارم اخلاق اور عادات اور ملکات وجود میں آتے ہیں وہ انسان کو تدریجاً مراتب کمال تک پہنچاتے اور لے جاتے ہیں اور ایک کامل انسان کے مرتبہ اور قرب الہی تک پہنچا دیتے ہیں اسی طرح جہالت اور عقائد باطل اور رذائل اخلاق اور ملکات اور قساوتیں جو برے کاموں کے انجام دینے سے موجود ہوتی ہیں وہ انسانی روح کو ضعف اور پستی کی طرف لے جاتے ہیں اور تدریجاً اسے حیوانیت کے مرتبے تک لے جاتے ہیں اور نتیجتاً حیوانیت کی تاریک وادی میں ساقط کر دیتے ہیں اور انسان ان ملکات اور صفات حیوانی اور جہالت کے انبار اور استحکام سے اپنی باطنی ذات میں ایک حیوان کی صورت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ جی ہاں وہ واقعا حیوان ہو جاتا ہے اور حیوانی شخصیت پیدا کر لیتا ہے وہ پھر انسان نہیں ہوتا بلکہ حیوان ہو جاتا ہے بلکہ حیوانات س بھی بدتر کیونکہ یہ وہ حیوان ہے جو انسانی طریق سے حیوان ہوا ہے گرچہ ظاہری صورت میں وہ انسانی زندگی بسر کرتا ہے لیکن اندرونی طور سے وہ حیوان ہے اور پھر اسے خود بھی نہیں جانتا۔ حیوانات کی حیوانیت ان کی شکل و صورت سے مخصوص نہیں ہوا کرتی بلکہ حیوانی نفس بغیر قید اور شرط اور تمایلات اور غرائز حیوانی کو بجالانے کا نام ہے۔ بھیڑنا اپنی شکل و صورت کا نام نہیں ہے بلکہ درندگی اور بغیر قید اور شرکے غریزہ درندگی کے بجالانے اور عدم تعقل کا نام ہے۔ عقل کی آنکھ اور اس کے درک کو اندھا کر دیا ہے۔ ایسا انسان ایک واقعی بھیڑیا میں تبدیل ہو چکا ہے۔ انسان ایک ایسا بھیڑیا ہے جو جنگل کے بھیڑوں سے بھی زیادہ درندہ ہے کیونکہ انسان اپنی عقل

37

اور فہم کو درندگی کی صفت میں استعمال کرتا ہے۔ بعض انسان ایسے جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں کہ جنہیں جنگل کے بھیڑیے ہی انجام نہیں دیتے کیا وہ بھیڑیے ہیں؟ نہ بلکہ وہ واقعی بھیڑیے ہیں لیکن خود نہیں سمجھتے اور دوسرے بھی اسے انسان سمجھتے ہیں قیامت کے دن جب آنکھوں سے پردے ہٹا دیئے جائیں گے ان کا باطن ظاہر ہو جائیگا اور یہ بھی معلوم ہے کہ جنت بھیڑیوں کی جگہ نہیں ہے بھیڑیا کبھی اولیاء خدا اور اللہ کے نیک بندوں کے ساتھ بہشت میں نہیں رہ سکتا۔ ایسا بھیڑیا جو انسان کے راستے سے بھیڑیا ہوا ہے ضروری ہے کہ جہنم کے تاریک اور دردناک عذاب میں ڈالا جائے اور زندہ رہے۔ انسان اس دنیا میں ایک انسان غیر متعین ہے جو اپنی شخصیت خود بناتا ہے یا وہ انسان ہو جائیگا جو اللہ کے مقرب فرشتوں سے بھی بالاتر ہو جائیگا یا باطنی صورت میں مختلف حیوانات میں تبدیل ہو جائیگا یہ ایک ایسا مطلب ہے جو علوم عالی میں بھی ثابت ہو چکا ہے اور اسے اولیاء خدا بھی کشف اور مشاہدے کا ادعا کرتے ہیں اور نیز اسے پیغمبر اکرم

اور ائمہ علیہم السلام نے بھی فرمایا یعنی جو حقیقی انسان کو پہچانتے ہیں انہوں نے اس کی خیردی ہے۔ رسول خدا نے فرمایا ہے کہ "لوگ قیامت کے دن ایسی شکلوں میں محشور ہونگے کہ بندر اور خنزیر کی شکلیں ان سے بہتر ہوں گی۔ (53)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "مستکبر انسان چپوٹی کی شکل میں تبدیل ہو جائیگا جو محشر کے لوگوں کے پاؤں کے نیچے کچلا جائیگا یہاں تک کہ لوگوں کا حساب و کتاب ختم ہو جائے۔ (55)

خدا قرآن میں فرماتا ہے کہ "قیامت کے دن وحشی حیوانات محشور ہونگے۔ (56)

38

بعض مفسرین نے اس آیت کی یوں تفسیر کی ہے کہ وحشی حیوانات سے مراد وہ انسان ہیں جو حیوانات کی شکلوں میں محشور ہونگے ورنہ حیوانات تو مکلف نہیں ہوتے کہ جنہیں محشور کیا جائے۔

خدا قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ " جن دن تمہاری جدائی اور علیحدگی کا دن ہوگا کہ جس وقت صور میں پھونکا جائیگا اور تم گروہ گروہ ہوجاؤ گے (57) _ بعض مفسرین نے اس آیت کی یوں تفسیر کی ہے کہ قیامت کے دن انسان ایک دوسرے سے جدا ہوجائیں گے اور ہر ایک انسان اپنی باطنی صورت کے ساتھ اپنے دوسرے ہم شکلوں کے ساتھ محشور ہوگا۔ اس آیت کی تفسیر میں ایک عمدہ حدیث پیغمبر علیہ السلام سے نقل ہوئی ہے۔

معاذ بن جبل کہتے ہیں کہ اس آیت یوم ینفخ فی الصور فتاتون افواجا کے متعلق میں نے رسول خدا (ص) سے سوال کیا آپ نے فرمایا کہ اے معاذ تم نے ایک بہت اہم موضوع سے سوال کیا ہے آپ کے اس حالت میں آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا کہ میری امت کے دس دستے مختلف شکلوں میں محشور ہوں گے جو ایک دوسرے سے مختلف ہونگے۔ بعض بندروں کی شکل میں دوسرے بعض خنزیر کی شکل میں محشور ہونگے۔ بعض کے سر زمین کی طرف اور پاؤں اوپر کی طرف ہونگے اور حرکت کریں گے۔ بعض اندھے اور سرگرداں ہونگے۔ بعض گونگے اور بہرے ہوں گے کہ کچھ نہیں سمجھتے ہونگے۔

بعض اپنی زبانوں کو چباتے ہوں گے اور پیپ اور گندگی اور خون ان کے منہ سے نکل رہا ہوگا کہ جس سے محشر کے لوگ تنفر کریں گے۔ بعض کے ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے ہونگے۔ اور بعض اس حالت میں محشور ہونگے کہ آگ کے ستون سے لٹکے ہوئے ہونگے۔ بعض مردار سے بدبو تر ہونگے۔ بعض مس کے لباس پہنے ہوئے ہونگے جو ان کے جسم سے چپکا ہوا ہوگا۔ آپ نے اس وقت فرمایا کہ جو لوگ بندروں کی شکل میں محشور ہونگے وہ وہ ہونگے جو چغلیور اور سخن چین تھے اور جو خنزیر کی شکل

39

میں محشور ہونگے وہ رشوت خور اور حرام تھے اور جو الٹے لٹکے حرکت کر رہے ہونگے وہ سود خور تھے اور جو اندھے محشور ہونگے وہ ہونگے جو قضاوت اور حکومت میں ظلم و جور کرتے تھے اور جو اندھے اور بہرے محشور ہونگے وہ اپنے کردار میں خود پسند تھے اور جو اپنی زبان کو چبا رہے ہونگے وہ وہ علماء اور قاضی ہونگے کہ جن کا کردار ان کے اقوال کے مطابق نہ تھا اور جو ہاتھ پاؤں کٹے محشور ہونگے وہ ہمسایوں کو آزار اور اذیت دیتے تھے اور جو آگ کے ستون سے لٹکے ہوئے ہونگے وہ بادشاہوں کے سامنے لوگوں کی شکایت لگاتے تھے اور جن کی بدبو مردار سے بدتر ہوگی وہ دنیا میں خواہشات اور لذت نفس کی پیروی کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا جو ان کے احوال میں حق تھا ادا نہیں کرتے تھے اور جن لوگوں نے مس کا لباس پہنا ہوا ہوگا وہ مستکبر اور فخر کیا کرتے تھے۔ (58)

لہذا اخلاقی امور کو معمولی اور غیر مہم شمار نہیں کرنا چاہئے بلکہ یہ بہت اہم امور ہیں جو انسان کی انسانی اور باطنی زندگی کو بناتے ہیں یہاں تک کہ وہ کیسا ہونا چاہئے میں اثر انداز ہوتے ہیں۔ علم اخلاق نہ صرف ایسا علم ہے کہ جو کس طرح زندہ رہنے کو بتلاتا ہے بلکہ یہ وہ علم ہے جو انسان کو کیسا ہونا چاہئے بھی بتلاتا ہے۔

خودسازي

یعنی

قرآن میں قلب

قلب کی لفظ قرآن اور احادیث میں بہت زیادہ استعمال ہوئی ہے اور اسے ایک خاص اہمیت قرار دی گئی ہے۔ لیکن یہ خیال نہ کیا جائے کہ قلب سے مراد وہ دل ہے جو انسان کے دائیں جانب واقع ہوا ہے اور اپنی حرکت سے خون کو انسان کے تمام بدن میں پہنچاتا ہے اور حیوانی زندگی کو باقی رکھتا ہے یہ اس لئے کہ قرآن مجید میں قلب کی لفظ کی طرف ایسی چیزیں منسوب کی گئی ہیں کہ جو اس قلب کے جس صنوبری سے مناسبت نہیں رکھتیں مثلاً

فہم اور عقل:

قرآن فرماتا ہے کہ "کیوں زمین کی سیر نہیں کرتے تا کہ ایسا دل رکھتے ہوں کہ جس سے تعلق کریں۔ (59)

عدم تعقل و فہم:

قرآن فرماتا ہے کہ "ان کے دلوں پر مہر لگادی گئی ہے اور وہ نہیں سمجھتے۔" قرآن فرماتا ہے کہ "انکے پاس دل موجود ہیں لیکن وہ نہیں سمجھتے اور آنکھیں موجود ہیں

لیکن وہ نہیں دیکھتے۔ (60)

ایمان:

قرآن فرماتا ہے کہ "خداوند عالم نے ان کے دلوں میں ایمان قرار دیا ہے اور اپنی خاص روح سے ان کی تائید کی ہے۔ (61)

کفر و ایمان:

قرآن فرماتا ہے۔ "جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل انکار کرتے ہیں اور تکبر بجالاتے ہیں۔" نیز فرماتا ہے۔ "کافر وہ لوگ ہیں کہ خدا نے ان کے دلوں اور کانوں اور آنکھوں پر مہر ڈال دی ہے اور وہ غافل ہیں (62)۔"

نفاق:

قرآن فرماتا ہے کہ "منافق اس سے ڈرتے ہیں کہ کوئی سورہ خدا کی طرف سے نازل ہو جائے اور جو کچھ وہ دل میں چھپائے ہوئے ہیں وہ ظاہر ہو جائے (63)۔"

ہدایت پانا:

قرآن میں ہے کہ "جو شخص اللہ پر ایمان لے آئے وہ اس کے دل کو ہدایت کرتا ہے اور خدا تمام چیزوں سے آگاہ ہے۔ (64) نیز خدا فرماتا ہے کہ "گذرے ہوئے لوگوں کے ہلاک کردینے میں اس شخص کے لئے نصیحت اور تذکرہ ہے جو دل رکھتا ہو یا حقائق کو سنتا ہو اور ان کا شاہد ہو۔ (65)

اطمینان اور سکون:

قرآن میں ہے کہ "متوجہ رہو کہ اللہ کے ذکر اور یاد سے دل آرام حاصل کرتے

ہیں۔ (66) اور نیز فرماتا ہے۔ خدا ہے جس نے سکون کو دل پر نازل کیا ہے تا کہ ان کا ایمان زیادہ ہو۔ (67)

اضطراب و تحیر:

خدا قرآن میں فرماتا ہے "فقط وہ لوگ جو اللہ اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتے اور انکے دلوں میں شک اور تردید ہے وہ تم سے جہاد میں نہ حاضر ہونے کی اجازت لیتے ہیں اور وہ ہمیشہ شک اور تردید میں رہیں گے۔ (68)

مہربانی اور ترحم:

قرآن میں ہے "ہم نے ان کے دلوں میں جو عیسیٰ علیہ السلام کی پیروی کرتے ہیں مہربانی اور ترحم قرار دیا ہے۔ (69) نیز خدا فرماتا ہے کہ "اے پیغمبر خدا ہے جس نے اپنی مدد اور مومنین کے وسیلے سے تیری تائید کی ہے اور ان کے دلوں میں الفت قرار دی ہے۔ (70)

سخت دل:

قرآن میں خدا فرماتا ہے "اے پیغمبر اگر تو سخت دل اور تند خو ہوتا تو لوگ تیرے ارد گرد سے پرانگندہ ہوجاتے۔ (71) خلاصہ دل قرآن مجید میں ایک ممتاز مقام رکھتا ہے اور اکثر کام اس کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں جیسے ایمان، کفر، نفاق، تعقل، فہم، عدم تعقل، قبول حق، حق کا قبول نہ کرنا۔ ہدایت، گمراہی خطا عہد طہارت۔ آلودگی۔ رافت و محبت غلظت۔ رعب غصہ شک تردید۔ ترحم۔ قساوت۔ حسرت آرام۔ تکبر، حسد، عصیان و نافرمانی، لغزش اور دوسرے اس طرح کے کام بھی دل کی طرف منسوب کئے گئے ہیں جب کہ دل جو گوشت کا بنا ہوا ہے اور بائیں جانب واقع ہے وہ ان کاموں کو بجا نہیں لاتا بلکہ یہ کام انسان کے نفس اور روح کے ہوا کرتے ہیں۔ لہذا یہ کہنا ہوگا کہ قلب اور دل سے

43

مراد وہ مجرد ملکوتی جوہر ہے کہ جس سے انسان کی انسانیت مربوط ہے۔ قلب کا مقام قرآن میں اتنا عالی اور بلند ہے کہ جب اللہ تعالیٰ سے ارتباط جو وحی کے ذریعے سے انسان کو حاصل ہوتا ہے وہاں قلب کا ذکر کیا جاتا ہے۔ خداوند قرآن مجید میں پیغمبر علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ "روح الامین (جبرائیل) نے قرآن کو تیرے قلب پر نازل کیا ہے تا کہ تو لوگوں کو ڈرائے۔ نیز خدا فرماتا ہے اے پیغمبر (ص) کہہ دے کہ جو جبرائیل (ع) کا دشمن ہے وہ خدا سے دشمنی کرتا ہے کیونکہ جبرائیل (ع) نے تو قرآن اللہ کے اذن سے تیرے قلب پر نازل کیا ہے۔ (72) قلب کا مرتبہ اتنا بلند ہے کہ وہ وحی کے فرشتے کو دیکھتا اور اس کی گفتگو کو سنتا ہے خدا قرآن میں فرماتا ہے کہ "خدا نے اپنے بندے (محمد ص) پر وحی کی ہے اور جو پیغمبر (ص) کے قلب نے مشاہدہ کیا ہے اسے فرشتے نے جھوٹ نہیں بولا۔ (73)

قلب کی صحت و بیماری

ہماری زندگی قلب اور روح سے مربوط ہے روح بدن کو کنٹرول کرتی ہے۔ جسم کے تمام اعضاء اور جوارح اس کے تابع فرمان ہیں تمام کام اور حرکات روح سے صادر ہوتے ہیں۔ ہماری سعادت اور بدبختی روح سے مربوط ہے۔ قرآن اور احادیث سے مستفاد ہوتا ہے کہ انسان کا جسم کبھی سالم ہوتا ہے اور کبھی بیمار اور اس کی روح بھی کبھی سالم ہوتی ہے اور کبھی بیمار۔ خداوند عالم قرآن میں فرماتا ہے کہ "جس دن (قیامت) انسان کے لئے مال اور اولاد فائدہ مند نہ ہونگے مگر وہ انسان کہ جو سالم روح کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹے گا۔ (74)

نیز ارشاد فرماتا ہے کہ "اس ہلاکت اور تباہ کاری میں تذکرہ ہے جو سالم روح رکھتا ہوگا۔ (75) اور فرماتا ہے کہ "بہشت کو نزدیک لائینگے جو دور نہ ہوگی یہ بہشت وہی ہے جو تمام ان بندوں کے لئے ہے جو خدا کی طرف اس حالت میں لوٹ آئے ہیں کہ جنہوں نے اپنے آپ کو گناہوں سے محفوظ رکھا اور خدا نے ان کے لئے اس کا وعدہ کیا ہے

44

کہ جو خدا مہربان سے ڈرتا رہا اور خشوع کرنے والی روح کے ساتھ اللہ کی طرف لوٹ آیا ہے۔ (76) جیسے کہ آپ نے ملاحظہ کیا ہے کہ ان آیات میں روح کی سلامت کو دل کی طرف منسوب کیا گیا ہے اور انسان کی اخروی سعادت کو روح سے مربوط قرار دیا ہے کہ جو سالم قلب اور خشوع کرنے والے دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف

لوٹ آیا ہو اور دوسری جانب خداوند عالم نے بعض والوں یعنی روح کو بیمار بتلایا ہے جیسے خداوند عالم فرماتا ہے کہ "منافقین کے دلوں میں بیماری ہے کہ خدا ان کی بیماری کو زیادہ کرتا ہے۔ (77) نیز فرماتا ہے کہ "وہ لوگ کہ جن کے دلوں میں بیماری ہے وہ یہود اور نصاریٰ کی دوستی کرنے میں جلدی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ڈرتے ہیں کہ ایمان لانے کی وجہ سے مصیبت اور گرفتاری موجود نہ ہو جائے (78)۔ ان آیات میں کفر نفاق کفار سے دوستی کو قلب کی بیماری قرار دیا گیا ہے۔ اس طرح کی آیات اور سینکڑوں روایات سے جو پیغمبر (ع) اور ائمہ علیہم السلام سے وارد ہوئی ہیں یوں مستفاد ہوتا ہے کہ انسان کی روح اور قلب بھی جسم کی طرح۔ سالم اور بیمار ہوا کرتی ہے لہذا کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ دل کی بیماری کو مجازی معنی پر محمول کیا جائے۔

خداوند عالم جو روح اور دل کا خالق ہے اور پیغمبر (ص) اور ائمہ علیہم السلام کہ جو انسان شناس ہیں دل اور روح کی بعض بیماریوں کی اطلاع دے رہے ہیں ہم کیوں نہ اس بیماری کو اس کے حقیقی معنی پر محمول کریں۔ وہ حضرات جو واقعی انسان شناس ہیں کفر نفاق حق کو قبول نہ کرنا۔ تکبر کینہ پروری غصہ چغل خوری خیانت خودپسندی خوف برا چاہنا تہمت بدگوئی، غیبت، تندخوئی، ظلم، تباہ کاری، بخل، حرص، عیب جوئی، دروغ گوئی حب مقام ریاکاری حیلہ بازی، بدظنی، قساوت، ضعف نفس اور دوسری بری صفات کو انسان کی روح اور قلب کی بیماری بتلا رہے ہیں پس جو لوگ ان بیماریوں کے ساتھ اس دنیا سے جائیں گے وہ ایک سالم روح و دل خدا کے پاس نہیں جا رہے ہونگے

45

تا کہ اس آیت مصداق قرار پاسکیں یوم لا ینفع مال و لا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم۔
دل اور روح کی بیماریوں کو معمولی شمار نہیں کرنا چاہئے بلکہ یہ جسم کی بیماریوں سے کئی گنا خطرناک ہیں اور ان کا علاج ان سے زیادہ سخت اور مشکل ہے۔ جسم کی بیماریوں میں جسم کے نظام تعادل میں گڑبڑ ہوا کرتی ہے کہ جس سے درد اور بے چینی اور بسا اوقات کسی عضو میں نقص آجاتا ہے لیکن پھر بھی وہ محدود ہوتی ہیں اور زیادہ سے زیادہ آخری عمر تک باقی رہتی ہیں۔ لیکن روح کی بیماری بدبختی اور عذاب اخروی کو بھی ساتھ لاتی ہے اور ایسا عذاب اسے دیا جائیگا جو دل کی گہرائیوں تک جائیگا اور اسے جلا کر رکھ دے گا۔ جو روح اس دنیا میں خدا سے غافل ہے اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا مشاہدہ نہیں کرتی اور اپنی تمام عمر کو گمراہی اور کفر اور گناہ میں گزار دیتی ہے درحقیقت وہ روح اندھی اور تاریک ہے وہ اسی اندھے پن اور بے نوری سے قیامت میں مبعوث ہوگا اور اس کا انجام سوائے دردناک اور سخت زندگی کے اور کچھ نہ ہوگا۔

خدا قرآن میں فرماتا ہے کہ "جو ہماری یاد سے روگردانی کرتے ہیں ان کی زندگی سخت ہوگی اور قیامت کے دن اندھے محسوس ہونگے وہ قیامت کے دن کہے گا خدایا مجھے کیوں اندھا محسوس کیا ہے؟ حالانکہ میں دنیا میں تو بینا تھا خداوند عالم اس کے جواب میں فرمائے گا کہ میری نشانیاں تیرے سامنے موجود تھیں لیکن تو نے انہیں بھلا دیا اسی لئے آج تمہیں فراموش کر دیا گیا ہے۔ (79)

خدا فرماتا ہے "تم زمین میں کیوں سیر نہیں کرتے تا کہ تم ایسے دل رکھتے ہو گے کہ ان سے سمجھتے اور سننے والے کان رکھتے ہوئے یقیناً کافروں کی آنکھیں اندھی نہیں بلکہ انکے دل کی آنکھیں اندھی ہیں۔ (80)
پھر فرماتا ہے "جو شخص اس دنیا میں اندھی آنکھ رکھتا ہوگا آخرت میں بھی وہ نابینا اور زیادہ گمراہ ہوگا۔ (81)

46

خدا فرماتا ہے کہ "جس شخص کو خدا ہدایت کرتا ہے وہی ہدایت یافتہ ہے اور جو شخص اپنے (اعمال کی وجہ) سے گمراہ ہوگا اس کے لئے کوئی دوست اور اولیاء نہ ہونگے اور قیامت کے دن جب وہ اندھے اور بہرے اور گونگے ان کو ایسے چہروں سے ہم محسوس کریں گے۔ (82)

ممکن ہے کہ اس گفتگو سے تعجب کیا جائے اور کہا جائے کہ اس کا کیا مطلب ہے کہ قیامت کے دن انسان کی باطنی آنکھ اندھی ہوگی؟ کیا ہم اس آنکھ اور کان ظاہری سے کوئی اور آنکھ کان رکھتے ہیں؟ جواب میں عرض کیا جائیگا کہ ہاں جس نے انسان کو خلق فرمایا ہے اور جو اللہ کے بندے انسان شناس ہیں انہوں نے خبر دی ہے کہ انسان کی روح اور دل بھی آنکھ کان زبان رکھتی ہے گرچہ یہ آنکھ اور کان اور زبان اس کی روح سے سنخیت رکھتی ہے۔ انسان ایک پیچیدہ موجود ہے کہ جو اپنی باطنی ذات میں ایک مخصوص زندگی رکھتا ہے۔ انسان کی روح ایک تنہا مخصوص جہان ہے۔ اس کے لئے اسی جہان میں نور بھی ہے اور صفا اور پاکیزگی بھی اس میں پلیدی اور کدورت بھی اس میں اس کے لئے بینائی اور

شنوائی اور نابینائی بھی ہے لیکن اس جہاں کا نور اور ظلمت عالم دنیا کے نور اور ظلمت کا ہم سنخ نہیں ہے بلکہ اللہ اور قیامت اور نبوت اور قرآن پر ایمان روح انسانی کے لئے نور ہے۔
 خدا قرآن میں فرماتا ہے کہ " جو لوگ محمد(ص) پر ایمان لے آئے ہیں اور اس کی عزت کرتے ہیں اور اس کی مدد کرتے ہیں انہوں نے اس نور کی جو ان کی ہمراہ ہے پیروی کی ہے یہی لوگ نجات یافتہ اور سعادت مند ہونگے۔ (83)
 خدا فرماتا ہے "یقیناً تمہاری طرف خداوند عالم سے ایک نور اور کتاب میں نازل کی گئی ہے۔ (84) نیز خدا فرماتا ہے کہ " کیا وہ شخص کہ جس کے دل کو خدا نے اسلام کے قبول کر لینے کے لئے کھول دیا ہے اور اس نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور کو پالیا ہے وہ دوسروں کے برابر ہے؟ افسوس اور عذاب ہے اس کے لئے کہ جس کا دل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے قسی ہو گیا ہے۔ ایسے لوگ ایک واضح گمراہی میں ہونگے۔ (85) خداوند عالم

47

نے ہمیں خبر دی ہے کہ قرآن ایمان، اسلام کے احکام اور قوانین تمام کے تمام نور ہیں۔ انکی اطاعت اور پیروی کرنا قلب اور روح کو نورانی کر دیتے ہیں یقیناً یہ اسی دنیا میں روح کو نورانی کرتے ہیں لیکن اس کا نتیجہ آخرت کے جہاں میں جا ظاہر ہوگا۔
 خداوند عالم نے خبر دی ہے کہ کفر نفاق گناہ حق سے روگردانی تاریکی روح کو کثیف کر دیتے ہیں لیکن اس کا نتیجہ آخرت کے جہاں میں جا ظاہر ہوگا۔ پیغمبروں کو اسی غرض کے لئے مبعوث کیا گیا ہے تا کہ وہ لوگوں کو کفر کی تاریکی سے نکالیں اور ایمان اور نور کے محیط میں وارد کریں۔
 خداوند عالم فرماتا ہے کہ " ہم نے قرآن کو تم پر نازل کیا ہے تا کہ لوگوں کو تاریکیوں سے نکالے اور نور میں وارد کرے۔ (86)

مومنین اسی جہاں میں نور ایمان تزکیہ نفس مکارم اخلاق یاد خدا اور عمل صالح کے ذریعے اپنی روح اور دل کو نورانی کر لیتے ہیں اور باطنی آنکھ اور کان سے حقائق کا مشاہدہ کرتے ہیں اور سنتے ہیں۔ اس طرح کے لوگ جب اس جہاں سے جاتے ہیں تو وہ سراسر نور اور سرور اور زیبا اور خوشنما ہونگے اور آخرت کے جہاں میں اسی نور سے کہ جسے دنیا میں مہیا کیا ہوگا فائدہ حاصل کریں گے۔ خداوند عالم قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ " اس دن کو یاد کرو جب مومن مرد عورت کا نور انکے آگے اور دائیں جانب کو روشن کئے ہوگا (اور ان سے کہا جائیگا) کہ آج تمہارے لئے خوشخبری ایسی بہشت ہے کہ جس کی نہریں درختوں کے نیچے سے جاری ہیں اور تم ہمیشہ کے لئے یہاں رہو گے اور یہ ایک بہت بڑی سعادت اور خوشبختی ہے۔ (87)
 درست ہے کہ آخرت کے جہاں کے نور کو اسی دنیا سے حاصل کیا جانا ہوتا ہے اسی لئے تو کافر اور منافق آخرت کے جہاں میں نور نہیں رکھتے ہونگے۔
 قرآن میں آیا ہے کہ "اس دن کو یاد کرو جب منافق مرد اور عورت مومنین سے کہیں گے کہ تھوڑی سے مہلت دو تا کہ ہم تمہارے نور سے استفادہ کر لیں ان سے

48

کہا جائیگا کہ اگر ہوسکتا ہے تو دنیا میں واپس چلے جاؤ اور اپنے لئے نور کو حاصل کرو۔ (88)

قلب روح احادیث میں

دین کے رہبروں اور حقیقی انسان کو پہچاننے والوں نے انسان کی روح اور قلب کے بارے بہت عمدہ اور مفید مطالب بتلائے ہیں کہ ان میں سے بعض کی طرف یہاں اشارہ کیا جاتا ہے کہ بعض احادیث کی بنا پر قلب اور روح کو تین گروہ میں تقسیم کیا گیا ہے۔ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "ہم تین طرح کے قلب رکھتے ہیں۔ پہلی نوع۔ ٹیڑھا قلب جو کسی خیر اور نیکی کے کاموں کو درک نہیں کرتا اور یہ کافر کا قلب ہے۔ دوسری نوع وہ قلب ہے کہ جس میں ایک سیاہ نقطہ موجود ہے یہ وہ قلب ہے کہ جس میں نیکی اور برائی کے درمیان ہمیشہ جنگ و جدال ہوتی ہے ان دو میں سے جو زیادہ قوی ہوگا وہ اس قلب پر غالب حاصل کریگا۔ تیسری نوع قلب مفتوح ہے اس قلب میں چراغ جل رہا ہے جو کبھی نہیں بجھتا اور یہ مومن کا قلب ہے۔ (89)

امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے پدر بزرگوار سے نقل کیا ہے کہ "آپ نے فرمایا کہ قلب کے لئے گناہ سے کوئی چیز بدتر

نہیں ہے۔ قلب گناہ کا سامنا کرتا ہے اور اس سے مقابلہ کرتا ہے یہاں تک کہ گناہ قلب پر غالب آجاتا ہے اور وہ قلب کو ان اور ٹیڑبا کر دیتا ہے۔ (90)

اور امام سجاد علیہ السلام نے ایک حدیث میں فرمایا ہے کہ "انسان کی چار آنکھیں ہیں اپنی دو ظاہری آنکھوں سے دین اور دنیا کے امور کو دیکھتا ہے اور اپنی دو باطنی آنکھوں سے ان امور کو دیکھتا ہے جو آخرت سے مربوط ہیں جب اللہ کسی بندے کی بھلائی چاہتا ہے تو اس کے قلب کی دو باطنی آنکھوں کو کھول دیتا ہے تا کہ اس کے ذریعے غیب کے جہان اور آخرت کے امر کا مشاہدہ کرسکے اور اگر خدا اس کی خیر کا

49

ارادہ نہ کرے تو اس کے قلب کو اس کی اپنی حالت پر چھوڑ دیتا ہے۔ (91)

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "قلب کے دو کان ہیں ایمان کی روح آہستہ سے اسے کار خیر کی دعوت دیتی ہے اور شیطن آہستہ سے اسے برے کاموں کی دعوت دیتا ہے جو بھی ان میں سے دوسرے پر غالب آجائے وہ قلب کو اپنے لئے مخصوص کر لیتا ہے۔ (92)

امام صادق علیہ السلام نے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے نقل کیا ہے کہ "آپ (ص) نے فرمایا کہ سب سے بدترین اندھا پن قلب کا اندھا پن ہے۔ (93)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "انسان کے قلب میں ایک سفید و واضح نقطہ ہوتا ہے اگر گناہ کا ارتکاب کر لے تو اس کے قلب میں سیاہ نقطہ پیدا ہوجاتا ہے اگر اس کے بعد توبہ کر لے تو وہ سیاہ نقطہ مٹ جاتا ہے اور اگر گناہ کرنے پر اصرار کرے تو وہ سیاہ نقطہ آہستہ سے بڑھنے لگ جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اس سفید نقطے کو گھیر لیتا ہے اس حالت میں پھر اس قلب کا مالک انسان نیکیوں کی طرف رجوع نہیں کرتا اور اس پر یہ آیت صادق آجاتی ہے کہ ان کے اعمال نے ان کے قلوب پر غلبہ حاصل کر لیا ہے اور انہیں تاریک کر دیا ہے۔ (94)

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "جس میں تقویٰ اور خوف خدا کم ہو اس کا قلب او ردل مرجاتا ہے اور جس کا دل مرجائے وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ (95)

حضرت امیر علیہ السلام نے اپنے فرزند کو وصیت میں فرمایا کہ "اے فرزند فقر اور ناداری ایک مصیبت اور بیماری ہے اور اس سے سخت بیماری جسم کی بیماری ہے اور دل کی بیماری جسم کی بیماری سے بھی زیادہ سخت ہے۔ مال کی وسعت اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے اس سے افضل بدن کا سالم رہنا ہے اور اس سے افضل دل کا تقویٰ ہے۔ (96)

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے کہ "حضرت داود پیغمبر (ع) نے اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں عرض کیا خدایا تمام بادشاہوں کے خزانے میں تیرا خزانہ کہاں ہے؟

50

اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا کہ میرا ایک خزانہ ہے جو عرش سے بڑا اور کرسی سے وسیع تر اور بہشت سے زیادہ خوشبودار اور تمام ملکوت سے زیادہ خوبصورت ہے اس خزانہ کی زمین معرفت اور اس کا آسمان ایمان۔ اس کا سورج شوق اور اس کا چاند محبت اور اس کے ستارے خدا کی طرف توجہات اس کا بادل عقل اس کی بارش رحمت اس کا میوہ اطاعت اور ثمرہ حکمت ہے۔ میرے خزانے کے چار دروازے ہیں پہلا علم، دوسرا عقل، تیسرا صبر، چوتھا رضایت، جان لے کہ میرا خزانہ میرے مومن بندوں کا قلب اور دل ہے۔ (97)

اللہ تعالیٰ کے ان بندوں کے جو قلب اور دل اور روح کو پہنچاتے ہیں ان احادیث میں بہت مفید مطالب بیان فرمائے ہیں کہ کچھ کی طرف ہم یہاں اشارہ کرتے ہیں۔

قلب کافر

کافر کے دل کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ الٹا اور ٹیڑبا ہے اس میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔ اس طرح کا دل اپنی اصلی فطرت سے ہٹ چکا ہے اور عالم بالا کی طرف نگاہ نہیں کرتا وہ صرف دنیاوی امور کو دیکھتا ہے اسی لئے وہ خدا اور آخرت کے جہان کا مشاہدہ نہیں کرتا اس کے بارے نیکی اور خوبی کا تصور نہیں کیا جاسکتا کیونکہ نیک کام اس صورت میں درجہ کمال اور قرب الہی تک پہنچتے ہیں جب وہ رضا الہی کے لئے انجام دیئے ائیں لیکن کافر نے اپنے دل کو الٹا کر دیا ہے تا کہ وہ خدا کو نہ دیکھ سکے وہ اپنے تمام کاموں سے سوائے دنیا کے اور کوئی غرض نہیں رکھتا وہ صرف دنیا تک رسائی چاہتا

ہے نہ خدا کا قرب۔ اس طرح کا دل گرچہ اصلی فطرت والی آنکھ رکھتا تھا لیکن اس نے اپنی آنکھ کو اندھا کر رکھا ہے۔ کیونکہ وہ واضح ترین حقیقت وجود خدا جو تمام جہاں کا خالق ہے کا مشاہدہ نہیں کرتا وہ اس دنیا میں اندھا ہے اور آخرت میں بھی اندھا ہوگا۔ اس نے اس دنیا میں امور دنیا سے دل لگا رکھا ہے اور آخرت میں بھی اس کے لئے

51

امور دنیا سے ہی وابستگی باقی رہے گی لیکن وہ اسے وہاں حاصل نہ ہوں گے اور وہ اس کے فراق کی آگ میں جلتا رہے گا۔ اس قسم کے دل میں ایمان کا نور نہیں چمکتا اور وہ بالکل ہی تاریک رہتا ہے۔

2_ کافر کے دل مقابل مومن کامل کا دل ہے۔ مومن کے دل کا دروازہ عالم بالا اور عالم غیب کی طرف کھلا ہوا ہوتا ہے ایمان کا چراغ اس میں جلتا ہوا ہوتا ہے اور کبھی نہیں بجھتا۔ اس کے دل کی دونوں آنکھیں دیکھ رہی ہوتی ہیں اور عالم غیب اور اخروی امور کو ان سے مشاہدہ کرتا ہے۔ اس طرح کا دل ہمیشہ ہمیشہ کمال اور جمال اور خیر محض یعنی خداوند تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتا ہے اور اس کا تقرب چاہتا ہے وہ خدا کو چاہتا ہے اور مکارم اخلاق اور اعمال صالح کے ذریعے ذات الہی کی طرف حرکت کرتا رہتا ہے۔ اس قسم کا دل عرش اور کرسی سے زیادہ وسیع اور بہشت سے زیادہ خوبصورت ہوتا ہے اور یہ قدرت رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مرکز انوار الہی اور خزانہ الہی قرار پائے۔ اس طرح کے دل کی زمین اللہ کی معرفت اور اس کا آسمان اللہ پر ایمان اور اس کا سورج لقاء الہی کا شوق اور اس کا چاند اللہ کی محبت۔ مومن کے دل میں عقل کی حکومت ہوتی ہے اور رحمت الہی کی بارش کو اپنی طرف جذب کر لیتا ہے کہ جس کا میوہ عبادت ہے اس طرح کے دل میں خدا اور اس کے فرشتوں کے سوا اور کوئی چیز موجود نہیں ہوتی۔ ایسا دل تمام کا تمام نور اور سرور اور شوق اور رونق اور صفا والا ہوتا ہے اور آخرت کے جہان میں بھی اسی حالت میں محشور ہوگا۔ (ایسے دل والے کو مبارک ہو)

3_ مومن کا دل جب کبھی گناہ سے آلودہ ہوجاتا ہے تو ایسے مومن کا دل بالکل تاریک اور بند نہیں رہتا بلکہ ایمان کے نور سے روشن ہوجاتا ہے اور کمال الہی اور تائبش رحمت کے لئے کھل جاتا ہے لیکن گناہ کے بجالانے سے اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ موجود ہوجاتا ہے اور اسی طریق سے شیطن اس میں راستہ پالیتا ہے۔ اس کے دل

52

کی آنکھ اندھی نہیں ہوتی لیکن گناہ کی وجہ سے بیمار ہوگئی ہے اور اندھے پن کی طرف آگئی ہے۔ اس طرح کے دل میں فرشتے بھی راستے پالیتے ہیں اور شیطن بھی۔ فرشتے ایمان کے دروازے سے اس میں وارد ہوتے ہیں اور اسے نیکی کی طرف دعوت دیتے ہیں شیطن اس سیاہ نقطہ کے ذریعے سے نفوذ پیدا کرتا ہے اور اسے برائی کی دعوت دیتا ہے۔ شیطن اور فرشتے اس طرح کے دل میں ہمیشہ جنگ اور جدال میں ہوتے ہیں۔ فرشتے چاہتے ہیں کہ تمام دل پر نیک اعمال کے ذریعے چھاجائیں اور شیطن کو وہاں سے خارج کر دیں اور شیطن بھی کوشش کرتا ہے کہ گناہ کے بجالانے سے دل کو تاریک بلکہ تاریک تر کر دے اور فرشتوں کو وہاں سے باہر نکال دے اور پورے دل کو اپنے قبضے میں لے لے اور ایمان کے دروازے کو بالکل بند کر دے۔ یہ دونوں ہمیشہ ایک دوسرے کو دکھیلنے پر لگے رہتے ہیں اور پھر ان میں کون کامیاب ہوتا ہے اور اس کی کامیابی کتنی مقدار ہوتی ہے۔ انسان کی باطنی زندگی اور اخروی زندگی کا انجام اسی سے وابستہ ہوتا ہے یہ وہ مقام ہے کہ جہاں نفس کیساتھ جہاد کرنا ضروری ہوجاتا ہے کہ جس کی تفصیل بیان کی جائیگی۔

قسى القلب

انسان کی روح اور دل ابتداء میں نورانیت اور صفاء اور مہربانی اور ترحم رکھتے ہیں۔ انسان کا دل دوسروں کے دکھ اور درد یہاں تک کہ حیوانات کے دکھ اور درد سے بھی رنج کا احساس کرتا ہے اسے بہت پسند ہوتا ہے کہ دوسرے آرام اور اچھی زندگی بسر کریں اور دوسروں پر احسان کرنے سے لذت حاصل کرتا ہے اور اپنی پاک فطرت سے خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور عبادت اور دعا راز و نیاز اور نیک اعمال کے بجالانے سے لذت حاصل کرتا ہے اور گناہوں کے ارتکاب سے فوراً متاثر اور پشیمان ہوجاتا ہے۔ اگر اس نے فطرت کے تقاضے کو قبول کر لیا اور اس کے مطابق عمل کیا تو

53

دن بدن اس کے صفا قلب اور نورانیت اور مہربان ہونے میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔

عبادت اور دعا کے نتیجے میں دن بدن عبادت اور دعا اور خدا سے انس و محبت میں زیادہ علاقمند ہوتا جاتا ہے۔ اور اگر اس نے اپنے اندرونی اور باطنی خواہشات کو نظر انداز کیا اور اس کے مخالف عمل کیا تو آہستہ آہستہ وہ پاک احساسات نقصان کی طرف جانا شروع کر دیتے ہیں یہاں تک کہ ممکن ہے وہ بالکل ختم اور نابود ہو جائیں۔ اگر اس نے دوسروں کے درد کے موارد کو دیکھا اور ان کے خلاف اپنے رد عمل کا مظاہرہ نہ کیا تو آہستہ آہستہ ان سے مانوس ہو جاتا ہے اور ان کے دیکھنے سے معمولی سا اثر بھی نہیں لیتا بلکہ ہوسکتا ہے کہ ایسے مقام تک پہنچ جائے کہ دوسروں کے فقر اور فاقہ اور ذلت و خواری بلکہ ان کے قید و بند اور مصائب سے لذت حاصل کرنا شروع کر دے۔ انسان ابتداء میں گناہ کرنے پر پشیمان اور ناخوش ہوتا ہے لیکن اگر ایک دفعہ گناہ کا ارتکاب کر لیا تو دوسری دفعہ گناہ کرنے پر تیار ہو جاتا ہے اور اسی طرح دوسری دفعہ گناہ کے بعد تیسری دفعہ گناہ کرنے کے لئے حاضر ہو جاتا ہے اور گناہ کرنے کے اصرار پر ایک ایسے مقام تک پہنچ جاتا ہے کہ پھر گناہ کرنے سے پیشمانی کا احساس تو بجائے خود بلکہ گناہ کرنے کو اپنی کامیابی اور خوشی قرار دیتا ہے۔ ایسے انسانوں کے اس طرح کے دل سیاہ اور الٹے ہو چکے ہوتے ہیں اور قرآن اور احادیث کی زبان میں انہیں قسی القلب کہا جاتا ہے شیطان نے ایسے دلوں پر قبضہ کر لیا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتوں کو وہاں سے نکال دیا ہوتا ہے۔ اس کے نجات کے دروازے اس طرح بند ہو جاتے ہیں کہ اس کے لئے توبہ کرنے کی امید بھی نہیں کی جاسکتی۔ خدا قرآن میں فرماتا ہے کہ "جب ہماری مصیبت ان پر وارد ہوتی ہے تو توبہ اور زاری کیوں نہیں کرتے؟ ان کے دلوں پر قساوت طاری ہو چکی ہے اور شیطان نے ان کے برے کردار کو ان کی آنکھوں میں خوشنما بنا دیا ہے۔ (98)

نیز خدا فرماتا ہے۔ "افسوس ہے ان دلوں پر کہ جنہیں یاد خدا سے قساوت نے گھیر رکھا ہے ایسے لوگ ایک واضح گمراہی ہیں پڑے ہوئے ہیں۔ (99)

54

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "ہر مومن کے دل میں ایک سفید نقطہ ہوتا ہے اگر اس نے گناہ کا ارتکاب کیا اور دوبارہ اس گناہ کو بجالایا تو ایک سیاہ نقطہ اس میں پیدا ہو جاتا ہے اور اگر اس نے گناہ کرنے پر اصرار کیا تو وہ سیاہ نقطہ آہستہ سے بڑھنا شروع ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اس دل کے سفید نقطہ کو بالکل ختم کر دیتا ہے اس وقت ایسے دل والا آدمی کبھی بھی اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اور یہی خداوند عالم کے اس فرمان سے کہ ان کے کردار نے ان کے دلوں کو چھپا رکھا ہے مراد ہے۔ (100)

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "انسان کے آنسو قساوت قلب کی وجہ سے خشک ہو جاتے ہیں اور قلب میں قساوت گناہوں کے اثر کیوجہ سے ہوتی ہے۔ (101)

رسول خدا نے فرمایا ہے "چار چیزیں انسان میں قساوت قلب کی علامتیں ہیں۔ آنسو کا خشک ہو جانا۔ قساوت قلب۔ روزی کے طلب کرنے میں زیادہ حریص ہونا۔ اور گناہوں پر اصرار کرنا۔ (102)

امام سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں۔ "اے میرے خدا میں دل کے سخت ہو جانے سے آپ سے شکایت کرتا ہوں ایسا دل جو وسواس سے ہمیشہ تغیر پذیر ہے اور آلودگی اور خشم سے جڑا ہوا ہے۔ میں آپ سے ایسی آنکھ سے شکایت کرتا ہوں جو تیرے خوف سے نہیں روتی اور اس کی طرف متوجہ ہے جو اسے خوش رکھتی ہے۔ (103)

پس جو انسان قلب کی سلامتی اور اپنی سعادت سے علاقمند ہے اس کو گناہ کے ارتکاب سے خواہ گناہ صغیرہ ہی کیوں نہ ہو بہت زیادہ پرہیز کرنی چاہئے۔ اور ہمیشہ اپنی روح کو نیک کاموں عبادت دعا اور خدا سے راز و نیاز مہربانی احسان اور دوسروں کی مدد مظلوموں اور محروموں کی حمایت اور خیر خواہی نیک کاموں میں مدد عدالت خواہی اور عدالت برپا کرنے میں مشغول رکھے تا کہ آہستہ آہستہ نیک اعمال بجالانے کی عادت پیدا کرے اور باطنی صفا اور نورانیت کو حاصل کر لے تا کہ اس کی روح ملائکہ کا مرکز قرار پائے۔

55

قلب کے طبیب اور معالج

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ دل اور روح بھی جسم کی طرح سالم ہوا کرتا ہے اور بیمار۔ انسان کی اخروی سعادت اس سے مربوط ہے کہ انسان سالم روح کے ساتھ اس دنیا سے جائے۔ ہمارے لئے ضروری ہے کہ روح کی سلامتی اور بیماریوں

سے واقف ہوں۔

ان بیماریوں کی علامات کو پہچانیں تا کہ روح کی مختلف بیماریوں سے مطلع ہوں ان بیماریوں کے اسباب اور علل کو پہچانیں تا کہ ان بیماریوں کو روک سکیں کیا ان بیماریوں کی پہچان میں ہم خود کافی معلومات رکھتے ہیں یا ان کی پہچان میں پیغمبروں کے محتاج ہیں۔ اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں کہ ہم روح کی خلقت اور اس کے اسرار اور رموز سے جو اس موجود ملکوتی مینر کے گئے کافی معلومات نہیں رکھتے۔

قاعدتا ہم اپنی روحانی اور باطنی زندگی سے بے خبر ہیں۔ نفسانی بیماریوں کے اسباب کو اچھی طرح نہیں جانتے اور ان بیماریوں کی علامتوں کی بھی اچھی طرح تشخیص نہیں کرسکتے اور ان مختلف بیماریوں کا علاج اور توڑ بھی نہیں جانتے اسی لئے پیغمبروں کے وجود کی طرف محتاج ہیں تا کہ وہ ہمیں اس کے طریق کار کی ہدایت اور رہبری کریں۔ پیغمبر روح کے معالج اور ان بیماریوں کے علاج کے جاننے والے ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی تائید اور الہامات سے روح کے درد اور اس کے علاج کو خوب جانتے ہیں وہ انسان شناسی کی درسگاہ میں بذریعہ وحی انسان شناس بنے ہیں اور اس ملکوتی وجود کے اسرار اور رموز سے اچھی طرح مطلع اور آگاہ ہیں۔ وہ صراط مستقیم اور اللہ کی طرف سیر و سلوک کو خوب پہچانتے ہیں اور انحراف کے اسباب اور عوامل سے واقف ہیں اسی لئے وہ انسان کی اس سخت راستے کو طے کرنے میں مدد کرتے ہیں اور انحراف اور کجروی سے روکتے ہیں۔ جی ہاں پیغمبر اللہ کی طرف سے معالج ہیں کہ تاریخ انسانی

56

میں انہوں نے انسان کی خدمت انجام دی ہے اور ان کی ایسی خدمات کئی درجہ زیادہ بدن کے معالجین سے بڑھ کر کی ہے پیغمبروں نے جوہر ملکوتی ورح کو کشف کرتے ہوئے انسانوں کو اس کی پہچان کرائی ہے اور ان کی انسانی شخصیت کو زندہ کیا ہے۔ پیغمبر (ص) تھے کہ جنہوں نے انسانوں کا مکارم اخلاق اور معارف اور معنویات سے روشناس کیا ہے اور قرب الہی کے راستے اور سیرو سلوک کی نشاندہی کی ہے۔ پیغمبر تھے کہ جنہوں نے انسان کو خدا اور جہان غیب سے آشنا اور واقف کیا ہے اور انسان کے تزکیہ نفس اور تہذیب کے پرورش کرنے میں کوشش اور تلاش کی ہے۔ اگر انسان میں معنویت محبت اور عطف اور مکارم اخلاق اور اچھی صفات موجود ہیں تو یہ اللہ کے بھیجے ہوئے معالجین کی دائمی اور متصل کوشش بالخصوص خاتم پیغمبر علیہ السلام کی دائمی کوشش کی برکت سے ہیں واقعا پیغمبر اللہ تعالیٰ کے صحیح اور ممتاز بشریت کے معالج ہیں اسی لئے احادیث میں ان کی عنوان طبیب اور معالج کے عنوان سے پہچان کرائی گئی ہے۔ امیر المومنین علیہ السلام پیغمبر گرامی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ " محمد (ص) چلتا پھر تا طبیب ہے کہ ہمیشہ انسانی روحوں کی طبابت کرنے میں کوشاں تھا اور بیماریوں کے علاج کے لئے مرہم فراہم کر رکھی تھی اور اسے مناسب مورد میں کام میں لاتا تھا۔ اندھی روح اور بہرے کان گنگی زبان کو شفا دیتے تھے۔ اور داؤوں کو انسانوں پر استعمال کرتے تھے جو حیرت اور غفلت میں غرق اور تھے ان انسانوں کو جو حکمت اور علم کے نور سے استفادہ نہیں کرتے تھے اور حقائق اور معارف الہی کے ناشناس تھے اسی لئے تو ایسے انسان حیوانات سے بھی بدتر زندگی بسر کرتے تھے۔ (104) قرآن کو روح کے لئے شفاء دینی والی دواء بیان کیا گیا ہے۔ خدا ارشاد فرماتا ہے کہ " اللہ کی طرف سے موعظہ نازل ہوا ہے اور وہ قلب یعنی روح کے درد کے لئے شفا ہے۔ (105) نیز خدا فرماتا ہے کہ " قرآن میں ہم نے بعض ایسی چیزیں نازل کی ہیں جو مومنین

57

کے لئے شفاء اور رحمت ہیں۔ (106)

امیر المومنین علیہ السلام قرآن کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "قرآن کو سیکھو کہ وہ بہترین کلام ہے اس کی بات میں خوب غور کرو کہ عقل کی بارش روح کو زندہ کرتی ہے اور قرآن کے نور سے شفاء حاصل کرو کہ وہ دلوں کو یعنی روحوں کو شفا بخشتا ہے۔ (107)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ " جو شخص قرآن رکھتا ہو وہ کسی دوسری چیز کا محتاج نہ ہوگا اور جو شخص قرآن سے محروم ہوگا کبھی غنی نہ ہوگا۔ قرآن کے واسطے سے اپنے روح کی بیماریوں کا علاج کرو اور مصائب کے ساتھ مٹھ بھیڑ میں اس سے مدد لو کیونکہ قرآن بزرگترین بیماری کفر اور نفاق اور گمراہی سے شفا دیتا ہے۔ (108) جی ہاں قرآن میں آیا ہے کہ پیغمبر اسلام نفوس کے طبیب ہیں۔ ہمارے درد اور اس کے علاج کو خوب جانتا ہے اور ایسے

قرآن کو لایا ہے جو ہمارے باطنی درد کے لئے شفا دیتے کا ضابطہ ہے اور ہمیں ایسا قرآن دیا ہے۔ اس کے علاوہ کئی اقسام کی باطنی بیماریوں اور ان کے علاج پیغمبر علیہ السلام اور ائمہ اطہار نے واضح کیا ہے اور وہ حدیث کی شکل میں ہمارے لئے باقی موجود ہیں لہذا اگر ہمیں اپنے آپ کے لئے روح کی سعادت اور سلامتی مطلوب ہے تو ہمیں قرآن اور احادیث سے استفادہ کرنا چاہئے اور اپنی روح کی سعادت اور سلامتی کے طریق علاج کی مراعات کرنی چاہئے اور قرآن اور پیغمبر (ص) اور ائمہ اطہار علیہم السلام کی راہنمائی میں اپنی روح کی بیماریوں کو پہچاننا چاہئے اور ان کی علاج کے لئے کوشش اور سعی کرنی چاہئے اور اگر ہم اس امر حیاتی اور انسان ساز میں کوتاہی کریں گے تو ایک بہت بڑے نقصان کے متحمل ہونگے کہ جس کا نتیجہ ہمیں آخرت کے جہان میں واضح اور روشن ہوگا۔

تکمیل اور تہذیب نفس

پہلے بتاتا جا چکا ہے کہ روح کی پرورش اور تربیت ہمارے لئے سب سے زیادہ

58

ضروری ہے کیونکہ دنیا اور آخرت کی سعادت اسی سے مربوط ہے اور پیغمبر علیہم السلام بھی اسی غرض کی تکمیل کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔ روح کی تربیت اور خودسازی دو مرحلوں میں انجام دینی ہوگی۔ پہلا مرحلہ: روح کی برائیوں سے پاک کرنا یعنی روح کو برے اخلاق سے صاف کرنا اور گناہوں سے پرہیز کرنا اس مرحلہ کا نام تصفیہ اور تخلیہ رکھنا گیا ہے۔ دوسرا مرحلہ: روح کی تحصیل علم اور معارف حقہ فضائل اور مکارم اخلاق اور اعمال صالحہ کے ذریعے تربیت اور تکمیل کرنا اس مرحلہ کا نام تخلیہ رکھا گیا ہے یعنی روح کی پرورش اور تکمیل اور اسے زینت دینا۔ انسان کو انسان بنانے کے لئے دونوں مرحلوں کی ضرورت ہوتی ہے اس واسطے کہ اگر روح کی زمین برائیوں سے پاک اور منزہ نہ ہوئی تو وہ علوم اور معارف حقہ مکارم اخلاق اعمال صالحہ تربیت کی قابلیت پیدا نہیں کرے گا وہ روح جو ناپاک اور شیطان کا مرکز ہو کس طرح انوار الہی کی تابش کا مرکز بن سکے گا؟ اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے کس طرح ایسی روح کی طرف آسکیں گے؟ اور پھر اگر ایمان اور معرفت اور فضائل اخلاق اور اعمال صالحہ نہ ہوئے تو روح کس ذریعے سے تربیت پا کر تکامل حاصل کر سکے گی۔ لہذا انسان کو انسان بنانے کے لئے دونوں مرحلوں کو انجام دیا جائے ایک طرف روح کو پاک کیا جائے تو دوسری طرف نیک اعمال کو اس میں کاشت کیا جائے۔ شیطن کو اس سے نکالا جائے اور فرشتے کو داخل کیا جائے غیر خدا کو اس سے نکالا جائے اور اشراقات الہی اور افاضات کو اس کے لئے جذب کیا جائے یہ دونوں مرحلے لازم اور ملزم ہیں یوں نہیں ہو سکتا کہ روح کے تصفیہ کے لئے کوشش کی جائے اور نیک اعمال کو بجا لانے کو بعد میں ڈالا جائے جس طرح یہ نہیں ہو سکتا کہ باطنی امور کی اہمیت کو نظر انداز کیا جائے اور نیک اعمال بجالانے میں مشغول ہوا جائے بلکہ یہ دونوں ایک ہی زمانے میں بجا لائے جائے چاہئیں برائیوں اور برے اخلاق کو ترک کر

59

دینا انسان کو اچھائیوں کے بجالانے کی طرف بلاتا ہے اور نیک اعمال کا بالانا بھی گناہوں اور برے اخلاق کے ترک کر دینے کا موجب ہوتا ہے لہذا اس بحث میں ہم مجبور ہیں کہ ان دونوں مرحلوں کو ایک دوسرے سے جدا کر دیں لہذا پہلے ہم تہذیب نفس اور روح کی پاکی بحث کرتے ہیں۔

خودسازی

یعنی

ترکیہ و تہذیب نفس

61

- اس مرحلے میں ہمیں تین کام انجام دینے ہونگے۔
1_ باطل عقائد اور غلط افکار اور خرافات سے نفس کو پاک کرنا۔
2_ برے اخلاق اور رذائل سے نفس کو پاک کرنا۔
3_ گناہوں اور معاصی کا ترک کرنا۔

خرافات اور عقائد باطل عین جہالت اور نادانی ہوتے ہیں اور انسان کی روح کو تارک کر دیتے ہیں اور صراط مستقیم اور قرب الہی اور تکامل سے منحرف کر دیتے ہیں باطل عقائد رکھنے والے تکامل کے راستے کو نہیں بچانتے اسی واسطے گمراہی اور ضلالت کی وادی میں قدم رکھتے ہیں اور یقیناً مقصد تک نہیں پہنچتے جو روح تارک ہو کس طرح وہ انوار الہی کی تابش کا مرکز قرار پا سکتی ہے؟ اسی طرح برے اخلاق اور ان کے ملکات حیوانی عادات کو تقویت پہنچاتے ہیں اور انسانی روح کو آہستہ آہستہ خاموش اور تنہا ہو جانے کی طرف لے جاتے ہیں ایسا انسان انسانی غرض خلقت جو قرب الہی اور کمال تک پہنچنا ہوتا ہے کبھی نہیں پہنچے گا اسی طرح گناہوں اور معصیت کو بجالانا انسان کی روح کو تارک اور آلودہ کر دیتا ہے کہ جس کی وجہ سے وہ تکامل اور قرب الہی سے دور ہو جاتا ہے اور اس طرح انسان آخری غرض اور غایت تک نہیں پہنچنے پاتا۔ اسی

واسطے نفس کا پاک و پاکیزہ کرنا ہمارے لئے انتہائی اہم اور ضروری کام شمار ہوتا ہے لہذا ضروری ہے کہ پہلے برے اخلاق اور گناہوں کو پہچانیں اور پھر عمل کے مرحلے میں قدم رکھیں اور اپنی روح کو پاک و پاکیزہ بنائیں۔ اتفاق سے ہمیں پہلے مرحلے میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی اس واسطے کہ ارواح کے اطباء اور خدا کے بھیجے ہوئے انسان شناسی یعنی پیغمبروں اور ائمہ اطہار علیہم السلام نے برے اخلاق کو بطور کامل ہمارے لئے بیان کر دیا ہے اور ان کا علاج کرنا بھی بتلا دیا ہے۔ معصیت اور نافرمانیوں کو ہمارے لئے شمار کر کے انکا علاج بھی بیان کر دیا ہے ہم تمام برے اخلاق کو جانتے اور پہچانتے ہیں اور ان کی برائیوں سے آگاہ ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ نفاق، تکبر، حسد، کینہ پروری، غضب چغلخوری خیانت، خودپسندی، برا چاہنا، شکایت کرنا، تہمت لگانا، برا بھلا کہنا، بد زبان ہونا، تندخونی، ظلم بے اعتمادی، خوف، بخل، حرص، عیب جوئی، جھوٹ بولنا، حب دنیا اور مقام اور ریاست کی محبت ریاکاری، دھوکا دینا، حیلہ باز ہونا، براگمان، قسی القلب ہونا، ضعف نفس اور اس طرح کی دوسری صفات بری اور زشت ہیں۔ اس کے علاوہ ہم فطرت کی رو سے ان کی برائیوں کو سمجھ پاتے ہیں۔ سینکڑوں روایات اور آیات ان کی برائیوں اور قبیح ہونے کی گواہی دے رہی ہیں ہماری احادیث اس کے متعلق اتنی زیادہ ہیں کہ ان میں کسی کمی کا احساس نہیں ہوتا۔ اسی طرح تمام محرمات اور گناہوں کی وضاحت قرآن مجید اور انکی تشریح اور ان کا عذاب اور سزا احادیث میں موجود ہے۔ غالباً ہم تمام کو جانتے ہیں لہذا برے اخلاق اور صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کی پہچان میں ہمیں کوئی مشکل نہیں آتی اس کے باوجود ہم غالباً شیطن اور نفس امارہ کے قیدی ہیں اور توفیق حاصل نہیں کرتے کہ اپنی نفس گناہوں اور برے اخلاق سے پاک کریں اور یہی اساسی مشکل ہے کہ جس کا علاج ہمیں سوچنا چاہئے۔ میری نگاہ میں اس کا مہم ترین سبب دو چیزیں ہیں۔ پہلی کہ ہم اپنی اخلاقی بیماریوں کو نہیں پہچانتے اور اپنے بیمار ہونے کا اقرار نہیں کرتے اور دوسرے اخلاقی بیماری کو معمولی قرار دیتے ہیں اور اس کے برے اور دردناک انجام سے غافل ہیں اسی لئے تو اس کے علاج کرنے میں

کوشش نہیں کرتے یہی وہ دو مہم سبب ہیں کہ جنہوں نے ہمیں اپنی اصلاح اور تہذیب نفس سے غافل کر رکھا ہے ہمارے لئے ضروری ہے کہ اس میں بحث کریں اور اس کا علاج بتلائیں۔

ہم غالباً اخلاقی بیماریوں کو پہچانتے ہیں اور ان کے برے ہونے کو بھی جانتے ہیں لیکن یہ صرف دوسروں میں نہ اپنے وجود میں۔ اگر ہم کسی دوسرے میں برے اخلاق اور برے رفتار کو دیکھیں تو اس کی برائی کو اچھی طرح جان لیتے ہیں ہو سکتا ہے کہ وہی بری صفت بلکہ اس سے بدتر ہم میں موجود ہو تو اس کی طرف ہم بالکل متوجہ نہیں ہوتے مثلاً دوسرے کے حقوق کو ضائع کرنا برا سمجھتے ہیں اور اس کے بجا لانے والے سے نفرت کرتے ہیں ہو سکتا ہے کہ ہم خود دوسروں کے حقوق ضائع کر رہے ہوں لیکن اسے بالکل نہیں سمجھتے بلکہ اپنے کام کو تو دوسرے کے حقوق کو ضائع کرنا ہی نہیں جانتے بلکہ ہو سکتا ہے کہ اپنے ایسے کام کو ایک اپنی نگاہ میں بہت عمدہ اور اخلاقی قدر والا گر داننا ہو اسی طریقے سے اپنے نفس کو مطمئن کر دیتے ہیں یہی حال دوسرے بری صفات کا بھی ہو سکتا ہے یہی تو وجہ ہوتی ہے کہ ہم اپنی کبھی اصلاح کرنے کی فکر میں نہیں جاتے کیونکہ اگر بیمار اپنے آپ کو بیمار نہ سمجھے تو وہ علاج کرنے کی فکر میں نہیں جاتا اور چونکہ ہم اپنے آپ کو بیمار نہیں سمجھتے لہذا اس کے علاج کرنے کے درپے بھی نہیں ہوتے ہماری سب سے بڑے مصیبت اور مشکل یہی ہے۔ لہذا اگر ہم اپنی سعادت کی فکر میں جائیں تو اس مشکل کا حل ہمیں تلاش کرنا ہوگا اور جس ذریعے سے بھی ممکن ہو ہمیں اپنی نفسانی بیماریوں کے پہچاننے میں کوشش کرنی چاہئے۔

65

نفس کی بیماریوں کے تشخیص کے راستے

بہتر ہوگا کہ نفس کی مختلف بیماریوں کی پہچان میں ان وسائل سے کہ جن سے ممکن ہے استفادہ کیا جائے یہاں چند ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

1_ تقویت عقل: ملکوتی انسان کا اعلیٰ مرتبہ اور اس کے وجود کا کاملترین امتیاز جو انسان کے لئے تمام مخلوقات سے امتیاز دینے کا منشا اور مبدا ہے اسے قرآن اور احادیث میں مختلف ناموں سے یاد کیا گیا ہے روح نفس قلب عقل یہ تمام نام ایک حقیقت کو ظاہر کرتے ہیں لیکن اس حقیقت کو مختلف جہات کیوجہ سے مختلف نام دیئے گئے ہیں۔ اس لحاظ سے کہ وہ حقیقت موجب فکر اور سوچ اور سمجھنا اور تعقل ہے اسے عقل کا نام دیا گیا ہے احادیث کی کتابوں میں عقل کو ایک ممتاز مقام دیا گیا ہے یہاں تک کہ اس کے لئے ایک علیحدہ فصل احادیث کے کتابوں میں مخصوص کی گئی ہے۔ احادیث میں عقل کو موجودات سے شریف ترین موجود اور احکام اور ثواب اور عقاب کا منشاء بتلایا گیا ہے جیسے امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ " جب اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا تو اسے بولنے پر قدرت دی اور پھر اسے کہا کہ اے عقل آگے؟ عقل نے اطاعت کی اور آگے آئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لوٹ جا۔ عقل نے پھر اطاعت کی اور لوٹ گئی اس وقت خداوند عالم نے فرمایا کہ " مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم کہ میں نے تجھ سے بہتر اور محبوب ترین مخلوق خلق نہیں کی تجھے کامل نہیں کرونگا مگر اس میں کہ جسے میں دوست رکھتا ہوںگا۔ جان لو کہ میرے اوامر اور نوابی تیری طرف متوجہ ہونگے اور تجھی ہی سے ثواب اور عقاب دونگا۔ (109)

انسان عقل کے ذریعے فکر کرتا ہے اور حقائق کو معلوم کرتا ہے اچھائی اور برائی فائدہ مند اور ضرر رساں ذمہ داریوں کی تشخیص کرتا ہے اگر انسان کے پاس عقل نہ

66

ہوتی تو اس کے اور حیوانات کے درمیان کوئی فرق نہ ہوتا اسی لئے خداوند عالم نے قرآن کریم میں تعقل اور تفکر اور تامل اور تفقہ پر اعتماد کیا ہے اور انسان سے چاہتا ہے کہ اپنی عقل کو اپنے آپ میں کام میں لائے۔

قرآن مجید میں آیا ہے کہ خداوند ایسی نشانیاں تمہارے لئے بیان کرتا ہے۔ شاید تم تعقل کرو اور تفکر کرو۔" (110) نیز خدا فرماتا ہے " وہ زمین میں کیوں سیر نہیں کرتے تا کہ ان کے لئے دل ہو کہ فکر و غور کریں۔ (111)

نیز خدا فرماتا ہے کہ " سب سے بدتر حرکت کرنے والے وہ لوگ ہیں جو بہرے گونگے اور سوچ نہیں کرتے۔ (112)

خداوند عالم ان لوگوں کو جو عقل کان اور زبان رکھتے ہیں لیکن حقائق کی پہچان میں ان سے کام نہیں لیتے انہیں حیوانات کے زمرے میں شمار کرتا ہے بلکہ حیوانات سے بھی بدتر قرار دیتا ہے کیونکہ وہ عقل سے کام نہیں لیتے۔

خدا فرماتا ہے " خدا پلیدی کو ان پر قرار دیتا ہے جو تعقل نہیں کرتے۔ (113)

انسان میں جتنی اچھائی ہے وہ عقل سے ہے، عقل سے خدا کو پہچانتا ہے اور اس کی عبادت کرتا ہے اور قیامت کو قبول کرتا ہے اور اس کے لئے مہیا ہوتا ہے۔ پیغمبروں کو قبول کرتا ہے اور ان کی اطاعت کرتا ہے۔ اچھے اخلاق کو پہچانتا

ہے اور اپنے آپ کو ان میں ڈھالتا ہے برائیوں کو پہچانتا ہے اور ان سے پرہیز کرتا ہے۔ اسی درجہ سے قرآن اور احادیث میں عقل کی عظمت اور جلالت بیان کی گئی ہے۔
 امام صادق علیہ السلام ایک سوال کرنے والے کے جواب میں فرماتے ہیں کہ "عقل وہ چیز ہے کہ جس وجہ سے خدا کی عبادت کی جاتی ہے اور اس کے ذریعے سے بہشت حاصل کی جاتی ہے" (114)
 نیز امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "جو شخص عاقل ہوگا دین رکھتا ہوگا اور جو شخص دین رکھتا ہوگا وہ بہشت میں داخل ہوگا" (115)
 امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ہشام سے فرمایا کہ "خدا کی لوگوں پر حجت اور

67

دلیلین دو ہیں ایک ظاہری اور دوسری باطنی۔ ظاہری حجت انبیاء اور ائمہ علیہم السلام ہیں اور باطنی عقل ہے۔ (116)
 امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرماتا ہے۔ "عقل کے لحاظ سے کامل تر لوگ وہ ہیں جن کے اخلاق تمام سے بہتر ہوں" (117)

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "مومن کا رہنما عقل ہے" (118)
 امام رضا علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "ہر انسان کا دوست عقل ہے اور اس کا دشمن جہالت" (119)
 امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے "انسان کا خودپسند ہونا اس کے عقل کے ضعیف ہونے کی دلیل ہے" (120)
 امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے ہشام سے فرمایا کہ "جو شخص بغیر مال کے بے نیازی اور روح کو حسد سے آرام اور اطمینان میں رکھے اور دین میں سالم رہے اسے تضرع اور زاری سے خدا سے دعا مانگی چاہئے کہ خدا اس کی عقل کو کامل کر دے۔ جو شخص عاقل ہوگا وہ قدر کفایت پر قناعت کرے گا اور جو شخص کفایت کی مقدر ارپر قناعت کرے گا وہ غنی اور بے نیاز ہوگا اور جس نے مقدار کفایت پر قناعت نہ کی وہ ہرگز بے نیاز نہ ہوگا" (121)
 امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں "عقلمند انسان دنیا کے زائد امور کو ترک کرتے ہیں چہ جائیکہ گناہوں کو جب کہ ترک دینیا افضل ہے تو گناہوں کا ترک کرنا تو واجب ہے" (222)
 آپ نے فرمایا کہ "عقلمند انسان جھوٹ نہیں بولتا گرچہ اس کی روح اس کی طرف مائل ہی کیوں نہ ہو" (123)
 آپ نے فرمایا کہ "جو شخص مروت نہیں رکھتا اور جو شخص عقل نہیں رکھتا وہ دین نہیں رکھتا وہ مروت نہیں رکھتا سب سے قیمتی انسان وہ ہے جو دنیا کو اپنے نفس کی

68

قیمت قرار نہ دے اور جان لو کہ تمہارے جسم کی قیمت سوائے بہشت کے اور کوئی نہیں ہے لہذا اسے بہشت کے عوض کسی اور چیز کے مقابلے فروخت نہ کرو" (124)
 ان تمام احادیث سے عقل کے پردازش اور قیمتی ہونے کو سمجھا جا سکتا ہے اور اس سے معارف اور علوم اور ایمان کا لانا عبادت خدا اور اس کی شناخت مکارم اخلاق سے استفادہ کرنا اور رذائل اور گناہوں سے اجتناب کرنا حاصل کیا جا سکتا ہے لیکن اس نقطہ کی طرف متوجہ ہونا چاہئے اور اس سے استفادہ کیا جانا چاہئے۔ عقل انسان کے بدن میں ایک عادل قاضی ہے اور حاکم ہے لیکن یہ اس صورت میں اچھا فیصلہ دیتا ہے جب اس کے لئے امن کا ماحول میسر ہو اور اس کے فیصلے کو مورد قبول قرار دیا جائے یہ اس دانا اور قدرت مند اور مدبر اور خیر اندیش حاکم کے قائم ہے لیکن بشرطیکہ اس کے فیصلے اور حکومت کی تائید کی جائے یہ ایک دانا مشورہ دینے والے اور مورد اعتماد اور خیر اندیش کے قائم ہے لیکن بشرطیکہ اس سے مشورہ طلب کیا جائے اور اس کے فرمان کو درست سنا جائے۔
 اگر بدن پر عقل کی حکومت ہو اور خواہشات اور غرائز نفسانی پر اس کا تسلط ہو تو وہ بدن کی مملکت پر بہترین طریقہ سے حکومت کرے گا۔ غرائز اور قومی میں تعادل برقرار کرے گا۔ اور تمام کو تکامل اور سیر و صعود الی اللہ پر برقرار رکھے گا لیکن اس سادگی سے حیوانی خواہشات اور تمایلات عقل کی حکومت کو قبول کر لیں گے اور اس کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں گے نہ بلکہ یہ اتنی فتنہ انگیزی اور خرابکاری کریں گے۔ تا کہ وہ عقل کو میدان سے باہر نکال دیں اس کا علاج یہ ہے کہ عقل کو قوی کیا جائے کیونکہ عقل جتنا طاقت ور اور نافذ ہوگا وہ داخلی دشمنوں کو بہتر پہچانے گا اور ان پر تسلط حاصل کرنے اور انہیں دبائے پر زیادہ قادر ہوگا۔ یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم عقل کو مضبوط بنانے کی کوشش اور جہاد کریں۔

2_ عمل سے پہلے فکر کرنا: عقل کے قوی کرنے میں ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ

69

کسی کام کے انجام دینے سے پہلے سوچنا چاہئے اور اس کام کے نتائج اور آثار اور دنیاوی اخروی اثرات کو خوب دیکھنا چاہئے اور یہ عہد کر لیں کہ کسی کام کو بھی اس کی عاقبت اندیشی سے پہلے انجام نہ دیں تا کہ آہستہ آہستہ سوچنے اور تفکر کے ذریعے اپنی روح کو آگاہ کیا کریں۔
حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ " تفکر انسان کو اچھے کاموں اور ان پر عمل کرنے کی دعوت دیتا ہے (125)
نیز حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ " کام کرنے سے پہلے انجام کو سوچنا تجھے پشیمانی سے محفوظ کر دے گا (126)

ایک شخص رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی " یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم مجھے کسی کام کی فرمائش کریں " آپ (ص) نے فرمایا کہ " کیا تم میرے کہنے پر عمل کرو گے؟ " اس نے کہا " ہاں یا رسول اللہ (ص) " اس سے یہ سوال اور آپ کا یہ جواب تین دفعہ رد و بدل ہوا۔ اس وقت رسول خدا نے فرمایا کہ " میری فرمائش یہ ہے کہ جب تم کسی کام کو انجام دینا چاہو تو اس کے انجام کے بارے میں پہلے خوب غور و فکر کر لو اگر اچھا ہوا تو اسے بجالاؤ اور اگر شک اور اشتباہ ہو تو اسے بجانہ لائو (127)

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے کہ " جلد بازی لوگوں کو ہلاکت میں ڈال دیتی ہے اگر لوگ اپنے کاموں میں تدبیر کرتے تو کبھی ہلاک نہ ہوتے (128)
پیغمبر اسلام نے فرمایا ہے کہ " انجام کو سوچنا اور جلد بازی نہ کرنا خدا کی طرف سے ہوتا ہے اور جلد بازی کرنا شیطن کی طرف سے (129)

معصوم کی حدیث میں یوں آیا ہے کہ " غور و فکر شیشہ کی طرح ہے جو تمہیں اچھائی اور برائی ظاہر کر دے گا (130)
حیوانات اپنے کاموں میں غرائز اور حیوانی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں اور غور اور فکر نہیں رکھتے لیکن انسان چونکہ اس کے پاس عقل ہے لہذا اسے پہلے کاموں میں غور و فکر کرنا چاہئے اور اسے عاقبت اندیش ہونا چاہئے گرچہ انسان بھی وہی حیوانی غرائز

70

اور خواہشات رکھتا ہے اسی وجہ سے جب کسی حیوانی خواہش کا طالب ہوتا ہے تو فوراً اس کے بجالانے میں دوڑتا ہے اور اس کی حیوانی خواہش اور غریزہ اسے غور و فکر کی مہلت نہیں دیتا کہ کہیں عقل اس میدان میں نہ آجائے اور اس کی حیوانی خواہش کے لئے سد راہ نہ بن جائے لہذا اگر ہم سے ہو سکے کہ ہم اپنے آپ کو یوں عادت دیں کہ ہر قدم اٹھانے سے پہلے اس میں خوب غور اور فکر کریں کے راستے کو کھول دیں اور اسے اس میدان میں کام کرنے دیں اور جب عقل اس میدان میں وارد ہوگا تو وہ اس اقدام کے واقعی مصالح اور مفاسد کو درک کرے گا اور حیوانی خواہش اور تمایلات میں اعتدال پیدا کرے گا اور ہمیں تکامل انسانی کے صراط مستقیم کی راہنمائی کرے گا اور جب عقل طاقت ور ہوگا اور جسم کی مملکت میں حاکم ہو جائے گا تو پھر وہ انسانیت کے داخلی دشمنوں اور نفسانی بیماریوں سے ہمیں آگاہ کر دے گا اور اس کے علاج اور روکنے کی طرف متوجہ ہو جائیگا اسی لئے قرآن اور احادیث میں غور و فکر اور تعقل و تدبیر کی بہت زیادہ تاکید اور سفارش کی گئی ہے۔

3_ نفس کے بارے میں بدبینی: اگر انسان اپنے اندر کو دیکھے اور اپنی نفسانی صفات کو انصاف کی نگاہ سے تو لے تو پھر وہ اپنی نفسانی بیماریوں اور عیوب سے آگاہ ہو جائے گا کیونکہ انسان سب سے زیادہ سے زیادہ آگاہ ہے (یعنی اپنے اندر نیکی اور بدی کے وجود کو سب سے زیادہ سمجھتا ہے لیکن عذر لانے کے پردے اپنی بصیرت کی آنکھ پر ڈالنا رہتا ہے (131)

لیکن ہم میں سب سے مشکل اور مصیبت یہ ہے کہ ہم فیصلے اور حکم دینے میں غیر جانبدار نہیں رہتے بلکہ اکثر اوقات ہم اپنے بارے میں خوش بین اور خود پسند ہوتے ہیں ہم اپنے آپ کو اور اپنے افعال اور صفات اور گفتار کو اچھا اور بلا عیب سمجھتے ہیں۔ انسانی نفس امارہ ہمارے حیوانی کاموں کو ہمارے سامنے ایسا خوشنما بناتا ہے کہ ہم اپنے برے کاموں کو بھی اچھا سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ قرآن ارشاد فرماتا ہے کہ وہ شخص کہ جس کے کام اس کے سامنے خوشنما بنائے گئے ہیں اور انہیں نیک سمجھتا ہے (آیا تو

نے نہیں دیکھا؟)

" پس خدا جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے اسے ہدایت دیتا ہے۔ (232) اسی لئے ہم اپنے عیبوں کو نہیں دیکھ پاتے تا کہ ان کی اصلاح کی کوشش کریں۔ اس مشکل کا حل یہ ہے کہ ہم ہمیشہ اپنے نفس پر بدگمان اور بدبین رہیں اور یہ احتمال دیں بلکہ یقین کریں ہم بہت سی برائیوں اور بیماریوں میں گرفتار ہیں ایسی حالت میں ہم اپنے نفس کے بارے میں سوچیں۔

امیر المومنین علیہ السلام نے متقیوں کے صفات میں فرمایا ہے کہ " انکا نفس ان کے نزدیک مورد تہمت اور بدگمانی میں قرار پایا ہے اور وہ اپنے کاموں میں خوف کھاتے ہیں جب بھی ان میں سے کوئی کسی کی تعریف کا مورد قرار پاتا ہے تو وہ اپنی تعریف کئے جانے میں ڈرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اپنے نفس سے زیادہ واقف ہیں اور خدا ہم سے بہت زیادہ آگاہ ہے۔ (333)

بزرگ موانع میں سے ایک مانع جو اجازت نہیں دیتا کہ انسان اپنی نفسانی بیماریوں سے آگاہ ہو اور اس کی اصلاح کرے یہی اپنے آپ کو اچھا سمجھتا اور اپنے بارے میں حسن ظن رکھتا ہوتا ہے اگر یہ مانع دور کر دیا جائے اور بطور انصاف اور یہ احتمال دیتے ہوئے کہ ہم میں عیب موجود ہیں اپنے آپ کو پایا جائے تو اس وقت ہم اپنی بیماریوں کو بھی پہچان لیں گے اور ان کی اصلاح بھی کریں گے۔

4_ روحانی طبیب کی طرف رجوع: انسان کا اپنے عیبوں کو پہچاننے کے لئے ایک ایسا اخلاق کے عالم کی طرف کہ جس نے اپنے نفس کی تہذیب کر رکھی ہو اور اچھے اخلاق سے متصف ہو چکا ہو رجوع کرنا چاہئے اپنے اندرونی صفات اور احوال کو بطور کامل اس کے سامنے بیان کرنا چاہئے اور اس عالم سے خواہش کرے کہ وہ اس کے نفسانی عیوب اور برے صفات سے اسے آگاہ کرے۔

ایک روحانی طبیب جو اسلامی، اخلاقی اور نفسیات کو جانتا ہو اور خود عامل اور مکارم

اخلاق کا پابند ہو وہ تہذیب نفس اور سیر و سلوک کے راستے بتلانے کے لئے بہت ہی اہمیت رکھتا ہے اور موثر ہوا کرتا ہے اگر انسان اس قسم کا آدمی پیدا کر لے تو اسے خداوند عالم کا اس بزرگ نعمت پر شکریہ ادا کرنا چاہئے لیکن صد افسوس کہ اس قسم کے آدمی بہت کمیاب ہیں۔ قابل توجہ یہ بات ہے کہ روح کی بیماریوں کی تشخیص کرنا بہت مشکل ہے لہذا بیمار پر فرض ہے کہ اپنی اندرونی صفات اور افعال کو بغیر چھپانے روحانی طبیب کے سامنے وضاحت سے بیان کر دے تا کہ وہ اس کی بیماری کی تشخیص کر سکے اور اگر بیمار نے اس بارے میں روحانی طبیب کی مدد نہ کی اور واقعات کے اظہار میں پس و پیش کیا تو وہ اس مطلوبہ نتیجہ تک نہیں پہنچ سکے گا۔

5_ دانا دوست کی طرف رجوع کرنا: اچھا اور دانا اور خیر خواہ دوست اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہوتا ہے جو تہذیب نفس اور بری صفات کے پہچان کے راستے میں انسان کی مدد کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ دانا ہو اور بری اور اچھی صفات کو پہچانتا ہو اس کے علاوہ وہ خیر خواہ اور مورد اعتماد بھی ہو اس واسطے کہ اگر وہ اچھی اور بری صفات کو نہ پہچانتا ہو تو وہ اس کے متعلق اس کی مدد نہیں کر سکے گا اور اگر وہ مورد اعتماد اور خیر خواہ نہ ہوا تو ممکن ہے کہ وہ دوستی کی حفاظت اور ناراضگی کے مول نہ لینے کیوجہ سے اپنے دوست کے عیب کو چھپا لے بلکہ ممکن ہے کہ وہ خوشامد کرتے ہوئے اس کے عیب کو اس کے سامنے اچھا بیان کرے اور اس عیب پر اس کی تعریف اور تمجید شروع کر دے اگر کوئی اس قسم کا دوست پیدا کرے اور اس سے خواہش کرے کہ جو نقص اور عیب اس میں دیکھے اسے اس کا تذکرہ کر دے تو اسے اس کی یاد دہانی اور تذکرہ پر اس کی عزت اور قدر دانی کرنی چاہئے۔

اپنے نفس کی اصلاح کے لئے ایسے دوست سے استفادہ کرنا چاہئے اس کے تذکرات سے استفادہ اور اس کی عزت اور قدر دانی پر اسے یہ باور کرائے کہ اس کے عیب بیان کرنے پر نہ صرف اسے برا معلوم نہیں ہوتا بلکہ اس سے وہ خوشحال بھی ہو جاتا ہے۔ اس دوست پر کہ جسے خیر خواہ قرار دیا گیا ہے ضروری ہے کہ وہ بھی اپنے

اخلاص اور صداقت کو عملی طور پر ثابت کرے۔ بطور انصاف اور بغیر محبت اور بغض کے دوست کے صفات کو پر

کہے اور دقت کرے اور اس بارے جو اس کا نظریہ ہوا سے وہ خیرخواہی اور دوستانہ زبان میں اسے بتلائے اور جہاں تک ہو سکے یہ اسے تنہائی اور مخفی طور سے بتلائے اور اس کے عیب کو لوگوں کے سامنے اظہار کرنے سے پرہیز کرے اس کی غرض واقع کا بتلانا ہو اور مبالغہ آمیزی سے پرہیز کرے کیونکہ وہ اپنے مومن بھائی کے لئے بطور آئینہ ہوتا ہے جو خوبیوں اور اچھائیوں کو بغیر کم اور زیادہ کے ظاہر کرتا ہے۔ البتہ ایسے مہربان اور اصلاح طلب دوست جو انسان کے عیوب کو اصلاح کے لئے بیان کر دیں بہت ہی کمیاب ہوتے ہیں۔ لیکن اگر کسی کو ایسا دوست مل جائے تو وہ ایک بہت بڑی سعادت پر فائز ہوتا جائیگا اسے اس کی قدر پہچاننی چاہئے اور اس کی یاد دہانیوں پر خوشحال ہونا چاہئے اس کے شکریہ کا اظہار کرے اور اسے متوجہ ہونا چاہئے کہ جو دوست اصلاح کی غرض سے انسان کے عیب کی یاد دہانی کرا رہا ہے اور یاد دہانی سے رنجیدہ خاطر ہو اور اس کے دفاع یا انتقام لینے پر اتر آئے۔ اگر کسی نے تجھے بتلایا کہ کئی ایک جھوٹے لہجے پر موجود ہیں کیا اس کے اس بتلانے سے تو رنجیدہ خاطر ہوگا اور اس سے انتقام لینے پر اتر آئے گا اس کے اس کہنے سے خوشحال ہوگا اور اس کی قدر دانی کرے گا؟

برے صفات بھی بچھو کی طرح ہوا کرتے ہیں بلکہ اس سے بدتر ہوتے ہیں اور انسان کے جسم پر ڈیگ مارتے ہیں ہمیشہ اس کے اندر چھپے رہتے ہیں جو ایسے بچھو سے بچانے میں ہماری مدد کرے اس نے ہماری بہت بڑی خدمت انجام دی ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ " میرا بہترین بھائی وہ ہے جو میرے عیب کو میرے لئے بیان کرے۔ (134)
6_ دوسروں کے عیب سے نصیحت لینا: انسان غالباً اپنے عیب سے غافل ہوتا ہے

74

لیکن دوسروں کے عیب کو دیکھتا ہے اور اس کی برائی کو خوب سمجھتا ہے اور مثال مشہور ہے کہ دوسروں کی آنکھ میں تتکا دیکھتا ہے اور اسے پہاڑ سمجھتا ہے لیکن پہاڑ کو اپنی آنکھ میں نہیں دیکھتا لہذا ایک راستہ اپنے نفسانی عیوب کی پہچان کا دوسروں کے عیوب کو دیکھتا ہے۔ جب کسی عیب کو دوسروں میں دیکھے تو اس پر اعتراض کرنے سے پہلے اسے اپنے میں ڈھونڈتے اور اپنے آپ میں اسے مورد تنقید قرار دے اور اپنے آپ میں رجوع کرے اگر وہی عیب اس میں موجود ہو تو اس کی اصلاح کرنے کی سعی اور کوشش کرے۔ لہذا ہو سکتا ہے کہ دوسروں کے عیب سے نصیحت حاصل کرے اور اپنے نفس کو اس سے پاک کر لے رسول خدا (ص) نے فرمایا کہ " وہ سعادت مند انسان ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرے۔ (135)

7_ اعتراض کئے جانے سے نصیحت حاصل کرے: دوست اکثر عیب کے ذکر کرنے سے اجتناب کرتے ہیں اس کے بر عکس دشمن اکثر عیب پر اعتراض اور تنقید کرتے ہیں گرچہ وہ اعتراض کرنے میں مخلص نہیں ہوتے بلکہ حسد بغض انتقام لینے کی غرض انہیں تنقید کرنے پر ابھارتی ہے بہر حال انسان اپنے دشمنوں کے اعتراض اور تنقید اور عیب جوئی سے استفادہ کر سکتا ہے انسان اپنے دشمنوں کے اعتراض سے دو طریق میں سے کسی ایک سے روبرو ہو سکتا ہے پہلے یا تو وہ اپنے آپ کو ان اعتراضات سے دفاع کرنے پر آمادہ ہوجاتا ہے کیونکہ وہ عیب جوئی دشمن سے ظاہر ہوتی ہے اور وہ اس کے بیان کرنے میں اچھائی کی نیت نہیں رکھتا لہذا جس طرح سے بھی ہو وہ اپنے لئے دفاع کی حالت پر آمادہ ہوجاتا ہے اور اس کی اس طرح کی آواز کو خاموش کرنے کے در پے ہوتا ہے اس طرح کا انسان نہ فقط اپنے عیب کی اصلاح نہیں کرتا بلکہ اس سے بڑھ کر دوسری غلطی اور خطا اور اشتباہ میں اپنے آپ کو گرفتار کر لیتا ہے دوسرے وہ دشمنوں کے اعتراضات کو اچھی طرح سے سنتا ہے اور پھر حقیقت شناسی کی نیت سے اپنے آپ میں رجوع کرتا ہے اور بطور انصاف اس اعتراض کی تحقیق کرتا

75

ہے اگر اس نے دیکھا کہ دشمن کا اعتراض درست ہے اور اس کا نفس معیوب ہے تو فوراً اس کی اصلاح کرنے کی کوشش کرتا ہے بلکہ اگر مصلحت کا تقاضا ہو کہ ایسے دشمن سے کہ جس نے اس کا عیب بیان کیا ہے اور وہ اس کے نفس کے پاک کرنے کا وسیلہ بنا ہے شکریہ ادا کرے ایسا دشمن اس لحاظ کرنے والے دوست سے کہ جو اس کے عیب کو چھپاتا ہے اور اس کی اس عیب پر تعریف کرتے ہوئے چاپلوسی کر کے اسے جہالت اور نادانی میں رکھے رہتا ہے بہت زیادہ بہتر اور مفید ہوگا اور اگر اس نے سوچ و بچار کے بعد دیکھا کہ دشمن کا بیان کردہ عیب اس میں موجود نہیں ہے تو پھر خدا کا شکریہ ادا کرے اور اپنے نفس کی حفاظت کرے کہ کہیں اس برے عیب میں بعد میں مبتلا نہ ہوجائے اس صورت میں انسان

ایسے دشمن سے فائدہ اٹھایا ہے لیکن اس کا اس طرح کرنا اس سے ممانع نہیں ہوگا کہ وہ عقلمندی اور شرعی طریقے سے دشمن کی سازش اور خیانت کے نقشے کو ناکام بنادے۔

8_ روح کی بیماریوں کی علامتیں: بیماری کی پہچان کا ایک بہترین طریقہ اس کی علامتوں سے ہوا کرتا ہے۔ جسم کی بیماری دو میں سے ایک طریقے سے پہچانی جاتی ہے یا تو درد کے محسوس کرنے سے اور یا کسی عضو کے اس کام کے انجام دینے سے کمزور پڑ جانے سے جو اس کے ذمہ قرار پایا ہے کیونکہ بدن کے نظام کے برقرار رہنے میں اس کے ہر عضو کا مخصوص عمل ہوا کرتا ہے اگر کوئی عضو اس کام کے انجام دینے میں کمزور ہو جائے تو معلوم ہوجائے گا کہ وہ عضو مریض ہو گیا ہے مثلاً آنکھ اگر سالم ہو تو وہ خاص شرائط کے ساتھ دیکھتی ہے پس اگر شرائط کے ہوتے ہوئے یا تو بالکل نہ دیکھے یا اچھی طرح نہ دیکھے تو معلوم ہو جائے گا کہ وہ بیمار ہے اسی طرح بدن کے بقیہ تمام اعضاء اور جوارح مثل کان، زبان، ہاتھ، پاؤں، دل، جگر، گردے وغیرہ ان میں سے ہر ایک کا ایک مخصوص کام ہوا کرتا ہے کہ جسے وہ سلامتی کی حالت میں انجام دیتے ہیں اگر انہوں نے وہ مخصوص کام انجام نہ دیئے تو معلوم ہوجائے گا کہ وہ بیمار ہیں انسان کی روح اور نفس

76

بھی اسی طرح ہے کہ اس کے لئے فطرت اور خلقت کے لحاظ سے مخصوص کام قرار دیئے گئے ہیں جنہیں اس کو بجالانے ہوتے ہیں۔ روح عالم ملکوت سے آئی ہے علم اور رحمت قوت احسان انصاف پسندی محبت معرفت نورانیت اور دوسرے کمالات اور مکارم اخلاق سے اسے سنخیت حاصل ہے اور ان سے مربوط ہے یہ فطرت کے لحاظ سے علت کو معلوم کرتی ہے اور خدا طلب ہے ایمان اور خدا کی طرف توجہ اور اس ذات سے محبت اور علاقندی اس کی عبادت اور اس سے دعا اور راز و نیاز روح کی سلامتی اور صحت کی علامتیں ہیں۔ اسی طرح علم و دانش اور اللہ کے بندوں کی رضا الہی کے لئے خدمتِ قربانی اور ایثار، عدالت خواہی اور دوسرے مکارم اخلاق روح کی صحت اور سلامتی کی علامتیں شمار ہوتی ہیں اگر انسان اس قسم کی صفات اپنے میں موجود پائے تو معلوم ہوجائے گا کہ اس کی روح سالم اور صحیح ہے اور اگر اسے حاصل ہو کہ وہ خدا کی طرف توجہ نہیں رکھتا اور عبادت اور دعا اور مناجات سے لذت حاصل نہیں کرتا اور اس سے بھاگتا ہے خدا کو دوست نہیں رکھتا اور صرف مقام اور مرتبہ جاہ و جلال دولت اور ثروت اور اولاد اور بیوی شہوتزانی اور لذات حیوانی کو اللہ کی رضا پر ترجیح دیتا ہے اور زندگی سے صرف منافع شخصی کا ہدف رکھتا ہے اور فداکاری اور قربانی اور ایثار اور احسان اور خدمتِ خلق سے لذت حاصل نہیں کرتا اور دوسروں کے درد اور مصیبت سے دردناک نہیں ہوتا۔ ایسے شخص کو جان لینا چاہئے کہ اس کی روح واقعا بیمار ہے اگر وہ اپنی سعادت کو چاہتا ہے تو اسے بہت جلدی اپنی روح کی اصلاح اور علاج کرنا چاہئے۔

علاج کرنے کا عزم

جب ہم نے نفس اور روح کی بیماریوں کو پہچان لیا اور یقین کر

77

لیا کہ ہم بیمار ہیں تو ہمیں فوراً علاج شروع کرنا چاہئے اور سب سے اہم اس مرحلہ میں انسان کا ارادہ اور عزم ہے اگر واقعا ہم چاہیں اور حتمی ارادہ کر لیں کہ ہم اپنے آپ کو برائیوں اور برے اخلاق سے اپنی روح کو پاک کریں گے تو یسا کر سکتے ہیں لیکن اگر اس کو معمولی شمار کریں اور ارادہ اور عزم نہ کریں تو پھر روح کی سلامتی اور اس کام صحیح ہوجانا غیر ممکن ہوگا یہ وہ وقت ہے کہ شیطن اور نفس امارہ اپنا کام کرنا شروع کر دیتا ہے اور مختلف بہانوں کو سامنے لاتا ہوتا کہ ہمیں روح کی اصلاح کرنے سے روکے رکھے لیکن ہمیں بہت زیادہ ہوشیار ہونا چاہئے تا کہ اس کے حیلے اور بہانوں کا فریب نہ کھائیں۔ ممکن ہے کہ ہماری بری عادت کو یوں بتلایا جائے کہ تم نے لوگوں کے ساتھ زندگی بسر کرنی ہے دوسرے بھی ایسی صفت رکھتے ہیں۔ فلان فلان کو دیکھو اسی صفت بلکہ اس سے بدتر صفت رکھتا ہے کیا تم تنہا زندگی گزار سکتے ہو؟ اگر تو چاہتا ہے کہ رسوائے زمانہ نہ ہو تو زمانے کی طرح چال چلو۔ لیکن انسان کو اس فریب اور دھوکے کے سامنے ڈٹ جانا ہوگا۔ اگر دوسرے اس مرض میں مبتلا ہیں تو ان کا مجھ سے کیا ربط ہے کسی دوسروں کا اس بیماری میں گرفتار ہوجانا میرے اس کے ارتکاب کا جواز نہیں بنتا۔ اسے یوں کہنا ہوگا کہ یہ عیب اور بیماری تو مجھ میں موجود ہے اگر میں اس بیماری کے ساتھ مر گیا تو ہمیشہ بدبختی اور شقاوت میں جا پڑوں گا۔ لہذا مجھے اس کا علاج کرنا چاہئے اور اپنے نفس کو اس سے پاک کرنا ہوگا۔

ممکن ہے کبھی اور حیلے کے ذریعے سے کہ جس سے وقت گذرتا جائے اور تاخیر ہو جائے شیطن میدان میں آجائے اور ہمارے ارادہ کو منحصر کر دے اور یوں خیال میں لائے کہ یہ تو ٹھیک ہے کہ یہ عیب تو تجھ میں موجود ہے اور اس کی اصلاح بھی کرنی چاہئے لیکن اتنی جلدی کیا ہے اور کیا دیر ہوگئی ہے؟ رہنے دو میں فلان کام انجام دے لوں۔ اس وقت فارغ البال ہو کر نفس کے پاک کرنے میں مشغول ہو جائونگا۔ ابھی تو میں جوان ہوں اور عیش کرنے کا زمانہ ہے جب بوڑھا ہے میں جائونگا تو پھر توبہ کر لوںگا اور نفس کے پاک کرنے میں مشغول ہو جائونگا۔ انسان کو متوجہ رہنا چاہئے

78

کہ یہ بھی شیطن کا ایک فریب اور حیلہ ہے۔ کیا معلوم کہ اس وقت تک انسان زندہ رہے گا؟ شاید اس سے پہلے مرجائے اور انہیں نفسانی بیماریوں میں فوت ہو جائے اس وقت ہمارا انجام کیا ہوگا؟ اور بالفرض اس وقت تک زندہ بھی رہ جائے تو کیا اس وقت شیطن اپنی حیلہ گری اور فریب دینے کو چھوڑ دے گا۔ اور ہمیں آزاد چھوڑ دے گا تا کہ اپنے نفس کو پاک کر سکیں اس وقت شیطن کوئی اور فریب دے کر نفس کے پاک کرنے سے ہمیں روک دے گا لہذا کتنا ہی اچھا ہے کہ ابھی سے نفس کے پاک کرنے میں شروع ہوا جائے اور نفس امارہ پر قابو پایا جائے۔ ممکن ہے کہ نفس امارہ ہمیں کہے کہ تم نے فلاں صفت کی عادت کر رکھی ہے اور عادت کا چھوڑنا تیرے لئے ممکن نہیں ہو گا تو خواہشات نفس کا قیدی ہے کس طرح تو اپنے آپ کو اس قید سے رہائی دلا سکتا ہے؟ تیری روح گناہ اور معصیت کی وجہ سے تاریک ہو چکی ہے ابھی اسے گلو خلاصی ممکن نہیں ہے معلوم ہونا چاہئے کہ یہ بھی شیطن کی ایک فریب کاری اور دھوکا دہی ہے تجھے اپنے نفس کو کہہ دینا چاہئے کہ عادت کا چھوڑنا غیر ممکن نہیں ہوتا بلکہ یہ ممکن ہے گرچہ یہ مشکل تو ہے لیکن اصلاح کرنے کے عمل میں شروع ہو جانا چاہئے اور اپنے نفس کو پاک کرنے میں کوشش کرنے چاہئے اگر گناہ اور بری عادت کا چھوڑنا ممکن نہ ہوتا تو یہ سارے حکم جو پیغمبر علیہ السلام اور ائمہ اطہار کے اس بارے میں آئے ہیں تو ان سے صادر نہ ہوتے اور توبہ کے دروازے کسی وقت بند نہ ہوتے توبہ کا دروازہ ہمیشہ کے لئے کھلا ہوا ہے لہذا حتمی ارادہ کر لینا چاہئے اور روح کے پاک کرنے میں مشغول ہو جانا چاہئے۔ ہو سکتا ہے کہ شیطان نفسانی بیماریوں اور بری صفات کو معمولی اور کم بتلانے اور کہے کہ تم واجبات کے بجالانے کے تو پابند ہو اور فلان فلان مستحب کام بھی بجالاتے ہو خدا تمہیں بخش دے گا اور تیری جگہ بہشت ہے اور یہ کئی ایک بری صفات جو تم میں موجود ہیں یہ اتنی اہم نہیں ہیں تیرے مستحبات کے بجالانے کی وجہ سے ان کا تدارک ہو جائیگا اور وہ بخش دی جائیں گی اس صورت میں بھی ملتفت رہنا چاہئے کہ اس قسم کے خیالات اور امیدیں دلانا بھی شیطن کا ایک مکر اور فریب ہوتا ہے

79

اور ہمیں اپنے نفس امارہ سے کہنا چاہئے کہ نیک اعمال تو صرف متقیوں سے قبول ہوتے ہیں اور تقویٰ کا حاصل کرنا نفس کو پاک کئے بغیر حاصل نہیں ہوتا اگر ہمارا نفس برائیوں سے پاک نہ ہوا تو نفس میں اچھائیوں کی نشو و نما نہیں ہو سکے گی اور اگر نفس سے شیطن باہر نہ گیا تو فرشتہ رحمت اس میں داخل نہیں ہو سکے گا اگر گناہ اور برے اخلاق سے نفس آلودہ ہوا تو آخرت کے جہان میں اس کے لئے نور نہ ہوگا۔

ہمیں ہمیشہ ان بیماریوں کے انجام کی طرف جو پہلے بیان کی جا چکی ہیں متوجہ رہنا چاہئے اس کے ساتھ احادیث اور اخلاق کی کتابوں کے مطالعہ سے ان نفسانی بیماریوں اور ان کی اخروی سزا اور عقاب کو مورد توجہ قرار دینا چاہئے اس ذریعے سے ہمیں نفس امارہ کے حیلے اور بہانے اور نفس امارہ کے توہمات کا مقابلہ کرنا چاہئے اور نفس کی اصلاح اور اسے پاک کرنے میں حتمی اور جزمی ارادہ کر لینا چاہئے اگر ہم نے ارادے کا مرحلہ طے کر لیا تو پھر عمل کرنے کا مرحلہ قریب تر ہو جائیگا۔

نفس پس غلبہ کرنا

تمام اعمال اور افعال اور برائیاں اور اچھائیوں کو بجالانے والی درحقیقت روح ہوا کرتی ہے اگر روح سالم اور صحیح ہو تو انسان کی دنیا اور آخرت آباد ہوگی اور اگر روح فاسد ہوئی تو پھر وہ برائیوں کے بجالانے کا موجب ہوگی اور دنیا اور آخرت کی ہلاکت اسے لاحق ہو جائیگی اگر انسان نے انسانیت کے راستے پر قدم رکھا تو اللہ کے مقرب فرشتوں سے بھی بالاتر ہو جائیگا اور اگر اسے نے انسانی شرافت کو نظر انداز کیا اور حیوانیت کے راستے پر گامزن ہوا تو حیوانات سے بھی بدتر ہو جائیگا بلکہ وہ شیطن کے مقام تک پہنچ جائیگا ان دونوں راستوں کے طے کرنے کے اسباب اور عوامل انسان کی فطرت میں رکھ دیئے گئے ہیں۔

وہ عقل بھی رکھتا ہے اور فطرت کے ماتحت انسانی فضائل اور کمالات کا چابنے والا بھی ہوتا ہے اور یہ حیوان بھی ہے اور حیوانی غرائز اور خواہشات بھی رکھتا ہے اور یوں بھی نہیں کہا جا سکتا کہ حیوانی خواہشات اور غرائز بالکل اور نقصان دہ ہوتی ہیں اور انسان کو پستی کی طرف دکھیل دیتی ہیں نہ بلکہ ان کا ہونا بھی انسان کی زندگی کے لئے ضروری ہے۔ اگر ان سے صحیح اور تھیک استفادہ کیا جائے تو انہیں انسانی تکامل اور اللہ کی طرف سیر و سلوک کے لئے کام میں لایا جا سکتا ہے لیکن اصل مشکل یہ ہے کہ حیوانی خواہشات اور تمنیک ایک معین حد تک نہیں تھہرتیں اور دوسروں کا لحاظ نہیں کرتیں اور نہ ہی انسانی خصوصیات کی طرف متوجہ ہوتی ہیں اور نہ ہی دوسرے غرائز کا لحاظ کرتی ہیں بلکہ ان کی غرض اور غایت صرف اپنے آپ کو آخر تک پہنچانا ہوتا ہے۔

حیوانی غریزہ کی غرض صرف اسی غریزہ کو بطور کامل حاصل کرنا ہوتا ہے اور اس کے علاوہ اس کی کوئی غرض نہیں ہوتی تمام حیوانی خواہشات اور غرائز جیسے کھانے پینے کی چیزوں سے لذت حاصل کرنا مقام اور منصب کی محبت حکومت اور شہرت مال اور دولت سے وابستگی زندگی کے تجملات اسی طرح غصہ انتقام لینا اور تمام وہ صفات جو ان سے پھوٹتی ہیں یہ تمام کی تمام کسی ایک معین حد تک نہیں تھہرتیں بلکہ ان میں سے ہر ایک کو آخر تک حاصل کرنا مقصود ہوجاتا ہے۔

اسی وجہ سے انسان کا نفس اور روح مختلف خواہشات اور غرائز کے لئے میدان جنگ اور شکست و ریخت کا میدان بنا رہتا ہے اور کبھی آرام اور سکون میں نہیں رہتا جو بھی اس جنگ میں کامیاب ہو جاتا ہے وہی روح اور نفس کو پوری طرح اپنا اسیر اور قیدی بنا لیتا ہے لیکن ان کے درمیان عقل بہت قدرت اور بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ عقل شریعت کی راہنمائی میں حیوان خواہشات اور تمنیات پر کنٹرول کر سکتی ہے اور انہیں اعتدال کی حالت میں قرار دے سکتی ہے اور افراط اور تفریط سے مانع بن سکتی ہے عقل اپنی حکومت کو کام میں لا سکتی ہے۔ خواہشات کے درمیان اعتدال برقرار کر

سکتی ہے۔ عقل اس وسیلے سے نفس اور روح کی مملکت کو گڑ بڑ اور نا آرامی اور زیادہ طلبی سے نجات دلا سکتی ہے اور انسانیت کے سیدھے راستے اور سیر اور سلوک کی راہ نمائی کر سکتی ہے۔ لیکن عقل کا اسپر حاکم اور مسلط ہوجانا کوئی آسان کام نہیں ہے کیونکہ وہ باقی طاقت ور قوتوں اور خواہشات کے روبرو ہوتی ہے اور دھوکے باز دشمن کہ جس کا نام نفس امارہ ہے اور اس کے بہت زیادہ مددگار اور ساتھی ہیں جو اس کی حمایت کرتے ہیں۔ اسے اس کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

خداوند عالم قرآن میں فرماتا ہے کہ "نفس ہمیشہ برے کاموں کا حکم دیتا ہے مگر خدا رحم کر دے۔" (136) رسول خدا (ص) نے فرمایا ہے کہ "تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا نفس ہے جو تیرے دو پہلو میں موجود ہے۔" (137) امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "عقل اور شہوت ایک دوسرے کی ضد ہیں علم عقل کی مدد کرتا ہے اور ہوی اور ہوس شہوت کی تائید کرتے ہیں۔ انسانی نفس دو قوتوں کی لڑائی کا میدان ہوتا ہے ان میں سے جو دوسری قوت پر غلبہ حاصل کر لے انسانی نفس کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔" (138)

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "برائی اور شر ہر ایک نفس میں موجود ہیں اگر نفس کے مالک نے اس پر غلبہ حاصل کر لیا تو وہ مخفی ہوجاتا ہے اور اگر اس پر غلبہ نہ کیا تو وہ ظاہر ہوجاتا ہے۔" (139) لہذا عقل بہت اچھا حاکم ہے لیکن مدد کئے جانے کا محتاج ہے اگر اس جنگ میں عقل کی مدد کریں اور نفسانی خواہشات اور شہوات اور ہوی و ہوس پر شورش کریں اور جسم کی مملکت کے انتظام کا کام عقل کے سپرد کردیں تو ایک بہت بڑی فتح اور کامرانی کو حاصل کر لیں گے۔

یہی دو چیز ہے کہ جو دین کے پیشوائوں اور رہبروں اور شریعت اور طریقت پر

چلنے والوں نے ہم سے طلب کی ہوئی ہے اور اس کے متعلق بہت زیادہ تاکید کر رکھی ہے۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "ہوشیار رہنا کہ کہیں شہوات تمہارے دلوں پر غالب نہ آجائیں کیونکہ پہلے وہ تمہیں اپنی ملکیت میں لیں گی اور آخر میں تجھے ہلاک کر دیں گی۔" (140)

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ " جس نے اپنی خواہشات کو اپنی ملکیت میں قرار نہ دیا تو وہ اپنی عقل کا مالک بھی نہیں رہے گا۔ (141)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ " جو شخص خوف اور رغبت اور شہوت اور غضب کے وقت اپنے نفس پر مسلط ہوا تو خدا اس کے بدن کو جہنم کی آگ پر حرام قرار دے دے گا۔ (142)

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " تم اپنے نفس پر مسلط ہوجائو اور اسے گناہوں سے روکو تا کہ تم اسے اللہ کی اطاعت کی طرف آسان کردو۔ (143)

روح انسانی کو پاکیز بنانے کے لئے نفس اور اس کی خواہشات اور ہوی اور ہوس پر کنٹرل کرنا ایک ضروری اور زندگی ساز کام ہے۔ انسان کا نفس اور روح مثل ایک سرکش گھوڑے کی طرح ہے اگر وہ ریاضت کے ذریعے مطیع اور آرام میں ہوا اور اس کی لگام اپنے ہاتھ میں رکھی اور اس کی پشت پر سوار ہوا تو پھر اس سے فائدہ حاصل کر سکے گا اور اگر وہ مطیع اور فرمانبردار نہ ہوا اور جس طرف چاہے وہ جانے لگا تو وہ تجھے اپنی پشت سے تہہ غار میں گرا دے گا لیکن سرکش نفس کو مطیع اور فرمانبردار بنانا کوئی آسان کام نہیں ہے وہ ابتداء ہی میں تجھ سے مقابلہ کرے گا۔ لیکن اگر تو مقاومت کرے اور مضبوط بنے تو وہ تیرا مطیع اور فرمانبردار ہوجائے گا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " اگر تیرا نفس تیرے سامنے سختی سے پیش ائے اور مطیع اور فرمانبردار نہ ہو تو بھی اس پر سختی کر تا کہ وہ تیرا مطیع اور فرمانبردار ہوجائے تو اس کے ساتھ حیلے اور بہانے سے پیش آتا کہ وہ تیری اطاعت میں آ

83

جائے۔ (144)

نیز حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " انسان خواہشات اور شہوات مار دینے والی بیماریاں ہیں اور انکا بہترین علاج اور دوا، صبر اور استقامت اور اس کے مقابلے میں ڈٹ جانا ہے۔ (145)

خودسازی

یعنی

تزکیہ و تہذیب نفس

84

نفس کے ساتھ جہاد

انسان کا سب سے بڑا دشمن اس کا نفس ہے اور وہ برابر عقل کے ساتھ جنگ اور تجاوز کی حالت میں رہتا ہے۔ شیطان کے وسوسوں سے الہام لیتا ہے اور لاو لشکر کے ساتھ عقل پر حملہ آور ہوتا ہے تا کہ اسے جدا اور خاموش کر دے اور وہ تن تنہا میدان پر قابو پائے رکھے اس کی غرض یہ ہے کہ فرشتوں کو نفس کی دنیا سے باہر نکال دے اور اسے پوری طرح شیطان کے قبضے میں دے۔ ایسے غدار دشمن کو سرنگوں کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ ارہ حتمی اور مقابلہ بلکہ جہاد کرنا اس کے لئے ضروری ہو جاتا ہے اور وہ بھی ایک دفعہ اور دو دفعہ یا ایک دن یا دو دن ایک سال یا دو سال نہیں بلکہ تمام عمر ہے در پے جہاد کرنا ضروری ہے۔ اس سے سخت مقابلہ اور متصل جہاد چاہئے اور نفس اور روح کو رام کرنے اور اس کی خواہشات پر قابو پانے کے لئے بہت سخت جنگ کرنی پڑتی ہے۔

پیغمبر علیہ السلام اور ائمہ طاہرین سے الہام لے کر عقل کی مدد سے اس کے لائو لشکر سے جنگ کریں اور نفس کے تجاوزات اور زیادتیوں کو روکے رکھیں اور اس کی فوج کو گھیرا ڈال کر ختم کر دیں تا کہ عقل جسم کی مملکت پر حکومت کر سکے اور شرعیات سے الہام لے کر کمال انسانی اور سیر و سلوک تک پہنچ سکے۔ نفس کے ساتھ صلح اور آشتی نہیں کی جا سکتی بلکہ اس سے جنگ کرنی چاہئے تا کہ اسے زیر کیا جائے اور وہ اپنی

حد تک رہے اور شازش کرنے سے باز رہے سعادت تک پہنچنے کے لئے اس کے سوا اور کوئی راستہ موجود نہیں ہے۔ اسی وجہ سے نفس کے ساتھ جنگ کرنے کو احادی میں جہاد کہا گیا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "اپنے نفس پر پے در پے جہاد کرنے سے تسلط پیدا کرو" (146)

آپ نے فرمایا "نفس خواہشات اور ہوی اور ہوس پر غلبہ حاصل کرو اور ان سے جنگ کرو اگر یہ تمہیں جکڑ لیں اور اپنی قید و بند میں قرار دے دیں تو تمہیں بدترین درجہ میں جاڈالیں گے" (147)

آپ نے فرمایا کہ "نفس کے ساتھ جہاد ایک ایسا سرمایہ ہے کہ جس کے ذریعے بہشت خریدی جا سکتی ہے۔ پس جو آدمی اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرے وہ اس پر مسلط ہو جائیگا۔ اور بہشت اس کے لئے جو اس کی قدر پہچان لے بہترین جزا ہوگی" (148)

آپ نے فرمایا "جہاد کر کے نفس کو اللہ کی اطاعت پر آمادہ کرو۔ اس کے ساتھ یہ جہاد ویسا ہو جیسے دشمن کے ساتھ کیا جاتا ہے اور اس پر ایسا غلبہ کرو جو ایک ضد دوسری ضد پر غلبہ کرتی ہے لوگوں سے قوی ترین آدمی وہ ہے جو اپنے نفس پر فتح حاصل کرے" (149)

آپ نے فرمایا کہ "عقلمند انسان وہ ہے جو اپنے آپ کو نفس کے ساتھ جہاد میں مشغول رکھے اور اس کی اصلاح کرے اور اسے ہوی اور ہوس اور خواہشات سے روکے رکھے اور اس طرح سے اس کو لگام دے اور اپنے کنٹرول میں لے آئے۔ عقلمند انسان اس طرح اپنے نفس کی اصلاح میں مشغول رہتا ہے کہ وہ دنیا اور جو کچھ دنیا اور اہل دنیا میں ہے اس میں اتنا مشغول نہیں رہتا" (150)

نفس کے ساتھ جہاد ایک بہت بڑی اہم جنگ اور نتیجہ خیز ہے ایسی جنگ کہ ہمیں کس طرح دنیا اور آخرت کے لئے زندگی بسر کرنی اور ہمیں کس طرح ہونا اور کیا کرنا ہے سے مربوط ہے اگر ہم جہاد کے ذریعے اپنے نفس کو کنٹرول کر کے نہ رکھیں

اور اس کی لگام اپنے ہاتھ میں نہ رکھیں وہ ہم پر غلبہ کر لے گا اور جس طرف چاہئے گا لے جائیگا اگر ہم اسے قید میں نہ رکھیں وہ ہمیں اسیر اور اپنا غلام قرار دے دیگا اگر ہم اسے کردار اور اچھے اخلاق اپنانے پر مجبور نہ کریں تو وہ ہمیں برے اخلاق اور برے کردار کی طرف لے جائیگا۔ لہذا کہا جا سکتا ہے کہ نفس کے ساتھ جہاد بہت اہم کام اور سخت ترین راستہ ہے جو اللہ کی طرف سیر و سلوک کرنے والے کے ذمہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ جتنی اس راستے میں طاقت خرچ کی جائے وہ قیمتی ہوگی۔

جہاد اکبر

نفس کے ساتھ جہاد اس قدر مہم ہے کہ اسے پیغمبر اکبر نے جہاد اکبر سے تعبیر فرمایا ہے اتنا اہم جہاد ہے کہ جنگ والے جہاد سے بھی اسے بڑا قرار دیا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے نقل فرمایا ہے کہ "رسول خدا (ص) نے ایک لشکر دشمن سے لڑنے کے لئے روانے کیا اور جب وہ جنگ سے واپس آیا آپ نے ان سے فرمایا مبارک ہو ان لوگوں کو کہ جو چھوٹے جہاد کو انجام دے آئے ہیں لیکن ابھی ایک بڑا جہاد ان پر واجب ہے آپ سے عرض کی گئی یا رسول اللہ (ص) بڑا جہاد کونسا ہے؟ آپ (ص) نے فرمایا اپنے نفس سے جہاد کرنا" (151)

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "بہترین جہاد اس شخص کا جہاد ہے کہ جو اپنے نفس سے جو اس کے دو پہلو میں موجود ہے جہاد کرے" (152)

پیغمبر اکرم (ص) نے اس وصیت میں جو حضرت علی (ع) سے کی تھی فرمایا کہ "جہاد میں سے بہترین جہاد اس شخص کا ہے جب وہ صبح کرے تو اس کا مقصد یہ ہو کہ میں کسی پر ظلم نہیں کرونگا" (153)

ان احادیث میں نفس کے ساتھ جہاد کرنے کو جہاد اکبر اور افضل جہاد کے نام

سے پہنچوانا گیا ہے یہ ایسا جہاد ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے سے فضیلت اور برتری رکھتا ہے حالانکہ

اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد بہت ہی پر ارزش اور بہترین عبادت شمار ہوتا ہے اس سے جہاد نفس کا پر ارزش اور بالہمیت ہونا واضح ہو جاتا ہے نفس کے جہاد کا برتر ہونا تین طریقوں سے درست کیا جا سکتا ہے۔

1_ ہر ایک عبادت یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا بھی نفس کے جہاد کرنے کا محتاج ہے۔ ایک عبادت کو کامل اور تمام شرائط کے ساتھ بجالانا نفس کے ساتھ جہاد کرنے پر موقوف ہے کیا نماز کا حضور قلب کے ساتھ جالانا اور پھر اسکے تمام شرائط کی رعایت کرنا جو معراج مومن فرار پاتی ہے اور فحشا اور منکر سے روکتی ہے بغیر جہاد اور کوشش کرنے کے انجام پذیر ہو سکتا ہے؟ آیا روزہ کا رکھنا جو جہنم کی آگ کے لئے ڈھال ہے بغیر جہاد کے میسر ہو سکتا ہے۔ کیا نفس کے جہاد کے بغیر کوئی جہاد کرنے والا انسان اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر جنگ کے میدان میں حاضر ہو سکتا ہے اور اسلام کے دشمنوں سے اچھی طرح جنگ کر سکتا ہے؟ اسی طرح باقی تمام عبادات بغیر نفس کے ساتھ جہاد کرنے کے بجلائی جا سکتی ہیں؟

2_ ہر ایک عبادت اس صورت میں قبول کی جاتی ہے اور موجب قرب الہی واقع ہوتی ہے جب وہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے انجام دی جائے اور ہر قسم کے شرک اور ریاء خودپسندی اور نفسانی اغراض سے پاک اور خالص ہو اس طرح کے کام بغیر نفس کے ساتھ جہاد کئے واقع ہونا ممکن نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ جنگ کرنے والا جہاد اور شہادت بھی اس صورت میں قیمت رکھتی ہے اور تقرب اور تکامل کا سبب بنتی ہے جب خالص اور صرف اللہ کی رضا اور کلمہ توحید کی سربلندی کے لئے واقع ہو اگر یہ اتنی بڑی عبادت اور جہاد صرف نفس کی شہرت یا دشمن سے انتقام لینے یا نام کے باقی رہ جائے یا خودنمائی اور ریاکاری یا مقام اور منصب کے حصول یا زندگی کی مصیبتوں سے فرار یا دوسری نفسانی خواہشات کے لئے واقع ہو تو یہ کوئی معنوی ارزش اور قیمت نہیں رکھتی اور اللہ تعالیٰ کے پاس تقرب کا موجب نہیں بن سکتی اسی وجہ سے نفس کے

88

ساتھ جہاد تمام عبادات اور امور خیرہ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے راستے والے جہاد پر فضیلت اور برتری اور تقدم رکھتا ہے اس واسطے کہ ان تمام کا صحیح ہونا اور باکمال ہونا نفس کے جہاد پر موقوف ہے یہی وجہ ہے کہ نفس کے جہاد کو جہاد اکبر کہا گیا ہے۔

3_ جنگ والا جہاد ایک خاص زمانے اور خاص شرائط سے واجب ہوتا ہے اور پھر وہ واجب عینی بھی نہیں ہے بلکہ واجب کفائی ہے اور بعض افراد سے ساقط ہے اور بعض زمانوں میں تو وہ بالکل واجب ہی نہیں ہوتا اور پھر واجب ہونے کی صورت میں بھی واجب کفائی ہوتا ہے یعنی بقدر ضرورت لوگ شریک ہو گئے تو دوسروں سے ساقط ہو جاتا ہے اور پھر بھی عورتوں اور بوڑھوں اور عاجز انسانوں اور بیمار لوگوں پر واجب نہیں ہوتا لیکن اس کی برعکس نفس کا جہاد کہ جو تم پر تمام زمانوں اور تمام حالات میں اور شرائط میں واجب عینی ہوا کرتا ہے اور زندگی کے آخر لمحہ تک واجب ہوتا ہے اور سوائے معصومین علیہم السلام کے کوئی بھی شخص اس سے بے نیاز نہیں ہوتا۔

4_ نفس سے جہاد کرنا تمام عبادات سے یہاں تک کہ جنگ والا جہاد سے کہ جس میں انسان اپنی جان سے صرف نظر کرتی ہوئے اپنے آپ کو شہادت کے لئے حاضر کر دیتا ہے۔ مشکل تر ہے اور دشوار اور سخت تر ہے اس واسطے کہ محض اللہ کے لئے تسلیم ہو جانا اور تمام عمر نفسانی خواہشات سے مقابلہ کرنا اور تکامل کے راستے طے کرنا اس سے زیادہ دشوار اور مشکل ہے کہ انسان جنگ میں جہاد کرنے والا تھوڑے دن دشمن سے جنگ کے میدان میں جنگ کرے اور مقام شہادت پر فیض یاب ہو جائے۔ نفس کے ساتھ مقابلہ کرنا اتنا سخت ہے کہ سوائے در پے در پے نفس کے ساتھ جہاد کرنے اور بہت زیادہ تکالیف کو برداشت کرنے کے حاصل نہیں ہو سکتا اور سوائے اللہ تعالیٰ کی تائید کے ایسا کرنا ممکن نہیں ہے۔ اسی لئے نماز میں ہمیشہ اهدنا الصراط المستقیم پڑھنے ہیں۔ صراط مستقیم پر چلنا اتنا دشوار اور سخت ہے کہ رسول گرامی اللہ تعالیٰ سے کہتا ہے۔ الہی لا تکنی الی نفسی طرفۃ عین ابداء۔

89

جہاد اور تائید الہی

یہ ٹھیک ہے کہ نفس کے ساتھ جہاد بہت سخت اور مشکل ہے اور نفس کے ساتھ جہاد کرنا استقامت اور پائیداری اور ہوشیاری اور حفاظت کا محتاج ہے لیکن پھر بھی ایک ممکن کام ہے اور انسان کو تکامل کے لئے یہ ضروری ہے اگر انسان

ارادہ کرلے اور نفس کے جہاد میں شروع ہو جائے تو خداوند عالم بھی اس کی تائید کرتا ہے۔ خداوند عالم قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ " جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں ہم انہیں اپنے راستے کی ہدایت کرتے ہیں۔ (154) حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مبارک ہو اس انسان کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اپنے نفس اور خواہشات نفس کے ساتھ جہاد کرے۔ جو شخص خواہشات نفس کے لئے لشکر پر غلبہ حاصل کر لے تو وہ اللہ تعالیٰ کی رضایت حاصل کر لیگا۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی اور فروتنی سے پیش آئے اور اپنی عقل کو نفس کا ہمسایہ قرار دے تو وہ ایک بہت بڑی سعادت حاصل کر لیگا۔

انسان اور پروردگار کے درمیان نفس امارہ اور اس کی خواہشات کے تاریک اور وحشت ناک پردے ہوا کرتے ان پردوں کے ختم کرنے کیلئے خدا کی طرف احتیاج خضوع اور خشوع بھوک اور روزہ رکھنا اور شب بیداری سے بہتر کوئی اسلحہ نہیں ہوا کرتا اس طرح کرنے والا انسان اگر مرجائے تو دنیا سے شہید ہو کر جاتا ہے اور اگر زندہ رہ جائے تو اللہ تعالیٰ کے رضوان اکبر کو جا پہنچتا ہے خداوند عالم فرماتا ہے جو لوگ ہمارے راستے میں جہاد کرتے ہیں ہم ان کو اپنے راستوں کی راہنمائی کر دیتے ہیں۔ اور خدا نیک کام کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اگر کسی کو تو اپنے نفس کو ملامت اور سرزنش اور اسے اپنے نفس کی حفاظت کرنے میں زیادہ شوق دلا۔ اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواہی کو

90

اس کے لئے لگام بنا کر اسے نیکیوں کی طرف لے جا جس طرح کہ کوئی اپنے ناپختہ غلام کی تربیت کرتا ہے اور اس کے کان پکڑ کر اسے ٹھیک کرتا ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم اتنی نماز پڑھتے کہ آپ (ص) کے پائوں مبارک ورم کر جاتے تھے اور لوگوں کے اعتراض کرنے پر انہیں یوں جواب دیتے تھے کہ کیا میں شکر ادا کرنے والا بندہ نہ بنوں؟ پیغمبر اکرم عبادت کر کے اپنی امت کو درس دے رہے تھے۔ اے انسان تو بھی کبھی عبادت اور اس کی برکات کے مٹھاس کو محسوس کر لیا اور اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کے انوار سے نورانی کر لیا تو پھر تو ایسا ہوجائیگا کہ ایک گھڑی بھی عبادت سے نہیں رک سکے گا۔

گرچہ تجھے تکرے تکرے ہی کیوں نہ کر دیا جائے۔

عبادت سے روگردانی اور اعراض کی وجہ سے انسان عبادت کے فوائد اور گناہ اور معصیت سے محفوظ رہنے اور توفیقات الہی سے محروم ہوجاتا ہے۔ (155)

نفس کی ساتھ جہاد بالکل جنگ والے جہاد کی طرح ہوتا ہے جو وار دشمن پر کریگا اور جو مورچہ دشمنوں سے فتح کرے گا اسی مقدار اس کا دشمن کمزور اور ضعیف ہوتا جائیگا اور فتح کرنے والی فوج طاقت ور ہوتی جائیگی۔

اور دوبارہ حملہ کرنے اور فتح حاصل کرنے کے لئے آمادہ ہوجائیگی۔ اللہ تعالیٰ کا طریق کار اور سنت یوں ہی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان تنصر و اللہ ینصرکم و یثبت اقدامکم۔

نفس کے ساتھ جہاد کرنا بھی اسی طرح ہوتا ہے۔ جتنا وار نفس آمادہ پر وارد ہوگا اور اس کی غیر شرعی خواہشات اور ہوی و ہوس کی مخالفت کی جائیگی اتنی ہی مقدار نفس کمزور ہوجائیگا اور تم قوی ہوجائو گے اور دوسری فتح حاصل کرنے کے لئے آمادہ ہوجائو گے برعکس جتنی سستی کرو گے اور نفس کے مطیع اور تسلیم ہوتے جاؤ گے تم ضعیف ہوتے جاؤ گے اور نفس قوی ہوتا جائے گا اور تمہیں فتح کرنے کے لئے نفس آمادہ تر ہوتا جائیگا اگر ہم نفس کے پاک کرنے میں اقدام کریں تو خداوند عالم کی طرف سے تائید

91

کئے جائیں گے اور ہر روز زیادہ اور بہتر نفس امارہ پر مسلط ہوتے جائیں گے لیکن اگر خواہشات نفس اور اس کی فوج کے لئے میدان خالی کر دیں تو وہ قوی ہوتا جائیگا اور ہم پر زیادہ مسلط ہوجائیگا۔

اپنا طبیب خود انسان

یہ کسی حد تک ٹھیک ہے کہ پیغمبر اور ائمہ اطہار انسانی نفوس کے طبیب اور معالج ہیں لیکن علاج کرانے اور نفس کے پاک بنانے اور اس کی اصلاح کرنے کی ذمہ داری خود انسان پر ہے۔ پیغمبر علیہ السلام اور ائمہ اطہار انسان کو علاج کرنے کا درس دیتے ہیں اور نفس کی بیماریوں اور ان کی علامتیں اور برے نتائج اور علاج کرنے کا طریقہ اور دواء سے آگاہی پیدا کرے اور اپنے نفس کی اصلاح کی ذمہ داری سنبھال لے کیونکہ خود انسان سے کوئی بھی بیماری کی تشخیص بہتر طریقے سے نہیں کر سکتا اور اس کے علاج کرنے کے درپے نہیں ہو سکتا۔ انسان نفسانی بیماریوں اور اس کے علاج کو

واعظین سے سنتا یا کتابوں میں پڑھتا ہے لیکن بالآخر جو اپنی بیماری کو آخری پہچاننے والا ہوگا اور اس کا علاج کرے گا وہ خود انسان ہی ہوگا۔ انسان دوسروں کی نسبت درد کا بہتر احساس کرتا ہے اور اپنی مخفی صفات سے آگاہ اور عالم ہے اگر انسان اپنے نفس کی خود حفاظت نہ کرے تو دوسروں کے وعظ اور نصیحت اس میں کس طرح اثر انداز اور مفید واقع ہو سکتے ہیں؟ اسلام کا یہ نظریہ ہے کہ اصلاح نفس انسان داخلی حالت سے شروع کرے اور اپنے نفس کو پاک کرنے اور بیماریوں سے محفوظ رکھنے کے رعایت کرتے ہوئے اسے اس کے لئے آمادہ کرے اور اسلام نے انسان کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے آپ کی خود حفاظت کرے اور یہی بہت بڑا تربیتی قاعدہ اور ضابطہ ہے۔ خدا قرآن میں فرماتا ہے کہ ہر انسان اپنی نیکی اور برائی سے خود آگاہ اور عالم ہے گرچہ وہ عذر گھڑتا

92

رہتا ہے۔ (156)

حضرت صادق علیہ السلام نے ایک آدمی سے فرمایا کہ "تمہیں اپنے نفس کا طبیب اور معالج قرار دیا گیا ہے تجھے درد بتلایا جا چکا ہے اور صحت و سلامتی کی علامت بھی بتلائی گئی ہے اور تجھے دواء بھی بیان کر دی گئی ہے پس خوب فکر کر کہ تو اپنے نفس کا کس طرح علاج کرتا ہے۔ (157)

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "شخص کو وعظ کرنے والا خود اس کا اپنا نفس نہ ہو تو دوسروں کی نصیحت اور وعظ اس کے لئے کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ (158)

امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا "اے آدم کے بیٹے تو ہمیشہ خوبی اور اچھائی پر ہوگا جب تک تو اپنے نفس کو اپنا واعظ اور نصیحت کرنے والا بنائے رکھے گا۔ (159)

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "کمزور ترین وہ انسان ہے جو اپنے نفس کی اصلاح کرنے سے عاجز اور ناتواں ہو۔ (160)

نیز امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "انسان کے لئے لائق یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کی سرپرستی کو اپنے ذمہ قرار دے۔ ہمیشہ اپنی روح کی اور زبان کی حفاظت کرتا رہے۔ (161)

خودسازی

یعنی

ترکیہ و تہذیب نفس

93

تہذیب نفس کے مراحل

حفاظت قبلی: اخلاقی اصول صحت کا لحاظ اور گناہوں اور برے اخلاق سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا نفس کو پاک کرنے کا آسان ترین اور بہترین مرحلہ ہوا کرتا ہے جب تک نفس انسان گناہ میں آلودہ نہیں ہوا اور اس کا ارتکاب نہیں کیا تب فطری نورانیت اور صفا قطب رکھتا ہے۔ اچھے کاموں کے بجالانے اور اچھے اخلاق سے متصف ہونے کی زیادہ قابلیت رکھتا ہے۔

ابھی تک اس کا نفس تاریک اور سیاہ نہیں ہوا اور شیطن نے وہاں راستہ نہیں پایا اور برائیوں کی عادت نہیں ڈالی اسی وجہ سے گناہ کے ترک کردینے پر زیادہ آمادگی رکھتا ہے۔ جوان اور نوجوان اگر ارادہ کر لیں کہ اپنے نفس کو پاک رکھیں گے اور گناہ کے ارتکاب اور برے اخلاق سے پرہیز کریں گے تو ان کے لئے ایسا کرنا کافی حد تک آسان ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کا یہ اقدام حفظ نفس میں آتا ہے اور حفظ نفس عادت کے ترک کرنے کی نسبت بہت زیادہ آسان ہوتا ہے لہذا جوانی اور نوجوانی بلکہ بچپن کا زمانہ نفس کے پاک رکھنے کا بہترین زمانہ ہوا کرتا ہے انسان جب تک خاص گناہ کا ارتکاب نہیں کرتا وہ گناہ کے ترک پر زیادہ آمادگی رکھتا ہے لہذا جوانوں نوجوانوں اور وہ لوگ جنہوں نے ابھی تک کسی گناہ کا ارتکاب نہیں کیا انہیں ایسی حالت کی فرصت کو غنیمت شمار کرنا چاہئے اور کوشش کریں کہ بالکل گناہ کا ارتکاب نہ کریں اور اپنے نفس

کو اسی پاکیزگی اور طہارت کی حالت میں محفوظ رکھیں۔ حفاظت کرنا گناہ کے ترک کرنے سے

94

زیادہ آسان ہوا کرتا ہے اور ضروری ہے کہ اس نقطے کی طرف متوجہ رہیں کہ اگر گناہ کا ارتکاب کر لیا اور برے اخلاق کو اپنا لیا اور شیطن کو اپنے نفس کی طرف راستہ دے دیا تو پھر ان کے لئے گناہ کا ترک کرنا بہت مشکل ہو جائیگا۔ شیطن اور نفس امارہ کی کوشش ہوگی کہ ایک دفعہ اور دو گناہ کے انجام دینے کو اس کے لئے معمولی اور بے اہمیت قرار دے تا کہ اس حیلہ سے اپنا اثر رسوخ اس میں جمالے اور نفس کو گناہ کرنے کا عادی بنا دے لہذا جو انسان اپنی سعادت اور خوشبختی کی فکر میں ہے اسے چاہئے کہ حتمی طور سے نفس کی خواہشات کے سامنے مقابلہ کرے اور گناہ کے بجالانے میں گرچہ ایک ہی مرتبہ کیوں نہ ہو اپنے آپ کو روکے رکھے۔

امیر المومنین نے فرمایا ہے کہ " کسی برے کام یا کلام کو اپنے نفس کو بجالانے کی اجازت نہ دو۔ (162)

آپ نے فرمایا کہ " اپنے نفس کی خواہشات پر اس سے پہلے کہ وہ طاقتور ہو جائے غلبہ حاصل کرو کیونکہ اگر وہ طاقتور ہو گیا تو پھر وہ تجھے اپنا قیدی بنالے گا اور جس طرف چاہے گا تجھے لے جائیگا اس وقت تو اس کے سامنے مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ (163)

آپ نے فرمایا کہ " عادت چھاجانے والا دشمن ہے۔ (164)

آپ نے فرمایا کہ " عادت انسان کی ثانوی طبیعت ہوجاتی ہے۔ (165)

آپ نے فرمایا کہ " اپنی خواہشات پر اس طرح غلبہ حاصل کرو جس طرح ایک دشمن دوسرے دشمن پر غلبہ حاصل کرتا ہے اور اس کے ساتھ اس طرح جنگ کرو کہ جس طرح دشمن دشمن کے ساتھ جنگ کرتا ہے۔ شاید کہ اس ذریعہ سے اپنے نفس کو رام اور مغلوب کر سکو۔ (166)

آپ نے فرمایا کہ " گناہ کا نہ کرنا توبہ کرنے سے زیادہ آسان ہے ہو سکتا ہے کہ ایک گھڑی کی شہوت رانی طولانی غم کا باعث ہو جائے۔ موت انسان کے لئے دنیا کی پستی اور فضاحت کو واضح اور کشف کرنے کا سبب ہوتی ہے۔ اور عقلمند انسان کے لئے

95

کسی خوشی اور سرور کو نہیں چھوڑتی۔ (167)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ " اپنے نفس کو ان چیزوں سے جو نفس کے لئے ضرر رساں ہیں روح کے نکلنے سے پہلے روکے رکھو اور اپنے نفس کے لئے آزادی اس طرح آزادی کی کوشش کر کہ جس طرح زندگی کے اسباب کے طلب کرنے میں کوشش کرتا ہے۔ تیرا نفس تیرے اعمال کے عوض گروی رکھا جا چکا ہے۔ (168)

خداوند عالم قرآن میں فرماتا ہے کہ " جو شخص اللہ تعالیٰ کے مقام و مرتبت سے خوف کھائے اور اپنے نفس کو اس کی خواہشات سے روکے رکھے اس کی جگہ اور مقام بہشت میں ہے۔ (169)

بہر حال حفاظت قبلی سب سے آسان راستہ ہے اور جتنا انسان اس راستے کی تلاش اور عمل کرنے میں کوشش کرے گا یہ اس کے لئے پر ارزش اور قیمتی ہوگا۔ اس جوان کو مبارک ہو جو زندگی کے آغاز سے ہی اپنے نفس امارہ پر قابو پائے رکھتا ہو اور اسے گناہ کرنے کی اجازت نہ دے اور آخری عمر تک اسے پاک و پاکیزہ اور اللہ کے تقرب کے لئے سیر و سلوک میں ڈالے رکھے تا کہ قرب الہی کے مرتبے تک پہنچ جائے۔

یکدم ترک کرنا

اگر قبلی حفاظت کے مرحلے سے روح نکل جائے اور گناہ سے آلودہ ہو جائے تو اس وقت روح اور نفس کے پاک کرنے کی نوبت آجائیگی۔ روح کے پاک کرنے میں کئی ایک طریق استعمال کئے جا سکتے ہیں لیکن سب سے بہترین طریقہ اندرونی انقلاب اور ایک دفعہ اور بالکل ترک کر دینا ہوتا ہے۔ جو انسان گناہ اور برے اخلاق میں آلودہ ہو چکا ہوا ہے اسے کیدم خدا کی طرف رجوع اور توبہ کرنی چاہئے اور اپنی روح کو گناہ کی کثافت اور آلودگی سے دھونا چاہئے اور اسے پاک و پاکیزہ کرے ایک حتمی اور یقینی ارادے سے شیطن کو روح سے دور کرے اور روح کے دروازوں کو شیطن کے

96

لئے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند کر دے اور دل کے گھر کو اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتوں کے نازل ہونے اور انوار الہی کے مرکز قرار پانے کے لئے کھول دے اور ایک ہی حملہ میں نفس امارہ اور شیطن کو مغلوب کر دے اور نفس کی لگام کو مضبوط اور ہمیشہ کے لئے اپنے ہاتھ میں لئے رکھے کتنے لوگ ہیں کہ جنہوں نے اس طریقے سے اپنے نفس پر غلبہ حاصل کیا ہے اور اپنے نفس کو یکدم اور یک دفعی طریقہ سے پاک کرنے کی توفیق حاصل کر لی ہے اور پھر آخری عمر تک اسی کے پابند رہے ہیں یہ اندرونی انقلاب کبھی واعظ اور اخلاق کے پاک بنانے والے استاد کے ایک جملے یا اشارے سے پیدا ہو جاتا ہے یا ایک واقعہ غیر عادی سے کہ کسی دعا ذکر اور کی مجلس میں ایک آیت یا روایت یا چند دقیقہ فکر کرنے سے حاصل ہو جایا کرتا ہے۔ کبھی ایک معمولی واقعہ مثل ایک چنگاری کے داخل ہونے سے دل کو بدل اور روشن کر دیتا ہے۔ ایسے لوگ گزرے ہیں جنہیں اسی طرح سے اپنے نفس کو پاکیزہ بنانے کی توفیق حاصل ہوئی ہے اور وہ راہ خدا کے سالک قرار پائے ہیں جیسے بشر حافی کا واقعہ۔ بشر حافی کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ ایک اشراف اور ثروتمند انسان کی اولاد میں سے تھا اور دن رات عیاشی اور فسق و فجور میں زندگی بسر کر رہا تھا اس کا گھر فساد رقص اور سرور عیش و نوش اور غنا کامرکز تھا کہ غنا کی آواز اس کے گھر سے باہر بھی سنائی دیتی تھی لیکن اسی شخص نے بعد میں توبہ کر لی اور زاہد اور عابد لوگوں میں اس کا شمار ہونے لگا۔ اس کے توبہ کرنے کا واقعہ یوں لکھا ہے کہ ایک دن اسی بشر کی لونڈی کوڑا کرکٹ کا ٹوکراے کر دروازے کے باہر پھینکے کے لئے آئی اسی وقت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اس کے دروازے کے سامنے سے گزر رہے تھے اور گھر سے ناچنے گانے کی آواز آپ کے کان میں پڑی آپ نے اس لونڈی سے پوچھا کہ "اس گھر کا مالک آزاد ہے یا غلام؟" اس نے جواب دیا کہ آزاد اور آقا زادہ ہے۔ امام نے فرمایا تم نے سچ کہا ہے کیونکہ اگر یہ بندہ اور غلام ہوتا تو اپنے مالک اور مولیٰ سے ڈرتا اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی معصیت میں غرق اور گستاخ نہ ہوتا۔ وہ لونڈی گھر میں لوٹ گئی۔ بشر جو شراب کے دسترخوان پر بیٹھا تھا اس نے لونڈی

97

سے پوچھا کہ تم نے دیر کیوں کی؟ لونڈی نے اس غیر معروف آدمی کے سوال اور جواب کو اس کے سامنے نقل کیا۔ بشر نے لونڈی سے پوچھا کہ آخری بات اس آدمی نے کیا کہی؟ لونڈی نے کہا کہ اس کا آخری جملہ یہ تھا کہ تم نے سچ کہا ہے کہ اگر وہ غلام ہوتا اور اپنے کو آزاد نہ سمجھتا یعنی اپنے آپ کو خدا کا بندہ اور غلام سمجھتا تو اپنے مولیٰ اور آقا سے خوف کھاتا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے میں اتنا گستاخ اور جری نہ ہوتا۔ امام علیہ السلام کا یہ مختصر جملہ تیر کے طرح بشر کے دل پر لگا اور آگ کی چنگاری کی طرح اس کے دل کو نورانی اور دگرگون کر گیا۔ شراب کے دسترخوان کو دور پھینکا اور ننگے پاؤں باہر دڑا اور اپنے آپ کو اس غیر معروف آدمی تک جا پہنچایا اور دوڑتے دوڑتے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام تک جا پہنچا اور عرض کی اے میرے مولیٰ میں اللہ تعالیٰ اور آپ سے معذرت کرتا ہوں۔ جی ہاں میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور غلام تھا اور ہوں لیکن میں نے اپنے اللہ تعالیٰ کی غلامی اور بندگی کو فراموش کر دیا اسی وجہ سے اس طرح کی گستاخیاں کرنے لگا لیکن اب میں نے اپنے آپ کو بندہ سمجھ لیا اور اپنے گزرے ہوئے کردار سے توبہ کرتا ہوں کیا میری توبہ قبول ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا ہاں۔ اللہ تعالیٰ تیری توبہ قبول کر لے گا اور تو اپنے گناہوں اور نافرمانیوں کو ہمیشہ کے لئے ترک کر دے۔ بشر نے توبہ کی۔ اور عبادت گزار اور زہاد اور اولیاء خدا میں داخل ہو گیا اور اس نعمت کے شکر یہ کے طور پر اپنی ساری عمر ننگے پاؤں چلتا رہا (جس کی وجہ سے اس کا نام بشر حافی یعنی ننگے پاؤں والا ہو گیا)۔ (170)

ابو بصیر کہتے ہیں کہ ایک آدمی جو ظالم بادشاہوں کا ملازم اور مددگار تھا میری ہمسایگی میں رہتا تھا اس نے بہت کافی مال حرام طریقے سے جمع کیا ہوا تھا اور اس کا گھر فساد اور عیاشی لہو و لعب رقص اور غنا کا مرکز تھا میں اس کی ہمسایگی میں بہت ہی تکلیف اور دکھ میں تھا لیکن اس کے سوا کوئی راہ فرار بھی نہ تھی کئی دفعہ اسے نصیحت کی لیکن اس کا کوئی فائدہ نہ ہوا لیکن ایک دن میں نے اس کے متعلق بہت زیادہ اصرار کیا۔ اس نے کہا اے فلاں۔ میں شیطن کا قیدی اور اس کے پھندے میں آ چکا ہوں

98

اور عیاشی اور شراب خوری کا عادی ہو چکا ہوں اور اسے نہیں چھوڑ سکتا۔ بیمار ہوں لیکن میں اپنا علاج بھی نہیں کرتا چاہتا۔ تو میرا اچھا ہمسایہ ہے لیکن میں تیرا برا ہمسایہ ہوں کیا کروں خواہشات نفس کا قیدی ہو گیا ہوں کوئی نجات کا راستہ نہیں دیکھ پاتا۔ جب تو امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں جائے تو آپ کے سامنے میری حالت بیان کرنا شاید

میرے لئے کوئی نجات کا راستہ نکال سکیں ابو بصیر کہتا ہے کہ میں اس کی اس گفتگو سے بہت زیادہ متاثر ہوا۔ کئی دن کے بعد جب میں کوفہ سے امام جعفر صادق علیہ السلام کی زیارت کے مقصد سے مدینہ منورہ گیا اور جب آپ کی خدمت میں مشرف ہوا تو اپنے ہمسایہ کے حالات اور اس کی گفتگو کا تذکرہ آپ کی خدمت میں بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جب تو کوفہ واپس جانے وہ آدمی تیرے ملنے کے لئے آئے گا۔ اس سے کہنا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جس حالت میں تو ہے یعنی گناہوں کو چھوڑ دے تو میں تیرے لئے جنت کا ضامن ہوں۔

ابو بصیر کہتے ہیں کہ "جب میں اپنے کا مدینہ میں پورے کر چکا تو کوفہ واپس لوٹ آیا۔ لوگ میرے ملنے کے لئے آ رہے تھے انہیں میں میرا وہ ہمسایہ بھی مجھے ملنے کے لئے آیا احوال پرسی کے بعد اس نے واپس جانا چاہا تو میں نے اسے اشارے سے کہا کہ بیٹھا رہ مجھے آپ سے کام ہے۔ جب میرا گھر لوگوں کے چلے جانے سے خالی ہو گیا تو میں نے اس سے کہا۔ کہ میں نے تیری حالت امام جعفر صادق علیہ السلام سے بیان کی تھی۔ آپ نے مجھے فرمایا تھا کہ جب تو کوفہ جائے تو میرا سلام اسے پہنچا دینا اور اسے کہنا کہ اس حالت یعنی گناہوں کو ترک کر دے میں تیری جنت کا ضامن ہوں۔ اس تھورے سے امام کے پیغام نے اس شخص پر اتنا اثر کیا کہ وہ وہیں بیٹھ کر رونے لگ گیا اور اس کے بعد مجھ سے کہا کہ اے ابو بصیر تجھے خدا کی قسم کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایسا فرمایا ہے؟ میں نے اس کے سامنے قسم اٹھائی کہ یہ پیغام بعینہ وہی ہے جو امام علیہ السلام نے دیا ہے۔ وہ کہنے لگا بس یہی پیغام میرے لئے کافی ہے۔ یہ کہا اور وہ میرے گھر سے باہر چلا گیا۔ کافی دن تک مجھے اس کی کوئی خبر نہ ملی۔ ایک دن اس نے

99

میرے لئے پیغام بھیجا کہ میرے پاس آ مجھے تم سے کام ہے۔ میں نے اس کی دعوت قبول کی اور اس کے گھر کے دروازے پر گیا۔ دروازے کے پیچھے سے مجھے آواز دی اور کہا۔ اے ابو بصیر۔ جتنا مال میں نے حرام سے اکٹھا کیا ہوا تھا وہ سب کا سب میں نے لوگوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ یہاں تک کہ میں نے اپنا لباس بھی دے دیا ہے۔ اب ننگا اور بے لباس دروازے کے پیچھے کھڑا ہوں۔ اے ابو بصیر میں نے امام جعفر صادق کے حکم پر عمل کیا ہے اور تمام گناہوں کو چھوڑ دیا ہے یعنی توبہ کر لی ہے۔ ابو بصیر کہتا ہے کہ میں اس ہمسائے کے گناہوں کے چھوڑ دینے اور توبہ کر لینے سے بہت خوشحال ہوا اور امام علیہ السلام کی کلام کے اس میں اثر کرنے سے حیرت زدہ ہوا۔ گھر واپس لوٹ آیا تھورے سے کپڑے اور خوراک لی اور اس کے گھر لے گیا۔ کئی دن کے بعد پھر مجھے بلایا۔ میں اس کے گھر گیا تو دیکھا کہ وہ بیمار اور علیل ہے اور وہ کافی دن تک بیمار رہا میں اس کی برابر عیادت اور بیمار پرسی اور بیمار داری کرتا رہا۔ لیکن اس کے لئے کوئی علاج فائدہ مند واقع نہ ہوا۔ ایک دن اس کی حالت بہت سخت ہو گئی اور جان کنی کے عالم میں ہو گیا۔ میں اس کے سرہانے بیٹھا رہا جب کہ وہ جان سپرد کرنے کی حالت میں تھا یکدفعہ ہوش میں آیا اور کہا۔ اے ابو بصیر امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے یہ جملہ کہا اور اس جہان فانی سے کوچ کر گیا۔ میں کئی دنوں کے بعد حج کو گیا اور امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں مشرف ہوا۔ میرا ایک پانوں دروازے کے اندر اور ایک پانوں دروازے سے باہر تھا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ اے ابو بصیر ہم نے تیرے ہمسائے کے بارے میں جو وعدہ کیا تھا۔ ہم نے وہ پورا کر دیا ہے ہم نے جو اس کے لئے بہشت کی تھی اسے دلوادی ہے۔ (171) اس طرح کے لوگ تھے اور اب بھی ہیں کہ حتمی ارادے اور شجاعانہ اقدام سے اپنے نفس امارہ کو مغلوب کر لیتے ہیں اور اس کی مہار اپنے ہاتھ میں لے لیتے ہیں۔ ایک اندرونی اور باطنی انقلاب سے نفس کو پاک کر دیتے ہیں اور تمام برائیوں کو چھوڑ کر اسے صاف اور شفاف بنا دیتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ اس طرح کا راستہ اختیار کر لینا

100

ہمارے لئے بھی ممکن ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ "عادت کے ترک کرنے کے لئے اپنے نفس پر غلبہ حاصل کرو اور ہوی اور ہوس اور خواہشات کے ساتھ جہاد کرو شاید تم اپنے نفس کو اپنا قیدی بنا سکو۔" (172)

نیز امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "سب سے بہتر عبادت اپنی عادات پر غلبہ حاصل کرنا ہوتا ہے۔" (173)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے "قیامت کے دن تمام آنکھیں سوائے تین آنکھوں کے رو رہی ہوں گی۔

1_ آنکھ جو خدا کے راستے کے لئے بیدار رہی ہو۔

2_ وہ آنکھ جو خدا کے خوف سے روتی رہی ہو۔

3_ وہ آنکھ جس نے محرّمات الہی سے چشم پوشی کی ہو (174)

جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "خداوند عالم نے جناب موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ کوئی انسان میرا قرب محرّمات سے پرہیز کر کے کسی اور چیز سے حاصل نہیں کر سکتا یقیناً میں بہشت عدن کو اس کے لئے مباح کر دوں گا اور کسی دوسرے کو وہاں نہیں جانے دوں گا (175)

یہ بھی مانا جاتا ہے کہ نفس امارہ کو مطیع بنانا اور بطور کلی گناہ کا انجام نہ دینا اتنا آسان کام نہیں ہے لیکن اگر انسان ملتفت ہو اور فکر اور عاقبت اندیشی رکھتا ہو اور ارادہ اور ہمت کر لے تو پھر اتنا یہ مشکل بھی نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں اللہ تعالیٰ کی تائید بھی اسے شامل حال ہوگی اور خدا فرماتا ہے کہ "جو لوگ ہمارے راستے کے لئے جہاد کرتے ہیں ہم انہیں ہدایت کردیتے ہیں اور اللہ ہے ہی احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ والذین جابوا فینا لنہدینہم سبلنا و ان اللہ مع المحسنین (176)

101

آہستہ آہستہ ترک کرنا

اگر ہم اتنی اپنے آپ میں طاقت اور ہمت نہیں رکھتے کہ یکدم تمام گناہوں کو ترک کر دیں تو اتنا تو مصمم ارادہ کر لیں کہ گناہوں کو آہستہ آہستہ انجام دے دیں پہلی دفعہ امتحان کے طور پر ایک گناہ یا کئی ایک گناہ کو ترک کرنا شروع کر دیں اور مصمم ارادہ کر لیں۔ اس کام کو دوام دیں کہ اس کے ترک پر اپنے نفس کو کامیاب قرار دے دیں اور ان گناہوں کا بالکل ختم کر دیں پھر یہی کام دوسرے چند ایک گناہوں کے بارے میں انجام دینا شروع کر دیں اور اس پر کامیابی حاصل کر لیں اور اسی حالت میں خوب ملتفت رہیں کہ کہیں اس ترک کئے ہوئے گناہ کو پھر سے انجام نہ دے دیں اور یہ واضح ہے کہ ہر گناہ یا چند گناہوں کے ترک کرنے پر نفس امارہ اور شیطن کمزور ہوتا جائیگا اور جتنا شیطن نفس سے باہر نکلے گا اس کی جگہ اللہ تعالیٰ کا فرشتہ لے لے گا۔ جس گناہ کا سیاہ نقطہ نفس سے دور ہوگا اتنی مقدار وہاں نورانیت اور سفیدی زیادہ ہو جائے گی۔ اسی طریقے سے گناہوں کے ترک کو برابر انجام دیتے جائیں تو پھر بطور کامل نفس پاک ہو جائیگا اور نفس کو اس کے نفسانی خواہشات پر قابو پانے اور فتح حاصل کرنے کی پوری طرح کامیابی حاصل ہو جائیگی اور ممکن ہے کہ اسی دوران ایک ایسے مرتبے تک پہنچ جائیں کہ تمام گناہوں کو یکدم ترک کرنے کی طاقت اور قدرت پیدا کر لیں ایسی صورت میں ایسی قیمتی اور پر ارزش فرصت سے استفادہ کرنا چاہئے اور یکدم تمام گناہوں کو ترک کر دینا چاہئے اور شیطن اور نفس امارہ کو باہر پھینک ڈالنے پر قابو پالینا چاہئے اور نفس کے گھر کو خدا اور اس کے فرشتوں کے لئے مخصوص کر لینا چاہئے اگر اس کے لئے کوشش اور جہاد کریں تو یقیناً اس پر کامیاب ہو جائیں گے۔ نفس کے ساتھ جہاد بعینہ دشمن کے ساتھ جہاد کرنے جیسا ہوتا ہے۔ دشمن سے جہاد کرنے والا ہر وقت دشمن پر نگاہ رکھے اپنی طاقت کو دشمن کی طاقت سے موازنہ کرے اور اپنی طاقت کو

102

قوی کرنے میں لگا رہے اور فرصت ملتے ہی ممکن طریقے سے دشمن پر حملہ کر دے اور اس کی فوج کو ہلاک کر دے یا اپنے ملک سے باہر نکال دے۔

خودسازي

یعنی

تزکیہ و تہذیب نفس

103

وہ کام جو نفس کے پاک کرنے میں مدد دیتے ہیں

1_ فکر کرنا

نفس کے پاک کرنیکا ایک اہم مانع غفلت ہوا کرتی ہے اگر ہم دن رات دنیا کی زندگی میں غرق رہیں اور موت کی یاد سے غافل رہیں اور ایک گھڑی بھی مرنے کے بعد کے بارے میں سوچنے پر حاضر نہ ہوں اور اگر کبھی مرنے کی فکر آئی بھی تو اسے فوراً بھلا دیں ہیں اور اگر برے اخلاف کے نتائج سے غافل ہیں اور اگر گناہوں کی اخروی سزا اور عذاب کا فکر نہیں کرتے خلاصہ خدا اور آخرت پر ایمان ہمارے دل کی گہرائیوں میں راسخ نہیں ہوا اور خدا صرف ایک ذہنی مفہوم سے آگے نہیں بڑھا تو پھر ایسی غفلت کے ہوتے ہوئے ہم کس طرح اپنے نفس کو پاک کرنے کا عزم بالجزم کرسکتے ہیں؟ کس طرح نفس کو اس کی خواہشات پر کنٹرول کرسکتے ہیں؟ کیا اس سادگی سے نفس امارہ کے ساتھ جہاد کیا جاسکتا ہے؟ غفلت خود ایک نفس کی بڑی بیماریوں میں سے ایک بیماری ہے اور یہ دوسری بیماریوں کے لئے جڑ واقع ہوتی ہے۔ اس بیماری اور درد کا علاج صرف فکر کرنا عاقبت اندیشی اور ایمان کی قوت کو مضبوط اور قوی کرنا ہے۔ انسان کے لئے ضروری ہے کہ ہمیشہ اپنے نفس کا محافظ اور مراتب رہے۔ کسی وقت بھی اسے فراموش نہ کرے اور نفسانی بیماریوں کے بد انجام اور گناہوں کی سزا اور دوزخ کی سخت

104

عذاب کو سوچنا رہے۔ قیامت کے حساب اور کتاب کو ہمیشہ نگاہ میں رکھے اس صورت میں نفس کو پاک کرنے کے لئے آمادہ کیا جاسکتا ہے اور حتمی فیصلہ کرسکتا ہے اور اپنے نفس کو برے اخلاق اور گناہوں سے پاک کرسکتا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "جو شخص اپنے دل کو دائمی فکر سے آباد کرے گا اس کے ظاہری اور باطنی کام اچھے ہونگے" (177)

2_ تادیب و مجازات

اگر ہم نفس کے پاک کرنے پر کامیاب ہونا چاہتے ہیں تو ہم تنبیہ اور ادب دیئے انے اور جزائے اخروی سے استفادہ کرسکتے ہیں۔ ابتداء میں ہم نفس کو خطاب کرتے ہوئے تہدید اور ڈرائیں کہ میں نے حتمی ارادہ کر لیا ہے کہ گناہوں کو ترک کردوں اور اگر اے نفس تو میری اس میں مدد نہیں کرے گا اور گناہ کا ارتکاب کرے گا تو میں فلاں سزا تیرے بارے میں جاری کردونگا مثلاً اگر تو نے کسی کی غیبت کی تو میں ایک دن روزہ رکھ لوں گا یا ایک ہفتے تک صرف لازمی گفتگو کروں گا یا اتنا روپیہ صدقے کے طور پر دے دونگا یا ایک دن پانی نہیں پیونگا یا صرف ایک وقت غذا سے تجھے محروم کردونگا یا کئی گھنٹے گرمیوں میں دھوپ میں بیٹھا رہونگا تا کہ تو جہنم کی حرارت کو نہ بھلا سکے یا اس طرح اور سزائیں اپنے نفس کو سنائیں۔

اس کے بعد اپنے نفس پر اچھی طرح نگاہ رکھیں کہ وہ بعد میں غیبت نہ کرنے لگے اور اگر اس سے غیبت صادر ہوجائے تو حتمی ارادے سے بغیر کسی نرمی اور سستی کے اس کے مقابلے میں اڑ جائیں اور وہ سزا جاسکا نفس سے وعدہ کیا ہوا تھا اس پر جاری کردیں جب نفس امارہ کو احساس ہوجائیگا کہ ہم گناہ کے نہ کرنے پر مصر ہیں اور بغیر کسی نرمی کے اسے سزا دیں گے تو پھر وہ ہماری شرعی چاہت کوماندنے لگے جائے گا۔

اگر کافی مدت تک بغیر چشم پوشی کے اس طریقے پر عمل کرتے رہیں تو پھر ہم شیطن کے راستے کو روک سکیں گے اور نفس امارہ پر پوری طرح سے مسلط ہوجائیں

105

گے لیکن اس کی عمدہ شرط یہ ہے کہ ہم حتمی ارادہ کر لیں اور بغیر کسی معمولی نرمی کے سرکش نفس کو سزا دے دیں۔ بہت تعجب کا مقام ہے کہ ہم دنیاوی امور میں معمولی غلطی کرنے والے کو سزا اور تنبیہ کرتے ہیں لیکن اپنے نفس کے پاک کرنے میں اس روش پر عمل نہیں کرتے حالانکہ اخروی سعادت اور نجات نفس کے پاک ہونے پر موقوف ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بہت سے بندوں نے اپنے نفس کے پاک کرنے اور بہتر بنانے اور نفس پر قابو پانے میں اس طریقے پر عمل کرنے کی توفیق حاصل کی ہے۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "نفس کو اپنا قیدی بنانے اور اس کی عادات کو ختم کرنے میں بھوک بہت ہی زیادہ

مددگار ہوتی ہے۔ (178)

نیز حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے " جو شخص اپنے نفس کو ریاضت اور تکلیف میں زیادہ رکھے گا وہ اس سے فائدہ اٹھائیگا۔ (179)

ایک صحابی فرماتے ہیں کہ سخت گرمی کے زمانے میں رسول خدا (ص) ایک دن ایک درخت کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے اسی دوران ایک آدمی آیا اس نے اپنا لباس اتارا اور گرم ریت پر لیٹ گیا اور ریت پر لوٹنا پوٹنا شروع کر دیا کبھی اپنی پیٹھ کو گرم ریت پر رکھ کر گرم کرتا اور کبھی اپنے پیٹ اور کبھی اپنے چہرے کو اور کہتا اے نفس امارہ اس ریت کی گرمایش کو چکھ اور جان لے کہ دوزخ کی آگ کی گرمی اس سے زیادہ اور سخت تر ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم اس کا خوب نظارہ کر رہے تھے۔ جب اس آدمی نے اپنا لباس پہنا اور چاہا کہ وہاں سے چلا جائے تو رسول خدا (ص) نے اسے اپنے پاس آنے کا اشارہ دیا۔ اس آدمی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا حکم بجا لایا اور آپ (ص) کی خدمت میں حاضر ہوا آپ (ص) نے اس سے فرمایا کہ میں نے تجھے ایسا کام کرتے دیکھا ہے کہ اسے دوسرے لوگ نہیں کرتے تمہاری اس کام سے کیا غرض تھی؟ اس نے جواب میں عرض کی یا رسول اللہ (ص) مجھے خدا کے خوف نے اس کام کے کرنے پر آمادہ کیا ہے۔ میں یہ کام انجام دیتا تھا اور اپنے نفس سے کہتا تھا کہ اس گرمی کو چکھ اور جان

106

لے کہ دوزخ کی آگ کی گرمی اس سے زیادہ شدید اور دردناک ہے۔ رسول خدا (ص) نے فرمایا واقعی تو خدا سے خوف زدہ ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ نے تیرے اس عمل سے آسمان کے فرشتوں پر فخر کیا ہے۔ آنحضرت (ص) نے اس کے بعد اپنے اصحاب سے فرمایا کہ " اس آدمی کے نزدیک جانو اور اللہ سے خواہش کرو کہ وہ تمہارے لئے دعا کرے اصحاب اس کے نزدیک گئے اور اس سے دعا کی خواہش کی اس آدمی نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور کہا الہم اجمع امرنا علی البہدی و اجعل التقوی زادنا و الجنة مابنا (180)

یعنی اے اللہ ہمیں ہدایت پر جمع کر دے اور تقویٰ کو ہمارا زاد راہ قرار دے اور جنت ہمارا ٹھکانا بنا امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " اپنے نفس کو با ادب بنانے کے لئے کوشش کرو اور اسے سخت عادت سے روکو۔ (181)

حضرت صادق علیہ السلام نے ایک حدیث میں فرمایا ہے کہ خدا اور بندے کے درمیان نفس کی خواہشات سے زیادہ تارک اور وحشت ناک پردہ نہیں ہوا کرتا اور اسے ختم کرنے کے لئے خدا کی طرف احتیاج اور اس کے سامنے خضوع اور خشوع اور دن میں بھوک اور پیاس اور رات کی بیداری سے کوئی بہتر ہتھیار نہیں ہے اگر انسان ایسی حالت میں مرجائے تو شہید دنیا سے جائے گا اور اگر زندہ رہے تو بالآخر اللہ تعالیٰ کے رضوان اکبر کو حاصل کر لے گا خدا قرآن میں فرماتا ہے " جو ہمارے راستے میں جہاد کرتے ہیں ہم انہیں اپنے راستوں کی ہدایت کردیتے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ (182)

3_ اللہ تعالیٰ کی کرامت کی طرف توجہ کرنا اور انسانی اقدار کو قوی بنانا

بیان ہوچکا ہے کہ انسانی روح اور نفس ایک گران بہا موتی ہے جو حیات و کمال و جمال و رحمت و احسان کے عالم سے وجود میں آیا ہے اور بطور فطرت انہیں امور سے

107

سنخیت رکھتا ہے اگر یہ اپنے بلند مقام اور منزلت اور قیمتی وجود کی طرف توجہ رکھے ہوئے ہو تو گناہوں کا ارتکاب اور برے اخلاق کو اپنی شان سے پست تر شمار کرے گا اور فطرتاً ان سے متنفر ہوگا جب اس نے سمجھ لیا کہ وہ انسان ہے اور انسان ذات الہی کے خاص لطف و کرم سے عالم بالا سے اس دنیا میں آیا ہے تو پھر اس کی نگاہ میں حیوانی خواہشات اور ہوی اور ہوس بے قیمت جلوہ گر ہوں گی اور اپنے وجود میں مکارم اخلاق کو زندہ رکھنے کی طرف مائل ہوگا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " جو شخص اپنے نفس کی عزت کرتا ہو اس کے لئے شہوات بہت معمولی اور بے ارزش ہوں گی۔ (183)

امام سجاد علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ معزز اور گران قدر انسان کون ہوتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا " جو دنیا کو اپنے وجود کی قیمت قرار نہ دے۔ (184) لہذا روح کے انسانی شرافت اور اس کے وجود کے قیمتی ہونے اور اس کے مقام و مرتبت کے بلند و بالا کی طرف توجہ سے نفس کو گناہوں اور برے اخلاق سے پاک کرنے میں مدد لی جا سکتی ہے۔ اگر ہم اپنی روح سے مخاطب ہوں اور اسے کہیں کہ اے روح تو علم و حیات کمال و جمال احسان و رحمت اور قدس کے

عالم سے آئی ہے تو اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے تو ایسا انسان ہے جو ہمیشہ زندہ رہنے اور اللہ تعالیٰ کے قرب حاصل کرنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے تو حیوان سے بلند و بالا ہے۔ تیرے وجود کی قیمت حیوانی خواہشات کی پیروی کرنا نہیں ہے اگر انسان اس طرح سوچے تو پھر گناہوں کے ترک کر دینے اور روح کو پاک کرنے میں بہت آسانی ہو جائیگی اسی طرح نفس کو پاک کرنے کے لئے ہر بری صفت کی ضد کو قوی کرنا چاہئے تاکہ بری صفت آہستہ آہستہ دور ہو جائے نیک صفت کو اس کی جگہ لئے چاہئے تاکہ اس کی ثانوی عادت ہو جائے مثلاً اگر کسی انسان سے حسد کرتے ہیں اور اس پر نعمت اور خوشی سے ہمیں تکلیف ہوتی ہے اور اس کی برائی اور اذیت اور توہین اور لاپرواہی کرنے اور اس کے کاموں میں روڑا اٹکانے سے ہم اپنے اندرونی بغض کو خوش کرتے ہیں تو اس صورت میں ہمیں

108

اس کی تعریف اور ثنا احترام اور احسان اور خیرخواہی اور مدد کرنے میں کوشش کرنی چاہئے جب ہمارے کام حسد کے اقتضا کے خلاف ہونگے تو پھر آہستہ آہستہ یہ بری صفت زائل ہو جائیگی اور خیرخواہی کی صفت اس کی جگہ لے لے گی۔ اور اگر ہم کنجوسی اور بخل کی بیماری میں مبتلا ہونے تو پھر اپنے مال کو شرعی امور میں خرچ کر دینے کو اپنے نفس پر لازم قرار دے دیں تاکہ تدریجاً بخلت کی صفت زائل ہو جائے اور احسان اور خرچ کرنے کی عادت ہو جائے۔ اور اگر حقوق اللہ خمس و زکوٰۃ و غیرہ کے ادا کرنے میں بخل کرتے ہیں تو پھر حتمی طور سے نفس کے مقابلے پر آجائیں اور اس کے وسوسے پر کان نہ دھریں اور مالی حقوق کو ادا کر دیں اور اگر ہم اپنے مال کو اپنے اہل و عیال اور زندگی کے مصارف میں خرچ کرنے سے انکار کرتے ہیں تو پھر ان میں خرچ کرنے کے لئے اپنے نفس پر زور دیں تاکہ اس کی عادت ہو جائے اور اگر بخلت کیوجہ سے نیکی کے کاموں میں شریک نہیں ہوتے تو پھر جیسے بھی ہو ان امور میں شرکت کرتے رہیں اور کچھ اپنے مال کو اللہ تعالیٰ کے راستے اور غریبوں کی اعانت کے لئے خرچ کرتے رہیں تاکہ آہستہ آہستہ اس کام کی عادت پڑ جائے معلوم ہے کہ یہ کام ابتداء میں بہت حد تک مشکل ہونگے لیکن اگر پائیداری اور کر گزرنا ہو جائے تو پھر یہ آسان ہو جائیں گے۔

قاعدتاً اپنے نفس کو پاک کرنے اور برے اخلاق سے جہاد کرنے کے لئے دو کاموں کو ہمیں انجام دینا ہوگا۔
 1_ برے اخلاق اور نفس کی خواہش کا کبھی اثبات میں جواب نہ دیں یعنی جو نفس چاہتا جائے ہم اسے بجالاتے جائیں ایسا نہ کریں تاکہ اس کا بیج اور جڑ آہستہ آہستہ خشک ہو جائے۔
 2_ نیک صفت جو بری صفت کی ضد ہے اسے قوی بنائیں اور نفس کو اس پر عمل کرنے کے لئے مجبور کریں تاکہ وہ آہستہ آہستہ اس کی عادت ڈال لے اور وہ اس کی عادت اور ملکہ بن جائے اور بری صفت کو بیخ سے اکھاڑ ڈالے۔

109

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے " کہ اپنے نفس کو فضائل اور اچھے کام بجا لانے پر مجبور کر کیونکہ بری صفات تیرے اندر رکھ دی گئی ہیں۔ (185)
 نیز حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " اپنے نفس کو اچھے کام انجام دیے اور سختی کا بوجھ اٹھانے کی عادت ڈال تاکہ تیرا نفس شریف ہو جائے اور تیری آخرت آباد ہو جائے اور تیری تعریف کرنے والے زیادہ ہو جائیں۔ (186)
 نیز آن حضرت (ع) نے فرمایا ہے کہ " نفسانی خواہشات قتل کر دینے والی بیماریاں ہیں ان کا بہترین علاج اور دواء صبر اور خودداری ہے۔ (187)

برے دستوں سے قطع تعلق۔
 انسان ایک موجود ہے جو دوسروں سے اثر قبول کرتا ہے اور دوسروں کی تقلید اور پیروی کرتا ہے۔ بہت سی صفات اور اداب اور کردار اور رفتار کو دوسرے ان انسانوں سے لیتا ہے کہ جن کے ساتھ بود و باش اور ارتباط رکھتا ہے۔ در حقیقت ان کے رنگ میں رنگا جاتا ہے بالخصوص دوستوں اور میل جول رکھنے والوں سے زیادہ اثر لیتا ہے جو اس کے زیادہ نزدیک ہوتے ہیں۔ بد اخلاق اور فاسد لوگوں کے ساتھ دوستی انسان کو فساد اور بد اخلاقی کی طرف لے جاتی ہے۔ انسان کی ایک خاصیت یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو دوسروں کی طرح بناتا ہے اگر کسی کے ہم نشین بد اخلاق اور گناہگاروں تو وہ ان کے برے اخلاق اور گناہ سے انس پیدا کر لیتا ہے اور صرف ان کی برائی کو برائی نہیں سمجھتا بلکہ وہ اس کی نگاہ میں اچھائی بھی معلوم ہونے لگتی ہے اس کے برعکس اگر ہم نشین خوش اخلاق اور نیک ہوں تو انسان ان کے اچھے اخلاق اور

کردار سے مانوس ہوجاتا ہے اور اس کا دل چاہتا ہے کہ وہ خود بھی اپنے آپ کو انہیں کی طرح بنائے لہذا اچھا دوست اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے اور انسان کی ترقی اور کمال تک پہنچنے کا بہت اچھا کارآمد اور سعادت آور شمار ہوتا ہے۔ اس کے برعکس برا دوست انسان کی بدبختی اور راستے سے ہٹنے اور مصائب کا موجب ہوتا ہے لہذا دوست کے

110

انتخاب اور اختیار کرنے کو ایک معمولی کام اور بے اہمیت شمار نہیں کرنا چاہئے بلکہ اسے ایک اہم اور عاقبت ساز کام شمار کرنا چاہئے کیونکہ برا گناہگار دوست برے کاموں کو بھی اچھا بتلایا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کے دوست بھی اسی کی طرح ہوجائیں برا دوست نہ دنیا میں کسی کی مدد کرتا ہے اور نہ آخرت کے امور میں مدد کرتا ہے اس کے پاس آنا جانا بے عزتی اور رسوائی کا موجب ہوتا ہے۔ (188)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " کسی مسلمان کے شایان شان نہیں کہ وہ فاسق احمق دروغ گو سے دوستی کرے۔ (189)

پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " انسان اپنے دوست اور ہم نشین کے دین پر ہوتا ہے۔ (190)

حضرت علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " فاسق انسان سے دوستی کرنے میں حتمی طور سے اجتناب کرو اس واسطے کہ شر شر سے جا ملتا ہے۔ (191)

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " برے اور شریر لوگوں سے میل جول رکھنے سے حتمی طور سے پرہیز کر کیونکہ برا دوست آگ کی طرح ہوتا ہے کہ جو بھی اس کی نزدیک جائیگا جل جائیگا۔ (192)

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " برے دوست کے ساتھ میل جول سے حتما پرہیز کر کیونکہ وہ اپنے ہم نشین کو ہلاک کردیتا اور اس کی آبرو کو ضرر پہنچاتا ہے۔ (193)

لہذا جو انسان اپنے نفس کو پاک کرنا چاہتا ہے اگر اس کے برے دوست ہیں تو ان سے میل جول فوراً ترک کر دے کیونکہ برے دوست رکھتے ہوئے گناہوں کا چھوڑنا بہت مشکل ہے برے دوست انسان کے اپنے نفس کو پاک کرنے کے ارادے کو سست کردیتے ہیں اور اسے گناہ اور فساد کی طرف راغب کرتے ہیں گناہ کرنا بھی ایک عادت ہے اور یہ اس صورت میں چھوڑی جا سکتی ہے جب دوسرے عادت رکھنے والوں سے میل جول ترک کر دے۔

111

5_ لغزش کے مقامات سے دور رہنا۔

نفس کو پاک کرنا اور گناہ کا چھوڑ دینا اور وہ بھی ہمیشہ کے لئے کوئی آسان کام نہیں ہے بلکہ یہ بہت مشکل کام ہے۔ انسان ہر وقت لغزش اور گناہ کے میدان میں رہتا ہے۔ نفس امارہ برائیوں کی دعوت دیتا رہتا ہے اور نفس جو جسم کے حکم ماننے کا مرکز ہے وہ ہمیشہ بدلتا اور دگرگون ہوتا رہتا ہے۔ دنیا میں رونما ہونے والے واقعات سے متاثر ہوتا ہے اور اسی کے مطابق فرمان جاری کرتا اور پھر وہ اسے کیسے سنتا اور دیکھتا اور کن شرائط میں قرار پاتا ہے۔ انسان مجالس اور محافل معنوی اور عبادات اور احسان نیک کاموں کے ماحول میں جانے سے اچھے کاموں کے بجالانے کی طرف مائل ہوتا ہے برعکس فسق و فجور اور گناہ کے مراکز اور محافل میں جانے سے انسان گناہ کی طرف لے جایا جاتا ہے۔ معنوی ماحول دیکھنے سے انسان معنویات کی طرف رغبت کرتا ہے اور شہوت انگیزی ماحول دیکھنے سے انسان شہوت رانی کے لئے حاضر ہوجاتا ہے اگر کسی عیش و نوش کی مجلس میں جائے تو عیاشی کی طرف مائل ہوتا ہے اور اگر کسی دعا و نیابتی کی مجلس میں حاضر ہو تو خدا کی طرف توجہ پیدا کرتا ہے۔ اگر دنیا داروں اور متاع کے عاشقوں کے ساتھ بیٹھے تو حیوانی لذت کی طرف جایا جاتا ہے اور اگر خدا کے نیک اور صالح بندوں کے پاس بیٹھے نیکی اور خوبی کی طرف رغبت کرتا ہے۔ لہذا جو لوگ اپنے نفس کو پاک کرنے اور گناہوں کے ترک کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی آنکھوں کانوں کوشہوت انگیز اور خرابی و فساد اور گناہوں کے محافل اور مراکز سے دور رکھیں اور اس طرح کی محافل اور اجتماع میں شریک نہ ہوں اور اس طرح کے لوگوں کے ساتھ میل جول اور دوستی نہ رکھیں اگر انسان نہیں کریں گے تو پھر ہمیشہ کے لئے گناہ اور خطا اور لغزش کے میدان میں واقع ہوتے رہیں گے اس لئے تو اسلام نے حرام کے اجتماع اور محافل جیسے جوئے بازی شراب و غیرہ میں شریک ہونے

سے روکا ہے۔ نامحرم کو دیکھنا اور غیر محرم عورت کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنا اور اس سے مصافحہ کرنا اور اس سے ہنسی اور مزاح کرنے سے منع کیا ہے۔ اسلام میں پردے کے لئے سب بڑی حکمت اور مصلحت یہی چیز ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ ماحول گناہوں کے ترک کر دینے اور نفس کو پاک کرنے کے لئے سازگار ہو اس کے علاوہ کسی اور صورت میں نفس امارہ پر کنٹرول کرنا غیر ممکن ہے کیونکہ فاسد ماحول انسان کو فساد کی طرف لے جاتا ہے یہاں تک کہ صرف گناہ کی فکر اور سوچ بھی انسان کو گناہ کی طرف بلاتی ہے لہذا اسلام ہمیں کہتا ہے کہ گناہ کی فکر اور سوچ کو بھی اپنے دماغ میں راستہ نہ دو۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " جب آنکھ کسی شہوت کو دیکھ لے تو پھر اس کی روح اس کے انجام کے سوچنے سے اندھی ہو جاتی۔ (194) حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " گناہ کا سوچنا اور فکر کرنا تجھے گناہ کرنے کا شوق دلائے گا۔ (195)

خودسازی

یعنی

ترکیہ و تہذیب نفس

خودپسندی اور خودخواہی تمام مفساد کی جڑ ہے

علماء اخلاق نے خودپسندی اور خودخواہی کی صفت کو ام الفساد یعنی فساد کی جڑی قرار دیا ہے اور تمام گناہوں اور تمام بری صفات کا سبب خودپسندی بتلایا ہے۔ لہذا نفس کو اس سے پاک کرنے میں بہت ہی زیادہ کوشش کرنی چاہئے۔ ہم کو پہلے خودپسندی اور خودخواہی کے معنی بیان کرنے چاہئیں اس کے بعد اس بری صفت کے برے اثرات اور اس سے مقابلہ کرنے کی تشریح کرنی چاہئے اور یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ ہر زندہ شے کو اپنی ذات اور صفات کمالات اور افعال اور آثار سے محبت اور علاقمنندی ہوا کرتی ہے یعنی فطرت اور طبیعت میں خودپسند اور خودخواہ ہوا کرتے ہیں لہذا یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ خودپسند کو بطور کلی برا جانا جائے بلکہ یہ توضیح اور تشریح کا محتاج ہے۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ انسان دو وجود اور دو خود اور دو میں رکھتا ہے ایک حیوانی وجود اور میں اور دوسرا انسانی وجود اور میں۔ اس کا انسانی وجود اور میں اللہ تعالیٰ کی ایک خاص عنایت ہے جو عالم ملکوت سے نازل ہوا ہے تا کہ وہ زمین میں اللہ کا خلیفہ ہو۔ اس لحاظ سے وہ علم اور حیات قدرت اور رحمت احسان اور اچھائی اور کمال کے اظہار سے سنخیت رکھتا ہے اور انہیں کا چاہنے والا ہے لہذا اگر انسان اپنے آپ کو پہچانے اور اپنے وجود کی قیمت کو جانے اور اسے محترم رکھے تو وہ تمام خوبیوں اور کمالات کے سرچشمہ کے نزدیک ہو

گا اور مکارم اخلاق اور فضائل اور اچھائیوں کو اپنے آپ میں زندہ کرے گا لہذا اس طرح کی خودپسندی اور خودخواہی کو برا نہیں کہا جا سکتا بلکہ اس قسم کی خودپسندی اور خودخواہی قاتل مدح ہوا کرتی ہے کیونکہ در حقیقت یہ خودخواہی والی صفت نہیں ہے بلکہ در حقیقت یہ خدا خواہی اور خدا طلبی والی صفت ہے جیسے کہ پہلے بھی تجھے معلوم ہو چکا ہے اور آئندہ بھی تجھے زیادہ بحث کر کے بتلایا جائیگا۔ انسان کا دوسرا وجود اور مرتبہ حیوانی ہے اس وجود کے لحاظ سے انسان ایک تھیک تھاک حیوان ہے اور تمام حیوانی خواہشات اور تمایلات اور غرائز رکھتا ہے اس واسطے کہ اس جہان میں زندہ رہے اور زندگی کرتے تو اسے حیوانی خواہشات کو ایک معقول حد تک پورا کرنا ہوگا۔ اتنی حد تک ایسی خودخواہی اور خودپسندی بھی ممنوع اور قاتل مذمت نہیں ہے لیکن سب سے اہم اور سرنوشت ساز بات یہ ہے کہ جسم کی حکومت عقل اور ملکوتی روح کے اختیار میں رہے یا جسم نفس امارہ اور حیوانی میں کا تابع اور محکوم رہے۔ اگر تو جسم پر عقل اور انسانی خود اور میں حاکم ہوئی تو وہ حیوانی خود اور خواہشات کو اعتدال میں رکھے گا اور تمام

انسانی مکارم اور فضائل اور سیر و سلوک الی اللہ کو زندہ رکھے گا۔ اس صورت میں انسانی خود جو اللہ تعالیٰ کے وجود سے مربوط ہے اصالت پیدا کر لے گی اور اس کا ہدف اور غرض مکارم اخلاق اور فضائل اور قرب الہی اور تکامل کا زندہ اور باقی رکھنا ہو جائیگا اور حیوانی خواہشات کو پورا کرنا طفیلی اور ثانوی حیثیت بن جائیگا لہذا خود پسندی اور خودخواہی اور حب ذات کو محترم شمار کرنا قاتل مذہب نہیں رہے گا ہو گیا تو وہ عقل اور انسانی خود اور میں کو مغلوب کر کے۔ اسے جدا کر دیگا اور سراسر جسم ہی منظور نظر ہو جائیگا اس صورت میں انسان آہستہ آہستہ خدا اور کمالات انسانی سے دور ہوتا جائیگا اور حیوانی تاریک وادی میں جاگرے گا اور اپنے انسانی خود اور میں کو فراموش کر بیٹھے گا اور حیوانیت کے وجود کو انسانی وجود کی جگہ قرار دے دیگا یہی وہ خود پسندی اور خودخواہی ہے جو اقبال مدمت ہے اور جو تمام برائیوں کی جڑ ہوتی ہے

115

خود خواہ انسان صرف حیوانی خود کو چاہتا ہے اور بس۔ اس کے تمام افعال اور حرکات کردار اور گفتار کا مرکز حیوانی خواہشات کا چاہنا اور حاصل کرنا ہوتا ہے۔ مقام عمل میں وہ اپنے آپ کو حیوان سمجھتا ہے۔ اور زندگی میں سوائے حیوانی خواہشات اور ہوس کے اور کسی ہدف اور غرض کو نہیں پہچانتا۔ حیوانی پست خواہشات کے حاصل کرنے میں اپنے آپ کو آزاد جانتا ہے اور ہر کام کو جائز سمجھتا ہے اس کے نزدیک صرف ایک چیز مقدس اور اصلی ہے اور وہ ہے اس کا حیوانی نفس اور وجود۔ تمام چیزوں کو یہاں تک کہ حق عدالت صرف اپنے لئے چاہتا ہے اور مخصوص قرار دیتا ہے اور بس۔ وہ حق اور عدالت جو اسے فائدہ پہنچائے اور اس کی خواہشات کو پورا کرے اسے چاہتا ہے اور اگر عدالت اسے ضرر پہنچائے تو وہ ایسی عدالت کو نہیں چاہتا بلکہ وہ اپنے لئے صحیح سمجھتا ہے کہ اس کا مقابلہ کرے یہاں تک کہ قوانین اور احکام کی اپنی پسند کے مطابق تاویل کرتا ہے یعنی اس کے نزدیک اپنے افکار اور نظریات اصالت اور حقیقت رکھتے ہیں اور دین اور احکام اور قوانین کو ان پر منطبق کرتا ہے۔

خود پسند اور خودخواہ انسان چونکہ فضائل اور کمالات اور اخلاق حقیقی سے محروم ہوتا ہے لہذا وہ اپنے آپ کو: جھوٹے کام اور مریوم اور بے فائدہ اور شہوت طلبی مقام اور منصب حرص اور طمع تکبر اور حکومت کھانا پینا اور سنا اور لذات جنسی و غیرہ میں مشغول رکھتا ہے اور اسی میں خوشحال اور سرگرم رہتا ہے اور اللہ کی یاد اور اس کو کمالات تک پہنچانے کے لئے کوشش کرنے سے غافل رہتا ہے۔

خودخواہ اور خود پسند انسان چونکہ نفس امارہ کا مطیع اور گروید ہوتا ہے لہذا زندگی میں سوائے نفس کی خواہشات کی حاصل کرنے اور اسے جتنا ہو سکے خوش رکھنے کے علاوہ اس کی کوئی اور غرض نہیں ہوتی اور ان حیوانی خواہشات کے حاصل کرنے میں کسی بھی برے کام کے انجام دینے سے گریز نہیں کرتا اور ہر برے کام کی تاویل کر کے اسے جائز قرار دے دیتا ہے وہ صرف حیوانی خواہشات تک پہنچانا چاہتا ہے اور اس تک پہنچنے میں ظلم کرنے جھوٹ بولنے تہمت لگانے و وعدہ خلافی کرنے دھوکا دینے خیانت

116

کرنے اور اس طرح کے دوسرے گناہوں کے بجالانے کو جائز اور صحیح قرار دیتا ہے بلکہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہر گناہ در حقیقت ایک قسم کی خودخواہ یا ور خود پسند ہے کہ جو اس طرح اس کے سامنے ظاہر ہوئی ہے مثال کے طور پر ظلم اور دوسروں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنا خودخواہی اور خود پسندی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔

اسی طرح جھوٹ غیبت بد زبانی عیب جوئی حسد انتقام لینا یہ سب پستیاں خود اور خود پسندی شمار ہوتی ہیں جو ان صورتوں میں نمایاں ہو کر سامنے آتی ہیں اسی لئے تمام برائیوں کی جڑ خود پسندی کو قرار دیا جاتا ہے۔

خودخواہی اور خود پسندی کے کئی مراتب اور درجات ہیں کہ سب سے زیادہ مرتبہ خود پرستی اور اپنے آپ کی عبادت کرنا ہوجاتا ہے۔ اگر اس بری صفت سے مقابلہ نہ کیا جائے تو آہستہ آہستہ شدت پیدا کر لیتی ہے اور ایک ایسے درجہ تک پہنچ جاتی ہے کہ پھر اپنے نفس امارہ کو معبود اور واجب الاطاعت اور خدا قرار دے دیتی ہے اور عبادت کرنے اور خواہشات کے بجالانے میں اطاعت گزار بنا دیتی ہے۔ خداوند عالم ایسے افراد کے بارے میں فرماتا ہے کہ " وہ شخص کہ جس نے اپنی خواہشات کو اپنا خدا قرار دے رکھا ہے اسے تو نے دیکھا ہے؟ " (196)

کیا عبادت سوائے اس کے کوئی اور معنی رکھتی ہے کہ عبادت کرنے والا اپنے معبود کے سامنے تواضع اور فروتنی کرتا ہے اور بغیر چون و چرا کے اس کے احکام اور فرمائشات کو بجالاتا ہے؟ جو انسان خود پسند ار خود خواہ ہوتا ہے وہ بھی

ایسا ہی ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنے نفس کو واجب الاطاعت قرار دیتا ہے اور اس کے سامنے تواضع اور فروتنی اور عبادت کرتا ہے بغیر چون و چرا کے اس کی فرمائشات کو بجالاتا ہے جو انسان خودخواہ اور خودپسند ہوتا ہے وہ کبھی موحد نہیں ہو سکتا۔

تمام گناہوں کی جڑ دنیا طلبی ہے

آیات قرآنی اور روایات اہل بیت علیہم السلام میں دنیا کی بہت زیادہ مذمت وارد

117

ہوئی ہے اور اسے لہو اور لعب یعنی کھیل اور کود غرور و تکبر کا سرمایہ قرار دیا گیا ہے کہ جس میں مشغول ہو جانا مومنین کی شان نہیں ہے اور اس سے بہت زیادہ پرہیز کیا جائے۔ جیسے قرآن میں آیا ہے "تھوڑی دنیا بھی دھوکے دینے والے سرمایہ کے علاوہ کچھ نہیں" (197)

نیز خداوند عالم فرماتا ہے کہ "دنیا سوائے کھیل اور ہوسرانی کے اور کچھ نہیں آخرت کا گھر نیکو کاروں کے لئے بہتر ہے کیا سوچ اور فکر نہیں رکھتے؟" (198)

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "جان لو کہ دنیا کی زندگی سوائے کھیل ہو سرانی زینت اور تفلخر اور اولاد کے زیادہ کرنے کے علاوہ کچھ نہیں ہے اس کی مثال اس بارش کی ہے جو وقت پر برسے اور سبزہ زمین سے نکلے کہ جو بڑوں کو تعجب میں ڈال دے اس کے بعد دیکھے گا کہ وہ زرد اور خشک اور خراب ہو جائے گی۔ آخرت میں اس کے پیچھے سخت عذاب آ پہنچے گا" (199)

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "میں تمہیں دنیا سے ڈراتا ہوں کیونکہ دنیا شیریں اور خوشمنا ہوا کرتی ہے شہوات اور ہوی اور ہوس سے مخلوط ہے وہ اپنے آپ کو دل پسند جلدی ختم ہو جانے والی چیزوں کے ذریعے محبوب بناتی ہے اور معمولی چیزوں سے تعجب میں ڈالتی ہے۔ امیدوں اور دھوکے دہی سے زینت کرتی ہے اس کی خوشی کو دوام حاصل نہیں اور اس کی مصیبتوں اور گرفتاریوں سے امان نہیں ہوتی بہت فریب دینی والی اور نقصان وہ ہے متغیر اور زوال پذیر ہے فنا اور ہلاک ہو جانے والی ہے انسانوں کو کھا جانے اور ہلاکت کردینی والی ہوا کرتی ہے" (200)

نیز آنحضرت نے فرمایا "دنیا آرزو اور تمنا کا گھر ہے اور فنا ہوجائیگی اس کے رہنے والے وہاں سے چلے جائیں گے شیریں اور خوشمنا ظاہر ہوتی ہے بہت جلدی دنیا کے طلب کرنے والوں کے پاس جاتی ہے اور ان کے دلوں میں جو اس سے علاقمندی ظاہر کرتے ہیں گھر کر جاتی ہے" (201)

اس طرح کی آیات اور روایات بہت زیادہ موجود ہیں جو دنیا کی مذمت بیان کرتی

118

ہیں اور لوگوں کو اس سے ڈراتی ہیں بالخصوص نہج البلاغہ جیسے گران بہا کتاب میں دنیا اور اہل دنیا کی بہت زیادہ مذمت وارد ہوئی ہے۔ حضرت علی علیہ السلام لوگوں سے چاہتے ہیں کہ دنیا کو ترک کریں اور آخرت کی فکر کریں آنحضرت لوگوں کو دو گروہوں میں تقسیم کرتے ہیں ایک اہل دنیا اور دوسرا اہل آخرت اور ان میں سے ہر ایک کے لئے ایک خاص پروگرام ہوا کرتا ہے۔

قرآن میں آیا ہے کہ "جو شخص دنیا مال و متاع کا خواہش مند ہو ہم اسے اس سے بہرہ مند کرتے ہیں اور جو آخرت کے ثواب کا طالب ہوگا ہم اسے وہ عنایت کرتے ہیں" (202)

خدا فرماتا ہے کہ "مال و متاع اور اولاد دنیا کی زینت ہیں لیکن نیک عمل باقی رہ جاتا اور وہی تیرے پروردگار کے نزدیک بہتر اور نیک آرزو اور تمنا ہے" (203)

دنیا کیا ہے؟

بہر حال اسلام دنیا کو قاتل مذمت قرار دیتا ہے اور اس سے زاہد رہنا طلب کرتا ہے لہذا ضروری ہے کہ واضح کریں کہ دنیا کیا ہے اور کس طرح اس سے پرہیز کیا جائے؟

دنیا ہر وہ چیز جو اس جہان میں جیسے زمین سورج ستارے حیوانات، نباتات، درخت، معاون اور انسان ہیں کا ناہم ہے؟ اس کے مقابلے میں آخرت یعنی ایک دوسرا جہان ہے؟ اگر دنیا سے یہ مراد ہو تو پھر دنیا کی زندگی کام کرنے خورد و نوش آرام اور حرکت و غیرہ جو دنیا کی زندگی سے مربوط ہیں کا نام ہوگا۔ کیا اسلام میں کسب معاش اور کام کرنے اور روزی

حاصل کرنے اور اولاد پیدا کرنے اور نسل کو بڑھانے کی مذمت کی گئی ہے؟ کیا زمین اور آسمان حیوانات اور نباتات بری چیزیں ہیں۔ اور انسان کو ان سے پرہیز کرنا چاہئے؟ کیا اسلام کام اور کوشش کرنے روزی کو حاصل کرنے اور تولید نسل

119

کی مذمت کرتا ہے؟ یہ تو قطعاً ایسا نہیں ہے یہ تمام چیزوں اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی ہیں اگر یہ چیزیں بری ہوتیں تو اللہ تعالیٰ انہیں پیدا ہی نہ کرتا۔ خداوند عالم ان تمام چیزوں کو اپنی بہت بڑی خوشمنا نعمتیں جو انسان کے مطیع قرار پائی ہیں جانتا ہے تا کہ انسان ان سے فائدے حاصل کرے۔ تنہا مال اور دولت قابل مذمت نہیں ہے بلکہ اسے قرآن میں خیر اور اچھائی کے طور پر ظاہر کیا ہے۔

قرآن میں آیا ہے۔ " ان ترک خیرا الوصیۃ للوالدین و الاقربین (204)۔ حلال روزی کمانے اور کام اور کوشش کی مذمت ہی نہیں کی گئی بلکہ بہت سی روایات میں اسے بہترین عبادت بھی شمار کیا گیا ہے جیسے پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " عبادت کی ستر جزو ہیں ان میں سب سے زیادہ افضل حلال روزی کا طلب کرنا ہے۔ (205) امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " جو شخص دنیا میں اپنی روزی حاصل کرے تا کہ لوگوں سے بے پرواہ ہو جائے اور اپنے اہل و عیال کی روزی کو وسیع کرے اور اپنے ہمسایوں کے ساتھ احسان کرے وہ قیامت کے دن خدا سے ملاقات کرے گا جبکہ اس کی صورت چودہویں کے چاند کی طرح چمک رہی ہوگی۔ (206) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " جو شخص اپنے اہل و عیال کی روزی کی تلاش کرے وہ اس شخص کی طرح ہے جو خدا کے راستے سے جہاد کرتے ہیں۔ (207)

روایات میں کام اور کوشش زراعت اور تجارت کرنے یہاں تک کہ نکاح کرنے کی سفارش کی گئی ہے اور پیغمبر اور ائمہ اطہار علیہم السلام کی سیرت بھی یوں ہی تھی کہ وہ کام کرتے تھے۔ علی ابن ابیطالب جو تمام زاہدوں کے سردار ہیں کام کرتے تھے پس سوچنا چاہئے کہ جس دنیا کی مذمت کی گئی ہے وہ کونسی ہے؟ بعض علماء نے کہا کہ دنیا قاتل مذمت نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ دل بستگی قابل مذمت ہے۔ بعض آیات اور روایات میں دنیا سے وابستگی اور علاقندی کی مذمت بھی وارد ہوئی ہے۔

قرآن مجید میں آیا ہے "خوابشات نفسانی سے وابستگی اور علاقندی جیسے اولاد اور عورتیں زر و جواہر کی ہمیانوں اور اچھے گھوڑے چارپانوں اور زراعت نے لوگوں کے

120

سامنے آرائشے اور خوشمنائی کر رکھی ہے یہ سب دنیا کا مال اور متاع ہے لیکن نیک کام خدا کے نزدیک موجود ہیں۔ (208)

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے " خیردار کہ دنیا کو دوست رکھو کیونکہ دنیا کی محبت ہر گناہ کر جڑ اور ہر مصیبت اور بلا کا سرچشمہ ہے۔ (209)

حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " دنیا سے دل بستگی اور علاقندی ہر خطا اور گناہ کا سر ہے یعنی سب کچھ ہے۔ (210)

اس طرح کی آیات اور روایات سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے امور سے دل بستگی اور علاقندی قابل مذمت ہے نہ یہ کہ خود دنیا قاتل مذمت ہے۔ یہاں پر پھر سوال پیدا ہوگا کہ کیا دنیا سے بطور اطلاق محبت اور دل بستگی اور علاقندی قابل مذمت ہے اور انسان کو اپنی بیوی اور اولاد مال اور دولت مکان اور متاع خورد اور خوراک سے بالکل دل بستگی اور علاقندی نہیں کرنی چاہئے؟ آیا اس طرح کا مطلب کہا جا سکتا ہے؟ جب کہ ان امور سے محبت اور دل بستگی انسان کی فطری اور طبیعی چیز ہے خداوند عالم نے انسان کو اس فطرت پر خلق فرمایا ہے۔ کیا انسان ایسا کر سکتا ہے کہ وہ اپنی بیوی اور اولاد سے محبت نہ رکھے؟ کیا انسان خوراک پوشاک اور اس دنیا کی زیبائی سے محبت نہ رکھے ایسا کر سکتا ہے؟ اگر ان چیزوں سے محبت کرنا برا ہوتا تو خداوند عالم انسان کو اس طرح پیدا نہ کرتا۔ انسان زندہ رہنے کے لئے ان چیزوں کا محتاج ہے اور اس طرح پیدا کیا گیا ہے کہ وہ طبعاً ان چیزوں کی طرف میلان رکھے۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ لوگ دنیا کے فرزند ہیں اور کسی کو مال سے محبت رکھنے پر ملامت نہیں کی جاتی۔ (211)

روایات میں اولاد اور عیال سے محبت کرنے کی سفارش کی گئی ہے۔ خود پیغمبر علیہ السلام اور ائمہ اطہار اپنے اہل و عیال اور اولاد سے محبت کا اظہار کیا کرتے تھے۔ بعض خوراک کو پسند فرماتے تھے اور ان سے بھی علاقہ کا اظہار کیا

کرتے تھے لہذا زمین، آسمان، نباتات، درخت، معاون حیوانات اور دوسری اللہ کی نعمتیں نہ قابل مذمت ہیں اور نہ بری اور نہ ہی اہل و اعیال اور اولاد اور مال و متاع برے ہیں اور نہ ہی ان سے

121

محبت اور لگائو اور دنیاوی زندگی بری ہے بلکہ بعض روایات میں تو دنیا کی تعریف بھی کی گئی ہے۔ امیر المومنین علیہ السلام اس کی جواب میں جو دنیا کی مذمت کر رہا تھا فرمایا کہ دنیا سچائی اور صداقت کا گھر ہے اس کے لئے گھر ہے جو اس کی تصدیق کرے اور امن و امان اور عافیت کا اس کے لئے گھر ہے جو اس کی حقیقت کو پہچان لے اور اس کے لئے بے نیاز ہونے کا مکان ہے جو اس کے زادراہ حاصل کرے اور نصیحت لینے کا محل ہے اس کے لئے جو اس سے نصیحت حاصل کرے۔ دنیا اللہ کے دوستوں کی مسجد اور اللہ کے فرشتوں کے لئے نماز کا مکان ہے۔ دنیا اللہ تعالیٰ کی وحی نازل ہونے کا مکان ہے اور خدا کے اولیاء کے لئے تجارت کی جگہ ہے انہوں نے دنیا میں اللہ کے فضل اور رحمت کو حاصل کیا ہے اور بہشت کو منفعت میں حاصل کیا ہیں۔ (212)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " دنیا آخرت کے لئے بہت بہترین مددگار ہے۔ (213) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " جو شخص حلال مال کو حاصل کرنا پسند نہیں کرتا تا کہ وہ اس کے ذریعے اپنی آبرو اور عزت کی حفاظت کرے اور قرض ادا کرے اور صلہ رحم بجلائے تو اس میں کوئی اچھائی اور بھلائی موجود نہیں ہے۔ (214)

لہذا سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر کونسی دنیا قابل مذمت ہے اور دنیا سے محبت کرنے کو تمام گناہوں کا سرچشمہ قرار دیا گیا ہے وہ کونسی دنیا ہے؟

میں نے ان تمام آیات اور روایات سے یوں استفادہ کیا ہے کہ دنیا داری اور دنیا کا ہو جانا اور دل دنیا کو دے دینا قابل مذمت ہے نہ فقط دنیاوی امور سے لگائو اور دنیا کے موجودات اور اس دنیا میں زندگی کرنا قابل مذمت ہے۔ اسلام لوگوں سے یہ چاہتا ہے کہ وہ دنیا کو ویسے پہچانیں گے جیسے وہ ہے اور اتنی ہی مقدار اسے اہمیت دیں اور اس سے زیادہ اسے اہمیت نہ دیں۔ جہاں کی خلقت کی غرض اور اپنی خلقت کی غرض کو پہچانیں اور صحیح راستے پر چلیں اگر انسان اس طرح ہو جائیں تو وہ اہل آخرت ہونگے اور اگر ان کی رفتار اور کردار اس غرض کے خلاف ہو تو پھر وہ اہل دنیا کہلائیں گے اور

122

ہونگے۔

دنیا کی حقیقت

اس مطلب کی وضاحت کے لئے پہلے دنیا کی اسلام کی رو سے حقیقت اور ماہیت کو بیان کرتے ہیں اس کے بعد جو اس سے نتیجہ ظاہر ہوگا اسے بیان کریں گے اسلام دو جہان کا عقیدہ رکھتا ہے ایک تو یہی مادی جہان کہ جس میں ہم زندگی کر رہے ہیں اور جسے دنیا کہا اور نام دیا جاتا ہے۔ دوسرا اس کے بعد آنے والا جہان کہ جہاں مرنے کے بعد جائیں گے اسے آخرت اور عقبی کا جہان کہا اور نام دیا جاتا ہے۔ اسلام عقیدہ رکھتا ہے کہ انسان کی زندگی اس جہان میں مرنے سے ختم نہیں ہوجاتی بلکہ مرنے کے بعد انسان آخرت کے جہان کی طرف منتقل ہوجائیں گے۔ اسلام اس جہان کو گذر گاہ اور فانی مکان قرار دیتا ہے جو آخرت کے جہان جانے کے لئے ایک وقتی ٹھہرنے کی جگہ ہے۔ اور آخرت کے جہان کو دائمی اور ابدی رہنے کی جگہ قرار دیتا ہے۔ انسان اس دنیا میں اس طرح نہیں آیا کہ کئی دن زندگی کرے اور اس کے بعد مرجائے اور ختم اور نابود ہوجائے بلکہ انسان اس جہان میں اس لئے آیا ہے کہ یہاں علم اور عمل کے ذریعے اپنے نفس کی تربیت اور تکمیل کرے اور آخرت کے جہان میں ہمیشہ کے لئے خوش اور آرام سے زندگی بسر کرے لہذا دنیا کا جہان آخرت کے جہان کے لئے کھیتی اور تجارت کرنے اور زاد راہ کے حاصل کرنے کی جگہ ہے گرچہ انسان اس جہان میں زندہ رہنے اور زندگی کرنے کے لئے مجبور ہے کہ ان نعمتوں سے جو خدا نے اس جہان میں خلق کی ہیں استفادہ کرے لیکن ان نعمتوں سے فائدہ حاصل کرنا انسان کی زندگی کی غرض اور ہدف نہیں ہے بلکہ یہ مقدمہ اور تمہید ہے انسان اور اس جہان کے خلق کرنے کی غرض اور ہدف یہ نہیں کہ انسان یہاں کی زندگی کو خوب مرتب اور مرفح الحال بنائے اور مختلف لڈائز اور تحقیقات سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرے بلکہ انسان کے خلق

کرنے کی غرض ایک بہت بلند اور عالی تر غرض ہے یعنی انسان اپنے انسانی شریف جوہر کی یہاں پر پرورش اور تربیت کرے اور اس کی نگاہ اللہ تعالیٰ کی طرف سیر و سلوک اور تقرب کو حاصل کرنا ہو۔ جیسے امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "دنیا اس لئے خلق نہیں ہوئی کہ وہ تیرا ہمیشہ کے لئے گھر ہو بلکہ دنیا گذر نے کی جگہ ہے تا کہ نیک عمل کے ذریعے تو اپنی ہمیشہ رہنے والی جگہ کے لئے زاد راہ حاصل کرے لہذا تم دنیا سے چلے جانے کے لئے جلدی کرو اور یہاں سے جانے کے لئے اپنے لئے سواری کو آمادہ اور مہیا کرو۔ (215)

نیز حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "اے دنیا کے لوگو دنیا گذر جانے کی جگہ ہے اور آخرت باقی رہنے کا محل ہے لہذا گزرنے والی جگہ سے ہمیشہ رہنے والے مکان کے لئے سامان اور زاد راہ حاصل کرو۔ اور اپنے رازوں کے پردے کو اس کے سامنے جو تمہارے رازوں سے واقف ہے پارہ نہ کرو اپنے دلوں کو دنیا سے خالی کرو اس سے پہلے کہ تمہارے بدن اس دنیا سے خارج ہو جائیں۔ تم اس دنیا میں امتحان میں واقع کئے جاؤ گے اور تم اس دنیا کے علاوہ کے لئے پیدا کئے گئے ہو جب انسان مرجاتا ہے لوگ کہتے ہیں کہ کیا چھوڑ کر گیا ہے اور فرشتوں کہتے ہیں کہ کیا لے کر آیا ہے اور کیا اپنے لئے یہاں کے لئے بھیجا ہے؟ خدا تمہارے باپ پر رحمت نازل کرے کہ تم اپنے مال سے کچھ آئندہ کے لئے روانہ کرو تا کہ خدا کے نزدیک تمہارے لئے بطور قرض کے باقی ہو اور تمام مال دنیا میں چھوڑ کر نہ رو کہ اس مال کے حقوق تمہاری گردن پر باقی رہ جائیں۔ (216)

نیز حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "خبردار رہو کہ یہ دنیا کہ جس کی تم امید رکھتے ہو اور اس سے محبت اور علاقہ مند ہو کبھی تمہیں غضب میں لاتی ہے اور کبھی تمہیں خوش کرتی ہے یہ نہ تمہارا گھر ہے اور نہ ہی تمہاری ٹھہرنے کی جگہ ہے کہ جس کے لئے تم پیدا کئے گئے ہو اور نہ ہی یہ تمہارے لئے مکان ہے کہ جس کی طرف تم بلائے گئے ہو یہ جان لو کہ نہ ہی یہ دنیا تمہارے لئے ہمیشہ رہے گی اور نہ تم اس

میں ہمیشہ کے لئے باقی رہو گے گرچہ دنیا تمہیں اپنی زینت اور خوبصورتی کی وجہ سے دھوکا دیتی ہے۔ لیکن برائیوں اور شر کے ہونے سے بھی تمہیں ڈراتی ہے لہذا ان ڈرانے والی چیزوں کو جو یہ رکھتی ہے اس کے غرور اور دھوکے میں نہ آؤ اور اس سے دست بردار ہو جاؤ اس کی ڈرائی جانے والی چیزوں کی وجہ سے اس کے طمع دلانے سے دست بردار ہو جاؤ اور اس گھر کی طرف جلدی کرو کہ جس کی طرف تمہیں دعوت دی گئی ہے اور اپنے دلوں کو دنیا سے خالی اور منصرف کرو۔ (217)

آپ نے دیکھا لیا کہ اس حدیث میں دنیا کی حقیقت کس طرح بتلائی گئی ہے کہ یہ فناء ہونے والی اور سفر کی جگہ ہے یہ گزرنے اور سفر کر جانے کے لئے ٹھہرنے کا ایک مقام ہے۔ یہ دھوکے اور غرور اور چالبازی کا گھر ہے۔ انسان اس کے لئے خلق نہیں ہوا بلکہ آخرت کے جہان کے لئے خلق کیا گیا ہے انسان اس جہان میں آیا ہے تا کہ اپنے علم اور عمل اور انسانیت کی تربیت اور پرورش کرے اور آخرت کے جہان کے لئے زاد راہ اور توشہ حاصل کرے۔

اہل آخرت

اسلام لوگوں سے یہ چاہتا ہے کہ دنیا کو اس طرح پہچانیں کہ جیسے وہ ہے اور اپنے اعمال اور کردار کو اسی طرح بجلائیں جیسے کہ وہ دنیا ہے جن لوگوں نے دنیا کو جس طرح کہ وہ ہے پہچان لیا ہے تو پھر وہ اس دنیا کے عاشق اور دیوانے نہیں بنتے اور وہ زر و جواہر کے دھوکے میں نہیں آتے جب کہ وہ اسی دنیا میں زندگی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی شرعی لحاظ سے نعمتوں سے اور لذات سے استفادہ بھی کرتے ہیں۔ لیکن وہ ان کے قیدی اور غلام نہیں بنتے وہ خدا اور آخرت کے جہان کو کبھی نہیں بھلاتے اور ہمیشہ کوشش کرتے ہیں کہ وہ اپنے نیک کاموں کے بجالانے سے آخرت کے جہان کے لئے زاد راہ اور توشہ حاصل کریں۔ اس جہان میں زندگی کرتے ہیں لیکن ان کے دل کی آنکھ برتر و بالا افق کو دیکھتی ہے۔ ہر لمحہ اور ہر حالت اور ہر عمل میں خدا اور آخرت

کے جہان پر نظر رکھتے ہیں اور آخرت کے جہان کے لئے اس سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ دنیا کو آخرت کی کھیتی اور

تجارت کا محل جانتے ہیں۔ کوشش کرتے ہیں کہ آخرت کے جہان کے لئے زاد راہ حاصل کریں۔ دنیا کی تمام چیزوں سے آخرت کے جہان کے لئے فائدہ حاصل کرتے ہیں یہاں تک کہ کام اور کالج اور کھانے پینے ازدواج اور دوسرے دنیوی کاموں سے بھی آخرت کے جہان کے لئے استفادہ حاصل کرتے ہیں اس طرح کے لوگ دنیا دار نہیں ہوتے بلکہ یہ اہل آخرت ہیں۔ ابن ابی یغفور کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت عرض کیا کہ ہم دنیا کو دوست رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہے کہ "دنیا کے مال سے کیا کرتے ہو؟ میں نے عرض کی اس کے ذریعے سے ازدواج کرتا ہوں اور اللہ کے راستے میں صدقہ دیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ تو دنیا نہیں ہے؟ بلکہ یہ تو آخرت ہے۔ (218)

حضرت علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "اے خدا کے بندو متوجہ رہو کہ پرہیزگار دنیا میں بھی فائدہ حاصل کرتے ہیں اور آخرت میں بھی فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ وہ دنیا داروں کے ساتھ دنیا سے فائدہ حاصل کرنے میں شریک ہیں لیکن دنیا دار ان کے ساتھ آخرت میں شریک نہیں ہیں۔ انہوں نے دنیا میں عمدہ طریقے سے زندگی بسر کی ہے اور کھانے والی چیزوں سے عمدہ طریقے سے استفادہ کیا ہے انہوں نے دنیا سے وہی استفادہ کیا ہے جو عیاش لوگ اس سے استفادہ کیا کرتے تھے اور وہی استفادہ کیا ہے جو ظالم اور متکبر لوگ کیا کرتے تھے اس کے باوجود یہ لوگ آخرت کا زاد راہ اور دنیا کے تجارت کے محل سے پوری طرح کما کر آخرت کی طرف منتقل ہو گئے ہیں۔ دنیا سے زہد کی لذت کو بھی حاصل کیا ہے اور انہیں یقین تھا کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے جوار رحمت میں اس طرح زندگی کریں گے کہ ان کی کوئی بھی خواہش رد نہیں کی جائیگی اور لذت اور خوشی سے انکا حصہ کم اور ناقص نہیں ہوگا۔ (219)

لہذا کام اور کام میں مشغول ہونا اور صنعت اور تجارت اور زراعت اور اسی

126

طرح مقام اور منصب اور اجتماعی ذمہ داری کا قبول کرنا زہد اور اہل آخرت ہونے کے منافی اور ناساز نہیں ہوا کرتا یہ تمام امور اللہ کی رضایت حاصل کرنے اور آخرت کے راستے میں گامزن ہونے میں سموئے جاسکتے ہیں۔ امرالمومنین جو اپنی تمام کوشش کام اور کاج میں استعمال کرتے تھے رات کو محراب عبادت میں گریہ و زاری کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے "اے دنیا۔ اے دنیا مجھ سے دور ہٹ جا۔ کیا مجھے دھوکہ دینے کے لئے میرے سامنے آئی ہے اور مجھ سے محبت کا اظہار کرتی ہے؟ یہ تیرا وقت نہیں ہے جا کسی دوسرے کو دھوکہ دے مجھے تیری کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے تجھے تین طلاقیں دے دی ہیں کہ جن میں رجوع بھی نہیں کیا جاسکتا۔ تیری زندگی کوتاہ سے اور تیری قیمت معمولی ہے۔ اہ زاد راہ تھوڑا ہے اور راستہ اور سفر طویل ہے اور آگے کی منازل عظیم ہیں۔ (220)

آپ ایک اور جگہ فرماتے ہیں "اے دنیا مجھ سے دور ہوجا کہ میں نے تیری مہار تیری گرد پر ڈال دی ہے اور تجھے آزاد کر دیا ہے۔ میں تیرے چنگل سے نکل چکا ہوں اور تیرے جال سے بھاگ گیا ہوں اور تیری لغزش گاہ سے دور ہو چکا ہوں۔ (221)

حضرت علی علیہ السلام نے اس حالت میں جب کہ ایک لشکر جزار کے ساتھ جنگ کرنے جا رہے تھے اپنی پھٹی پرانی جوتی ابن عباس کو دکھلائی اور فرمایا کہ "خدا کی قسم یہ پھٹی پرانی جوتی میرے نزدیک حکومت اور امیر ہونے سے زیادہ محبوب ہے مگر یہ کہ میں حق کو برقرار کروں اور باطل کو رد کروں۔ (222)

اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ایسے ہی تھے اور ہیں۔ اس دنیا میں زندگی کرتے ہیں لیکن وہ عالم بالا کو دیکھتے ہیں اور اہل آخرت ہیں۔ عام لوگوں کی طرح کام اور کاج کرتے ہیں۔ بلکہ حکومت اور فرماندہی اور زمام داری اور زندگی کے امور کو بھی چلاتے ہیں۔ اور ان تمام کاموں کو اللہ تعالیٰ کی رضا اور اپنا عملی وظیفہ قرار دیتے ہیں اور شرعی حدود میں رہ کر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے بھی استفادہ کرتے ہیں اس کے باوجود دنیا کو تین طلاقیں دے رکھی ہیں اور اس کی محبت کو دل سے نکالا ہوا ہے۔ حکومت لینے کے لئے

127

جنگ کرتے ہیں لیکن صرف حق کے دفاع اور عدالت کو برپا کرنے کے لئے نہ یہ کہ حکومت اور ریاست کریں۔

اہل دنیا

اگر کسی انسان نے دنیا کو جیسے ہے اس طرح نہ پہچانا ہو دنیا میں ایسے زندگی کرنے میں مشغول ہو گیا ہو کہ گویا اس کے خلق ہونے کی غرض اور غایت یہی دنیا تھی اور آخرت میں کوئی حساب اور کتاب نہیں اور نہ ہی اس دنیا کے علاوہ

کوئی اور دنیا ہے کہ جس کی طرف اس نے جانا ہے اور وہ مال اور دولت زن اور فرزند جاہ و جلال اور مقام و منصب کا قیدی اور فریفتہ ہو چکا ہو اور اسی دنیا کی زندگی کو خوب مضبوط پکڑ رکھا ہو اور اسی کے ساتھ ولی لگائو رکھا ہو اور آخرت کی زندگی اور خدا کو فراموش کر دیا ہو اور معنوی بلندیوں سے چشم پوشی کر لی ہو اور صرف حیوانی خواہشات کے پورے کرنے اور لذائذ دنیوی سے زیادہ سے زیادہ لطف اندوز ہونے میں کمر ہمت باندھ رکھی ہو۔ اس طرح کا انسان اور افراد دنیا اور اہل دنیا شمار قسم ہوتے ہیں گرچہ وہ فقیر اور نادار اور گوشہ نشین ہی کیوں نہ ہوں اور ہر قسم کی اجتماعی ذمہ داری کے قبول کرنے سے پرہیز ہی کیوں نہ کرتے ہوں۔

خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے " وہ صرف دنیا کے ظاہر کو دیکھتے ہیں لیکن آخرت سے غافل ہیں۔ (223)

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " دنیا کی زندگی کو آخرت کی زندگی کے مقابلے میں خریداہے۔ (224)

نیز ارشاد ہوا ہے کہ " کیا تم نے دنیا کی زندگی پر رضایت دے دی ہے؟ جب کہ یہ معمولی ثروت سے زیادہ نہیں ہے۔

(225)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " جو لوگ ہماری ملاقات اور بقا کی امید نہیں رکھتے اور دنیا کی زندگی سے دل لگا رکھا ہے اور خوش ہیں اور وہ جو ہماری آیات سے غافل ہیں یہی وہ

128

لوگ ہیں کہ جن کا ٹھکانہ جہنم کی آگ میں ہے یہ اس وجہ سے ہوگا کہ جو کچھ انہوں نے دنیا میں کسب کیا ہے۔ (226)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " انسان کی خدا سے دور ترین حالت اس وقت ہوتی ہے جب وہ سوائے شکم پری اور عورت کے اور کسی چیز کو ہدف اور غرض قرار نہیں دیتا۔ (227)

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " جو دل دنیا کا فریفتہ اور عاشق ہوگا اس میں تقویٰ اور پرہیزگاری کا داخل ہونا حرام ہوا کرتا ہے۔ (228)

نیز آنحضرت (ص) نے فرمایا ہے کہ " وہ بہت ہی برا معاملہ اور تجارت ہے کہ جس کی قیمت اور عوض اپنے نفس کو قرار دے دیا جائے اور دنیا کو اس کے عوض جو خدا کے نزدیک ہے عوض بنا لیا جائے۔ (229)

اگر دنیا کی مذمت کی گئی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا غرور اور دھوکا دینے والی اور مشغول رکھ دینے کا مال اور متاع ہے۔ دنیا اپنے آپ کو خوبصورت اور شیرین ظاہر کرتی ہے اور انسان کو اسی میں لگائے رکھتی ہے اور انسان کو خدا کی یاد اور آخرت کے لئے زاد راہ حاصل کرنے سے روکتی ہے۔

اسی لئے دنیا کی مذمت وارد ہوئی ہے اور اسے بیان کیا گیا ہے تاکہ انسان ہوشیار رہیں اور اس کی چالوں کا دھوکا نہ کھائیں اور اپنے آپ کو دنیا کے قیدی اور غلام نہ بنائیں اور اس پر فریفتہ نہ ہوجائیں۔

قابل مذمت دنیا سے لگائو اور عشق ہے اور اپنے خلق ہونے کی غرض کو بھول جاتا ہے اور آخرت کی ہمیشگی زندگی اور اللہ کی نعمتوں سے غافل ہو جاتا ہے۔

اہل دنیا اور اہل آخرت

جو دنیا میں رہ کر آخرت کے لئے کام کرے وہ اہل آخرت ہے اور جو صرف دنیا میں رہ کر دینا کے لئے کام کرے وہ اہل دنیا اور دنیا دار ہے۔

129

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " دنیا میں لوگ دو قسم پر عمل کرتے ہیں ایک وہ ہے جو دنیا میں رہ کر دنیا کے لئے کام کرتا ہے دنیا نے اسے مشغول کر رکھا ہے اور آخرت سے غفل بنا دیا ہے۔ ڈرتا ہے کہ اس کی اولاد اس کے مرنے کے بعد فقیر و جائے لیکن آخرت کے جہان میں خالی ہاتھ جانے سے اپنے آپ کو محفوظ سمجھتا ہے اپنی عمر کو دوسروں کے منافع کے لئے خرچ کرتا ہے۔ دوسرا وہ ہے جو دنیا میں رہ کر آخرت کے لئے کام کرتا ہے۔ اس کی روزی بعی بغیر کسی مشقت کے پہنچتی رہتی ہے یعنی دنیا اور آخرت کا حصہ اور نصیب اسے ملتا رہتا ہے اور یہ یہ دونوں جہانوں کا مالک ہو جاتا ہے یہ خدا کے نزدیک آبرومند اور محترم ہوگا اور جو کچھ خدا سے طلب کرے گا خدا سے قبول کریگا۔ (230)

نیز امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " دنیا عبور کر جانے کی جگہ ہے یہ ٹھہر جانے کا گھر نہیں ہے لوگ دو قسم

کے ہیں ایک وہ ہے جو اپنے نفس کو دنیا کی بے قیمت اشیاء کے عوض فروخت کر دیتا ہے اور اپنے نفس کو ذلت اور خواری میں ڈالتا ہے دوسرا وہ ہے جو اپنے انسانی نفس کو خرید لیتا ہے اور آزاد کر لیتا ہے۔ (231)

اہل دنیا اور اہل آخرت میں فرق اس میں نہیں ہوتا کہ دولتمند ہے یا فقیر دنیا کے کاموں میں مشغول ہے یا بیکار ہے۔ اجتماعی ذمہ داریوں کو قبول کیا ہوا ہے یا نہ لوگوں کے درمیان زندگی کر رہا ہے یا گوشہ نشین ہے کسب و کار تجارت میں مشغول ہے یا تحصیل علم درس تدریس تالیف کتاب و عظ اور نصیحت کرنے میں مشغول ہے۔ دنیا کے نعمتوں سے استفادہ کر رہا ہے یا نہ دنیا منصب اور عہدہ پر فائز ہے یا نہ بلکہ ان دو میں اصلی تفاوت اور فرق اس میں ہے کہ دنیاوی امور سے وابستگی اور عشق رکھتا ہے یا امور آخرت کا فریفتہ ہے۔ دنیا سے دل لگا رکھا ہے یا آخرت کی زندگی سے۔ دنیا کی طرف متوجہ ہے یا خدا کی طرف۔ اپنی زندگی کی غرض اور ہدف حیوانی خواہشات کو قرار دے رکھا ہے یا مکارم اخلاق اور فضائل انسانی کا حصول اور تربیت کرنا۔

جو چیز انسان کو اپنے میں مشغول رکھے اور خدا کی یاد اور آخرت کے جہاں کے

130

لئے سعادت اور کوشش سے روکے رکھے وہ دنیا شمار ہوگی گرچہ انسان تحصیل علم اور تدریس اور تالیف کتاب اور عظ اور نصیحت امامت جماعت یہاں تک کہ گوشہ نشینی اور دنیا سے زہد اور عبادت بجالا رہا ہو اگر یہ تمام کے تمام غیر خدا کے لئے ہوں تو یہ بھی دنیا شمار ہوگی پس واضح ہو گیا کہ تمام دنیا کے لوگ ایک مرتبے اور قطار میں نہیں ہوتے اسی طرح تمام اہل آخرت بھی ایک رتبے میں نہیں ہوا کرتے بلکہ ایک گروہ اہل دنیا کا سو فیصدی اور بطور کامل دنیا سے لگاؤ رکھتا اور بطور کلی خدا اور آخرت کے جہاں سے غافل ہوتا ہیں اس طرح کے ان لوگوں کو دنیا دار اور دنیاپرست کا نام دیا جانا ہوتا ہے۔ ان کے مقابلے میں ایک گروہ لوگوں کا ہے جو اللہ تعالیٰ کے خالص بندے ہیں کہ ان کی ساری توجہ خدا اور آخرت کے جہاں کے لئے ہوتی ہے اور سوائے اللہ کی رضا کے انکا کوئی اور ہدف نہیں ہوتا۔ پھر ان دونوں گروہوں میں بہت زیادہ درجات اور مراتب ہوتے ہیں جو جتنا دنیا سے لگاؤ اور محبت رکھے گا وہ اسی مقدار کا دنیا دار ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے قرب سے دور ہوگا اس کے برعکس جو جتنا زیادہ خدا کی یاد میں آخرت کے جہاں کی فکر میں ہوگا وہ اتنا تارک دنیا شمار ہوگا خلاصہ دنیا دار ہونا اور اہل آخرت ہونا یہ دونوں امر اصطلاحی لحاظ سے اضافی اور نسبی ہوا کرتے ہیں۔

خودسازي

يعنى

ترکيه و تهذيب نفس

131

تقوى تركيه نفس کا اہم عامل

اسلام میں تقویٰ کو ایک بہت اہم مقام حاصل ہے۔ مومنین میں سے متقیوں کو ممتاز شمار کیا جاتا ہے۔ تقویٰ کی لفظ قرآن مجید نہج البلاغہ اور احادیث کی کتابوں خاص طور پر نہج البلاغہ میں بہت زیادہ استعمال ہوئی ہے۔ قرآن انسان کی شرافت اور قیمت کا معیار تقویٰ کو قرار دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ "خدا کے نزدیک تم میں سے زیادہ محترم اور معزز وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار اور متقی ہو۔" (232)

تقویٰ کو آخرت کے لئے بہترین زاد راہ اور سعادت کا بہت بڑا وسیلہ بتلایا گیا ہے قرآن مجید میں آیا ہے کہ "تم اپنی آخرت کے لئے زاد راہ حاصل کرو قرآن مجید میں آیا ہے کہ تم اپنی آخرت کے لئے زاد راہ حاصل کرو اور بہترین زاد راہ تقویٰ ہے۔" (233)

نیز فرماتا ہے "جو لوگ نیک اور تقویٰ رکھتے ہیں ان کے لئے بہت بڑی جزاء ہوگی۔" (234)

اور پھر فرمایا ہے کہ "جس نے تقویٰ اختیار کیا اور اچھے کام انجام دیئے اس کے لئے کوئی خوف و ہراس نہیں ہے۔" (235) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "اللہ تعالیٰ کی مغفرت کی طرف جلدی کرو اور بہشت کی طرف جلدی کرو کہ جس کا عرض

زمین اور آسمان کے برابر ہے اور جو متقیوں کے لئے آمادہ کی گئی ہے۔ (236)
اور فرماتا ہے کہ "متقی بہشت میں اور نعمت میں زندگی کرتے ہیں اور ان نعمتوں

132

سے کہ جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا کی ہیں خوش اور خرم ہیں۔ (237)
اسی طرح نبی البلاغہ اور احادیث کی کتابوں میں تقویٰ کو اخلاق کا سردار اور سعادت حاصل کرنے کا بزرگترین وسیلہ بتلایا گیا ہے جیسے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "تقویٰ کو تمام اخلاق کا راس و رئیس قرار دیا گیا ہے۔ (238)
رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے کہ " ایک صفت ایسی ہے جو اسے نہ چھوڑے اور پکڑے رکھے تو اس کے اختیار میں دنیا اور آخرت ہوگی اور وہ بہشت حاصل کر لے گا۔ آپ سے کہا گیا یا رسول اللہ۔ وہ صفت کونسی ہے؟ آپ نے فرمایا وہ تقویٰ ہے۔ جو شخص چاہتا ہے کہ تمام لوگوں سے زیادہ عزیز ہو تو تقویٰ کو اپنا پیشہ بنائے آپ نے اس کے بعد یہ آیت پڑھی کہ جو شخص تقویٰ کو اپنا پیشہ قرار دے تو خداوند عالم اس کے لئے گناہوں سے فرار دے دیگا اور اس کے لئے روزی وہاں سے دے گا کہ جس کا اسے گمان نہ ہوگا۔ (238)

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "تقویٰ کو ہاتھ سے نہ جانے دینا کیونکہ وہ تمام خوبیوں اور خیرات کا جامع ہے۔ سوائے تقویٰ کے کوئی اچھائی وجود نہیں رکھتی جو اچھائی تقویٰ کے ذریعے حاصل ہوتی ہے تقویٰ کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی خواہ وہ دنیا کی اچھائی اور نیکی ہو یا آخرت کی۔ (239)

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " ہر کام کی شرافت اور قیمت تقویٰ کے واسطے سے ہوتی ہے صرف متقی سعادت اور نجات کو حاصل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تحقیق سعادت اور نجات صرف متقیوں کے لئے ہے۔ (240)
حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے " خدا کے بندوں۔ آگاہ رہو کہ دنیا اور آخرت کی نعمتیں صرف متقی حاصل کرتے ہیں۔ دنیا داروں کے ساتھ دنیا کی نعمتوں سے استفادہ کرنے میں شریک ہوتے ہیں لیکن دنیا داروں کے ساتھ آخرت کی نعمتوں میں شریک نہیں ہوتے۔ بہترین طریقے سے دنیا میں زندگی کرتے ہیں اور بہترین طریقے سے کھانے والی چیزوں سے

133

فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ متقی انہیں نعمتوں سے کہ جن سے مالدار اور سرکش اور متکبر استفادہ کرتے ہیں وہ بھی استفادہ کرتے ہیں لیکن وہ بہت زیادہ زاد راہ اور منافع لیکر آخرت کے جہان کی طرف منتقل ہوتے ہیں۔ دنیا میں زہد کی لذت کو حاصل کرتے ہیں اور علم رکھتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی رحمت کے جوار میں زندگی کریں گے اور جو کچھ خدا سے چاہیں گے دیئے جائیں گے اور ان کا لذات سے بہرور ہونا ناقص نہیں ہوگا۔ (241)
بعض احادیث میں تقویٰ کو نفس کے پاک کرنے اور نفس کی بیماریوں کو شفا دینے والا قرار دیا گیا ہے امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں "یقیناً تقویٰ تمہارے دل کی بیماریوں کا شفا دینے والا دارو ہے اور تمہارے نابینا دل کو روشنی دینے والا ہے اور تمہارے بدن کی بیماریوں کے لئے شفا بخش ہے اور تمہارے سینے کے فساد کا اصلاح کرنے والا ہے اور تمہارے نفس کی کٹافتوں کو پاک کرنے والا ہے اور تمہاری دید کے پردوں کو جلا بخشنے والا ہے اور تمہارے اندرونی اضطرابات کو آرام دینے والا اور تمہاری تاریکیوں کو روشن کر دینے والا ہے۔ (242)

احکام کی غرض تقویٰ ہے

تقویٰ اسلام میں پردازش اخلاقی اصل اور احکام اسلامی کی تشریح کی غرض بتلانی گئی ہے۔ جیسے خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے۔ " لوگو اپنے پروردگار کی جس نے تمہیں اور تم سے پہلے والے لوگوں کو خلق فرمایا ہے عبادت کرو شاید با تقویٰ ہو جاؤ۔ (243)

نیز فرماتا ہے " روزہ تم پر ویسے واجب ہوا ہے جیسے تم سے پہلے والوں پر واجب ہوا تھا شاید تم با تقویٰ ہو جاؤ۔ (244)
اور فرماتا ہے کہ "خون اور قربانیاں خدا کو نہیں پہنچتیں لیکن تمہارا تقویٰ خدا کو

134

پہنچتا ہے (245) اور فرماتا ہے "آخرت کے لئے زاد راہ اور توشہ حاصل کرو اور بہترین توشہ اور زاد راہ تقویٰ ہے۔ (246)

جیسا کہ ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ بعض عبادتوں کی غرض بلکہ اصل عبادت کی غرض یہ تھی کہ لوگ اس کے بجالانے سے باتقویٰ ہوجائیں بلکہ اسلام کی نگاہ میں تقویٰ اس قدر اہمیت رکھتا ہے کہ تمام اعمال کے قبول ہونے کا معیار اور اس بتلایا گیا ہے اور عمل بغیر تقویٰ کے مردود اور بے فائدہ ہوتا ہے قرآن مجید میں سے ہے کہ خداوند عالم نیک اعمال کو صرف متقیوں سے قبول کرتا ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ابوذر سے فرمایا کہ "تقویٰ کے حاصل کرنے میں بہت زیادہ عمل اور کوشش کر کیونکہ کوئی عمل بھی جو تقویٰ کے ساتھ ہو چھوٹا نہیں ہوتا اور کس طرح اسکو چھوٹا شمار کیا جائے جب کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مورد قبول ہوتا ہے جب کہ خدا قرآن میں فرماتا ہے کہ خدا متقیوں سے قبول کرتا ہے۔ (247) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "کسی کا رونا تجھے دھوکا نہ دے کیونکہ تقویٰ دل میں ہوتا ہے۔ (248)

قرآن میں ہے کہ "اگر صبر کرو اور تقویٰ رکھتے ہو تو یہ بہت بڑا کام ہے۔ (249)

جیسا کہ ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ قرآن اور احادیث میں تقویٰ ایک اصلی ارزشمند اور آخرت کے لئے بہترین زاد راہ اور توشہ ہے اور دل کی اہم بیماریوں کے لئے شفا دینے والا دارو ہے اور نفس کو پاک کرنے کا بہت بڑا وسیلہ بتلایا گیا ہے اس کی اہمیت کے لئے اتنا کافی ہے کہ یہ احکام الہی کے جعل اور تشریح کی غرض اور ہدف قرار پایا ہے۔ اب ہم تقویٰ کی وضاحت کرتے ہیں۔

تقویٰ کی تعریف

عام طور سے تقویٰ کو ایک منفی یعنی گناہوں سے پرہیز اور معصیت سے اجتناب

135

بتلایا جاتا ہے اور یوں گمان کیا جاتا ہے کہ امور اجتماعی میں شریک کرنے کی وجہ سے تقویٰ کو محفوظ رکھنا ایک بہت مشکل کام بلکہ ایک نہ ہونے والا کام ہے کیونکہ نفس کی سرشت میں گناہوں کی طرف میلان ہونا ہوتا ہے لہذا یا تقویٰ کو اپنائے اور پرہیزگار بنے یا اجتماعی کاموں سے کنارہ کشی کرے یا اجتماعی ذمہ داریوں کو عہدے پر لے اور تقویٰ کو چھوڑے کیونکہ ان دونوں کو اکٹھا ممکن نہیں ہوتا۔ اس فکر اور نظریہ کا لازمہ یہ ہے کہ جتنا انسان گوشہ نشین ہوگا اتنا زیادہ تقویٰ رکھنے والا بنے گا۔ لیکن بعض آیات اور احادیث اور نہج البلاغہ میں تقویٰ کو ایک مثبت پر ارزش عمل بتلایا گیا ہے نہ منفی۔

تقویٰ کے معنی صرف گناہوں کا ترک کر دینا نہیں ہے بلکہ تقویٰ ایک اندرونی طاقت اور ضبط نفس کی قدرت ہے جو نفس کو دائمی ریاضت میں رکھنے اور پے در پے عمل کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور نفس کو اتنا طاقتور بنا دیتی ہے کہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے احکام کا مطیع اور فرمانبردار ہوجاتا ہے اور نفس اتنا قوی ہوجاتا ہے کہ نفس غیر شرعی خواہشات کا مقابلہ کرتا ہے اور ثابت قدم ہوجاتا ہے۔ لغت میں بھی تقویٰ اسی معنی میں آیا ہے۔

تقویٰ کا مصدر وقایہ ہے کہ جس کے معنی حفظ اور نگاہداری کے ہیں تقویٰ یعنی اپنے آپ کو محفوظ کرنا اور اپنے نفس پر کنٹرول کرنا ہوتا ہے۔ تقویٰ ایک اثباتی صفت ہے جو حفاظت دیتی ہے اور یہ منفی اور سلبی صفت نہیں ہے۔ تقویٰ یعنی انسان کا عہد کر لینا کہ احکام شریعت اور دستور الہی کی اطاعت کرونگا۔ ہر گناہ کے ترک کا نام تقویٰ نہیں ہے بلکہ ترک گناہ اور کنٹرول کرنے کی قدرت اور طاقت اور نفس کو مضبوط رکھنے کی سرشت اور ملکہ کا نام تقویٰ رکھا جاتا ہے۔ تقویٰ آخرت کے لئے بہترین زاد راہ ہے زاد راہ اور توشہ ایک مثبت چیز ہے منفی اور سلبی صفت نہیں ہے۔ امیر المومنین علیہ السلام کے چند جملات پر غور کیجئے۔ آپ فرماتے۔ "اے خدا کے بندو میں تمہیں تقویٰ کی سفارش کرتا ہوں۔ کیونکہ یہ نفس کے لئے ایک مہار ہے کہ جو نفس کو اچھائیوں

136

کی طرف کھینچ لے جاتا ہے۔ تقویٰ کے مضبوط ریسے کو پکڑے رکھو اور اس کے حقائق کی طرف رجوع کرو تا کہ تمہیں آرام اور رفاہیت وسیع اور عریض وطن مضبوط پناہ گا اور عزت کے منازل کی طرف لے جائے۔ (250)

آپ فرماتے ہیں "یقیناً" تقویٰ آج کے زمانے میں تمہارے لئے پناہ گا اور ڈھال ہے اور کل قیامت کے دن کے لئے جنت کی

طرف لے جانے کا راستہ ہے ایسا واضح راستہ ہے کہ جس پر چلنے والا فائدہ حاصل کرتا ہے اور ایسی ودیعت ہے کہ جو اسے پکڑنے والے کی حفاظت کرتا ہے۔ (251)

اے خدا کے بندو جان لو کہ تقویٰ ایک مضبوط پناہ گاہ ہے۔ فسق اور فجور اور بے تقوائی ایک ایسا گھر ہے کہ جس کی بنیاد کمزور ہے اور رہنے والے کی حفاظت نہیں کر سکتا اور اس میں پناہ لینے والے کو محفوظ نہیں کر سکتا اور جان لو کہ تقویٰ کے ذریعے گناہوں کی زہر اور ڈنگ کو کاٹا جاسکتا ہے۔ اے خدا کے بندو، تقویٰ خدا کے اولیاء کو گناہوں سے روکے رکھتا ہے اور خدا کا خوف ان کے دلوں میں اس طرح بٹھا دیتا ہے کہ وہ رات کو عبادت اور اللہ تعالیٰ سے راز و نیاز میں مشغول رہ کر بیدار رہتے ہیں اور دن کو روزہ رکھتے ہیں۔ اور جان لو کہ تقویٰ تمہارے لئے اس دنیا میں پناہ گاہ اور مرنے کے بعد سعادت ہے۔ جیسے کہ آپ نے ان احادیث کا ملاحظہ کیا ہے ان میں تقویٰ کو ایک با قیمت اور اہم اور ایک مثبت طاقت اور قدرت بتلایا گیا ہے کہ جو انسان کو روکے رکھتا ہے اور اسکی حفاظت کرتا ہے ایک ایسی طاقت جو کنٹرول کرتی ہے۔ بتلایا گیا ہے کہ تقویٰ حیوان کی مہار اور لگام کی طرح ہے کہ جس کے ذریعے سے انسان کے پرکشش نفس اور اس کی خواہشات پر کنٹرول کیا جاتا ہے اور اسے اعتدال پر رکھا جاتا ہے۔ تقویٰ ایک مضبوط قلعہ کی مانند ہے کہ انسان کو داخلی دشمنوں یعنی ہوی اور ہوس اور غیر شرعی اور شیطانی خواہشات سے محفوظ رکھتا ہے۔ تقویٰ ڈھال کی مانند ہے کہ جو شیطانی کے زہر آلودہ تیر اور اس کے ضربات کو روکتا ہے۔ تقویٰ انسان کو ہوی و ہوس اور خواہشات نفس کی قید سے آزادی دلواتا ہے اور حرص اور طمع حسد اور

137

شہوت غصب اور بخل و غیرہ کی رسیوں کو انسان کی گردن سے اتار پھینکتا ہے۔ تقویٰ محدود ہوجانے کو نہیں کہتے بلکہ نفس کے مالک اور اس پر کنٹرول کرنے کا نام ہے۔ انسان کو عزت اور شرافت قدرت اور شخصیت اور مضبوطی دیتا ہے۔ دل کو افکار شیطانی سے محفوظ کرتا ہے اور فرشتوں کے نازل ہونے اور انوار قدسی الہی کے شامل ہونے کے لئے آمادہ کرتا ہے اور اعصاب کو طفیانی اور آرم دیتا ہے۔ تقویٰ انسان کے لئے مثل ایک گھر اور لباس کے ہے کہ جو حوادث کی گرمی اور سردی محفوظ رکھتا ہے خداوند عالم قرآن میں ارشاد فرماتا ہے لباس التقویٰ ذلک خیر (252) تقویٰ ایک قیمتی وجود رکھتا ہے اور آخرت کے لئے زاد راہ اور توشہ ہے یہ ایک منفی صفت نہیں ہے البتہ قرآن اور حدیث میں تقویٰ خوف اور گناہ کے ترک کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے لیکن یہ تقویٰ کے لوازمات میں سے ہیں نہ یہ کہ تقویٰ کا معنی یہی ہے۔

تقویٰ اور گوشہ نشینی

گوشہ نشینی اور اجتماعی ذمہ داریوں کے قبول نہ کرنے کو نہ صرف تقویٰ کی علامتوں سے شمار نہیں کیا جائیگا بلکہ بعض موارد میں ایسا کرنا تقویٰ کے خلاف بھی ہوگا۔ اسلام میں گوشہ نشینی اور ربانیت نہیں ہے۔ اسلام انسان کو گناہ سے فرار کرنے کے لئے گوشہ نشینی اور مشاغل کے ترک کرنے کی سفارش نہیں کرتا بلکہ انسان سے چاہتا ہے کہ اجتماعی ذمہ داریوں کو قبول کرے اور امور اجتماعی میں شریک ہو اور پھر اسی حالت میں تقویٰ کے ذریعے اپنے نفس پر کنٹرول کرے اور اسے قابو میں رکھے اور گناہ اور کجروی سے اپنے آپ کو روکے رکھے۔ اسلام یہ نہیں کہتا کہ شرعی منصب اور عہدے کو قبول نہ کرو بلکہ اسلام کہتا ہے کہ اسے قبول کرو اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اللہ تعالیٰ کے بندوں کی خدمت کرو اور صرف منصب اور مقام کا غلام بن کر نہ رہ جاؤ۔ اور اپنے منصب اور عہدے کو نفسانی

138

خواہشات اور شہوات کے لئے وسیلہ قرار نہ دو اور حق کے راستے سے نہ ہٹو۔ اسلام نہیں کہتا کہ تقویٰ حاصل کرنے کے لئے کام اور کار و کسب سے ہاتھ اٹھا لو اور حلال رزق طلب کرنے کے لئے کوشش نہ کرو بلکہ اسلام کہتا ہے کہ دنیا کے قیدی اور غلام نہ بنو۔ اسلام نہیں کہتا کہ دنیا کو ترک کر دے اور عبادت میں مشغول ہوجانے کے لئے گوشہ نشین ہوجا بلکہ اسلام کہتا ہے کہ دنیا میں زندگی کر اور اس کے آباد کرنے کے لئے کوشش کر لیکن دنیا دار اور اس کا فریفتہ اور عاشق نہ بن بلکہ دنیا کو اللہ تعالیٰ سے تقرب اور سیر و سلوک کے لئے قرار دے اسلام میں تقویٰ سے مراد یہی ہے کہ جسے اسلام نے گراں بہا اور بہترین خصلت بتلایا ہے۔

تقویٰ اور بصیرت

قرآن اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تقویٰ انسان کو صحیح بصیرت اور بینش دیتا ہے تا کہ دنیا اور آخرت کی واقعی مصلحتوں کو معلوم کر سکے اور اس پر عمل کرے جیسے۔

خداوند عالم قرآن میں فرماتا ہے۔ " اے ایمان والو اگر تقویٰ کو پیشہ قرار دو تو خدا تمہارے لئے فرقان قرار دے گا۔ (253) یعنی بصیرت کی دید اور شناخت عطا کرے گا تا کہ سعادت اور بدبختی کی مصلحتیں اور مفسدوں کو پہچان سکے۔ ایک اور آیت میں ہے کہ "صاحب تقویٰ بنو تا کہ علوم کو تم پر نازل کیا جائے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ (254)

گرچہ قرآن تمام لوگوں کے لئے نازل ہوا ہے لیکن صرف متقی ہیں جو ہدایت دینے جاتے ہیں اور نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

اسی لئے قرآن لوگوں کے لئے بیان ہے اور اہل تقویٰ کے لئے ہدایت اور نصیحت ہے۔ (255) امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ " تقویٰ دل کی بیماریوں کے لئے شفا دینے

139

والی دواء ہے اور دل کی آنکھ کے لئے بینائی کا سبب ہے۔ (256)

پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " اگر شیطان کا آدم کی اولاد کے دل کے اردگر چکر لگانا نہ ہوتا تو وہ علم ملکوت کا مشاہدہ کر لیتے۔ (257)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے پدر بزرگوار سے نقل کیا ہے کہ " دل کے فاسد ہوجانے کے لئے گناہ کے بجالانے سے زیادہ اور کوئی چیز نہیں ہوتی۔ دل گناہ کے ساتھ جنگ میں واقع ہوجاتا ہے یہاں تک کہ گناہ اس پر غلبہ کر لیتا ہے اور اسے اوپر نیچے کر دیتا ہے یعنی پچھاڑ دیتا ہے۔ (258)

اس قسم کی آیات اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ تقویٰ عقل کی بینائی اور بصیرت کا سبب بنتا ہے اور سمجھنے اور سوچنے کی قوت کو طاقت ور بناتا ہے اور عقل ایک گوہر گران بہا ہے جو انسان کے وجود میں رکھ دیا گیا ہے تا کہ اس کے ذریعے مصالح اور مفسد خیرات اور شرور سعادت اور شقاوت کے اسباب خلاصہ جو ہونا چاہئے اور جو نہ ہونا چاہئے کو اچھی طرح پہچان سکے اور تمیز دے سکے۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " بدن میں عقل حق کارسول ہے۔ (259)

جی ہاں اس طرح کی رسالت اور پیغام عقل کے کندھے پر ڈال دی گئی ہوئی ہے اور وہ اس کے بجالانے کی قدرت بھی رکھتا ہے لیکن یہ اس صورت میں کہ جسم کی تمام طاقتیں اور غرائز عقل کی حکومت کو قبول کر لیں اور اس کی مخالفت اور اس کی احکام کی خلاف ورزی نہ کریں۔ خواہشات اور ہوس اور ہوس عقل کے دشمن ہیں عقل کو ٹھیک کام انجام نہیں دینے دیتے۔ (260)

نیز آپ (ص) نے فرمایا " جو شخص اپنے نفس کی خواہشات کا مالک نہیں ہوتا وہ عقل کا مالک بھی نہیں ہوگا۔ (261)

آپ نے فرمایا ہے کہ " خودبینی اور خودپسندی عجب اور تکبر عقل کو فاسد کر دیتے ہیں۔ (262)

آپ نے فرمایا ہے کہ " لجباز اور ضدی انسان صحیح فکر اور فیصلہ نہیں کر سکتا۔ (263)

140

یہ تو درست ہے کہ بدن پر حکومت اور اس کو چلانا عقل کے سپرد کیا گیا ہے اور عقل اس کی طاقت بھی رکھتا ہے لیکن خواہشات اور غرائز نفسانی اس کے لئے بہت بڑی مانع اور رکاوٹ ہیں اگر ایک غریزہ یا تمام غرائز اعتدال کی حالت سے خارج ہو جائیں اور بغاوت اور طغیان کر لیں اور کام نہ کر دیں تو پھر عقل کیسے اپنی ذمہ داریوں کے انجام دینے میں کامیاب ہو سکتی ہے۔ اس طرح کا انسان عقل تو رکھتا ہے لیکن بغیر سوچ اور فکر والا۔ چراغ موجود ہے لیکن خواہشات اور شہوات اور غضب نے سیاہ بادل یا مہ کی طرح اسے چھپا رکھا ہے اس کے نور کو بجھا دیا ہے اور واقعات کے معلوم کرنے سے روک دیا ہے۔ ایک شہوت پرست انسان کی طرح اپنی واقعی مصلحتوں کو پہچان سکتا ہے اور شہوت کے طغیان اور سرکشی کی طاقت کو قابو کر سکتا ہے؟ خودپسند اور خودبین انسان کس طرح اپنے عیوب کو پہچان سکتا ہے تا کہ ان کے درست کرنے کی فکر میں جائے؟ اسی طرح دوسری بری صفات جیسے غصے حسد طمع کینہ پروری تعصب اور ضدبازی مال اور جاہ و جلال کا منصب مقام ریاست اور عہدہ ان تمام کو کس طرح وہ اپنے آپ سے دور کر سکتا ہے؟ اگر

ان میں سے ایک یا زیادہ نفس پر مسلط ہوجائیں تو پھر وہ عقل عملی کو واقعات کے پہچاننے سے روک دیتی ہیں اور اگر عقل ان کی خلاف عمل کرنا بھی چاہئے تو پھر اس کے سامنے رکاوٹیں کھڑی کر دیتی ہیں اور داد و فریاد شروع کر دیتی ہیں اور عقل کے محیط کو تاریک کر دیتی ہیں اور اسے اپنی ذمہ داری کے انجام دینے سے کمزور کر دیتی ہیں جو انسان ہوی اور ہوس اور خواہشات کا قیدی بن جائے تو پھر وہ وعظ اور نصیحت سے بھی کوئی نتیجہ حاصل نہیں کر سکے گا بلکہ قرآن اور مواظپ اس کے دل کی قساوت کو اور زیادہ کر دیں گے لہذا تقویٰ کو بصیرت روشن بینی اور وظیفہ شناسی کا بہترین اور موثر ترین عامل شمار کیا جا سکتا ہے۔

آخر میں اس بات کی یاد دہانی ضروری اور لازم ہے کہ تقویٰ عقل عملی اور ذمہ داریوں کی پہچان اور یہ جاننا کہ کیا کرنا چاہئے اور کیا نہیں کرنا چاہئے۔ بصیرت کی زیادتی کا موجب ہے نہ صرف عقل کے حقائق کو جاننے اور پہچاننے کے لئے کے جسے اصطلاحی

141

لاحظ سے عقل نظری کہا جا تا ہے کیونکہ اس طرح نہیں ہوتا کہ جو انسان تقویٰ نہیں رکھتا وہ ریاضی اور طبعی کے مسائل سمجھنے سے عاجز رہتا ہے گرچہ تقویٰ سمجھنے اور ہوش اور فکر کے لئے بھی ایک حد تک موثر واقع ہوتا ہے۔

تقویٰ اور مشکلات پر قابو پانا

تقویٰ کے آثار میں سے ایک اہم اثر زندگی کی مشکلات اور سختیوں پر غلبہ حاصل کر لینا ہے۔ جو بھی تقویٰ پر عمل کرے گا خداوند عالم اس کی مشکلات کے دور ہونے کا کوئی نہ کوئی راستہ نکال دے گا اور ایسے راستے سے کہ جس کا اسے گمان تک نہ ہو گا اسے روزی فراہم کر دے گا (264) خداوند عالم فرماتا ہے کہ " جس نے تقویٰ پر عمل کیا خداوند عالم اس کے کام آسان کر دیتا ہے (265) " امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ " جو شخص تقویٰ پر عمل کرے گا تو اس کی سختیاں اور مشکلیں جب کہ نزدیک تھا کہ اس پر وارد ہو جائیں دور ہوجائیں گی تلخیاں اس کے لئے شیریں ہوجائیں گی مشکلات کی لہریں اس کے سامنے پھٹ جائیں گی اور سخت سے سخت اور دردناک کام اس کے لئے آسان ہوجائیں گے (266)"

اس قسم کی آیات اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مشکلات کے حل ہونے اور ان پر غلبہ حاصل کرنے میں تقویٰ انسان کی مدد کرتا ہے۔ اب دیکھا جائے کہ تقویٰ ان موارد میں کیا تاثیر کر سکتا ہے۔ زندگی کی سختیوں اور مشکلات کو بطور کلی دو گروہ میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا گروہ۔ وہ مشکلات کہ جن کا حل کرنا انسان کے اختیار میں نہیں ہے جیسے کسی عضو کا نقص اور ایسی بیماریوں میں مبتلا ہونا کہ جو لا علاج ہیں اور ایسے خطرات کہ جن کی پیشگوئی نہیں کی جا سکتی اور اسی طرح کی دوسری مشکلات کہ جنہیں روکنا اور دور کرنا انسان کے امکان اور قدرت سے باہر ہے۔ دوسرا گروہ۔ ایسی مشکلات اور سختیاں کہ جن کے دور کرنے اور پیش بینی کرنے میں

142

ہمارا ارادہ موثر واقع ہو سکتا ہے۔ جیسے اکثر نفسیاتی اور جسمی گھریلو اور اجتماعی اور کار و کسب کی بیماریاں و غیرہ۔

تقویٰ ان دونوں مشکلات کے حل میں ایک مہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ گرچہ پہلے مشکلات کے گروہ کو روکنا اور ان کو دور کرنا ہمارے لئے عملی طور سے ممکن نہیں ہوتا لیکن ان مشکلات کے ساتھ کس طرح عمل کیا جائے یہ ہمارے اختیار میں ہوتا ہے۔ وہ انسان جو با تقویٰ ہے اور اپنے نفس کی حفاظت کے لئے پوری طرح تسلط رکھتا ہے اور دنیا کے مشکلات اور خود دنیا کو فانی اور ختم خونے والا سمجھتا ہے اور آخرت کی زندگی کو حقیقی اور باقی رہنے والی زندگی سمجھتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کی ذات لایزال کی قدرت پر اعتماد کرتا ہے۔ دنیا کے واقعات اور مشکلات کو معمولی اور وقتی جانتا ہے اور ان پر جزع اور فزع نہیں کرتا تو ایسا انسان اللہ تعالیٰ کی مشیت کے سامنے سر تسلیم خم کر دے گا۔ تقویٰ والا انسان آخرت کے جہان اور خدا سے مانوس اور عشق کرتا ہے ایسے انسان کے لئے گذر جانے والے مشکلات اور واقعات اس کی روح اور دل کے سکون کو مضطرب اور پریشان نہیں کر سکیں گے کیونکہ خود مشکلات اور حوادث اور مصائب درد نہیں لاتیں بلکہ نفس کا انہیں برداشت اور تحمل نہ کر سکتا۔ انسان کیلئے ناراحتی اور نا آرامی کو فراہم کرتا ہے اور اس کے لئے

تقوی انسان کے لئے زیادہ مدد کر سکتا ہے۔
 دوسرا گروہ_ اکثر مشکلات اور سختیاں کہ جو انسان کی زندگی کو تلخ کر دیتی ہیں ہماری بری عادات اور انسانی ہوی اور
 ہوس اور خواہشات کی وجہ سے ہم پر وارد ہوتی ہیں اور یہی بری صفات ان کا سبب بنتی ہیں۔ گھریلو زندگی کے اکثر
 مشکلات کو شوہر یا بیوی یا دونوں خواہشات نفسانی پر مسلط نہ ہونے کی وجہ سے وجود میں لاتے ہیں اور اس آگ میں
 جلتے رہتے ہیں۔
 جسے خود انہوں نے جلایا ہے اور پھر داد و قیل جزع اور فزع زد خورد کرتے ہیں۔

143

دوسری مشکلات بھی اکثر اسی وجہ سے وجود میں آتی ہیں۔ برا اخلاق جیسے حسد _ کینہ پروری، انتقام لینا، ضدبازی،
 تعصب، خودپسندی، خودبینی، طمع، بلندپروازی، تکبر و غیرہ وہ بری صفات ہیں کہ انسان کے لئے مشکلات اور مصائب
 غم اور غصہ وجود میں لاتی ہیں اور بہترین اور شیرین زندگی کو تلخ اور بے مزہ کر دیتی ہیں۔ ایسا شخص اتنا خواہشات
 نفسانی کا قیدی ہو چکا ہوتا ہے کہ وہ اپنے درد اور اس کی دواء کے پہچاننے سے عاجز ہو جاتا ہے۔ سب سے بہتر چیز جو
 ان حوادث کے واقع ہونے کو روک سکتی ہے وہی تقوی ہے اور اپنے نفس پر کنٹرول کرنا اور اس کی حفاظت کرنا ہے۔
 متقی انسان کے لئے اس طرح کے دردناک واقعات بالکل پیش ہی نہیں آتے وہ سکون قلب اور آرامش سے اپنے زندگی کو
 ادامہ دیتا ہے اور آخرت کے لئے توشہ ور زاد راہ حاصل کرتا ہے۔ دنیا کی محبت ان تمام مصائب اور گرفتاریوں کا
 سرچشمہ ہوتی ہے لیکن متقی انسان دنیا اور مافیہا کا عاشق اور فریقہ نہیں ہوتا تا کہ اس کے نہ ہونے سے رنج اور تکلیف
 کو محسوس کرے۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ دنیا کی محبت سے پرہیز کر کیونکہ یہ دنیا کی ہر مصیبت
 کی جڑ اور ہر تکلیف کی کان ہے۔ (267)

تقوی اور آزادی

ممکن ہے کہ کوئی گمان کرے کہ تقوی تو آزادی کو سلب کر لیتا ہے اور ایک محدودیت اور قید و بند وجود میں لے آتا ہے
 اور زندگی کو سخت اور مشکل بنا دیتا ہے لیکن اسلام اس گمان اور عقیدہ کو قبول نہیں کرتا اور رد کر دیتا ہے بلکہ اس کے
 بر عکس تقوی کو آزادی اور آرام اور عزت اور بزرگواری کا سبب قرار دیتا ہے اور انسان بغیر تقوی والے کو قید اور غلام
 شمار کرتا ہے۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تقوی ہدایت اور استقامت اور آخرت کے زاد راہ اور توشہ کی
 چابی ہے۔ تقوی غلامی سے آزادی اور ہلاکت سے نجات پانے کا وسیلہ ہے۔ (268)

144

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " اسلام سے بالاتر کوئی شرافت نہیں ہے۔ تقوی سے کوئی بالاتر عزت نہیں
 ہے۔ اور سب سے زیادہ قوی تقوی سے اور کوئی پناہ گاہ نہیں۔ (669)
 امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے " جو شخص تقوی کو وسیلہ بنائے تو وہ سختیاں اور دشواریاں جو نزدیک آچکی ہوں
 گی اس سے دور ہو جائیں گی تلخ کام اس کے لئے شیریں ہو جائیں گے۔ گرفتاریوں کی سخت لہریں اس سے دور ہو جائیں
 گی اور سختیاں اس کے لئے آسان ہو جائیں گی۔ (270)
 ان احادیث میں تقوی کو مشکلات کے حل کرنے اور انسان کی عزت اور آزادی کا سبب مصائب اور گرفتاریوں سے نجات
 زندگی کی دشواریوں اور تلخیوں کے لئے بہترین پناہ گاہ بتلایا گیا ہے۔ لہذا تقوی انسان کے لئے محدودیت اور آزادی سلب
 کرنے کا موجب نہیں ہوتی بلکہ انسان کی شخصیت کو زندہ کرتا ہے اور تقوی، شہوت، غضب، انتقام جوئی، کینہ پروری،
 خودخواہی، خودپسندی، تعصب، لجاجت، طمع، دولت پرستی، خودپرستی، شہوت پرستی، مقام و منصب پرستی، شکم
 پرستی، شہرت پرستی سے آزاد کرتا ہے انسان کی شخصیت اور عقل کو قوی کرتا ہے تا کہ وہ غرائز اور طغیان کرنے
 والی قوتوں پر غالب آجائے اور انہیں اعتدال پر رکھے اور واقعی مصلحتوں کے لحاظ سے ہدایت اور رہبری کرے اور
 افراط اور تفریط کے کاموں سے رکاوٹ بنے۔
 قرآن مجید فرماتا ہے " ان لوگوں کو دیکھتا ہے کہ جنہوں نے خواہشات نفس کو اپنا خدا بنا رکھا ہے اس کے باوجود جانتا ہے
 کہ خدا نے اسے گمراہ کر دیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگادی ہے اور اس کی آنکھوں پر تاریکی کے پردے ڈالے
 گئے ہیں پس کون اسے خدا کے بعد ہدایت کرے گا؟ کیا وہ نصیحت حاصل نہیں کرتا؟ (271)

درست ہے کہ جو شخص اپنی نفس خواہشات کے سامنے سر تسلیم کر چکا ہے اور ان کے حاصل کرنے میں کسی برائی اور قباحت کی پروا نہیں کرتا اور دیوانوں کی طرح اس کی تلاش اور کوشش کرتا ہے اور عقل کی بھلائی آواز کو نہیں سنتا اور پیغمبروں کی راہنمائی پر کان نہیں رہتا ایسا شخص یقیناً خواہشات نفس کا قیدی اور غلام اور نوکر اور مطیع ہے۔ نفس کی خواہشات نے انسان کی شخصیت اور گوہر نایاب کو جو عقل ہے اسے مغلوب کر رکھا ہے اور اپنے دام میں پھنسا لیا ہے ایسے شخص کے لئے آزاد ہونے طور آزادی حاصل کرنے کے لئے تقویٰ کے اور کوئی راستہ موجود نہیں ہے لہذا تقویٰ محدود نہیں کرتا بلکہ انسان کو آزاد بخشتا ہے۔

تقویٰ اور بیماریوں کا علاج

یہ مطلب پہلے ثابت کیا جا چکا ہے کہ برے اخلاق جیسے حسد، بغض، انتقام جوئی، عیب جوئی، غضب، تعصب، طمع، خودبینی، تکبر، خوف، بے آردگی، وسوسہ و غیرہ یہ تمام نفسانی بیماریاں ہیں ان مرضوں میں مبتلا انسان مجازی طور سے نہیں بلکہ حقیقی لحاظ سے بیمار ہے اور یہ مطلب بھی علوم میں ثابت ہو چکا ہے کہ نفس اور جسم میں فقط مضبوط ربط اور اتصال ہی برقرار نہیں ہے بلکہ یہ دونوں متحد ہیں اور اسی ربط اور اتصال سے ایک دوسرے پر اثر انداز اور متاثر ہوتے ہیں۔ جسمانی بیماریاں نفس انسان کو ناراحت اور پریشان کرتی ہیں اس کے برعکس روحانی اور نفسانی بیماریاں جیسے معدے اور انتڑیوں میں زخم اور ورم اور بد ہضمی اور غذا کا کھٹا پن ہوجانا سر اور دل کا درد ممکن ہے کہ وہ بھی برے اخلاق جیسے حسد، بغض اور کینہ طمع اور خودخواہی اور بلند پروازی سے ہی وجود میں آجائیں۔ مشاہدہ میں آیا ہے کہ مضر اشیاء کی عادت شہوات رانی میں افراط اور زیادہ روی کتنی خطرناک بیماریوں کو موجود کر دیتی ہیں جیسے کہ پہلے گذر چکا ہے کہ نفسانی بیماریوں کا صرف ایک ہی علاج ہے اور وہ ہے تقویٰ لہذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ

انسانی کی جسمانی اور نفسیاتی بیماریوں اور ان سے سلامتی اور صحت میں تقویٰ بہت ہی زیادہ تاثر کرتا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام نے تقویٰ کے بارے میں فرمایا ہے کہ "تقویٰ تمہارے جسموں کی بیماریوں کی دواء ہے اور تمہارے فاسد دلوں کی اصلاح کرتا ہے اور تمہارے نفوس کی کٹافتوں کو پاک کرتا ہے؟ (272)

خودسازی

یعنی

تزکیہ و تہذیب نفس

متقیوں کے اوصاف

اگر تقویٰ کو بہتر پہچاننا چاہئیں اور متقین کی صفات اور علامتوں سے بہتر واقف ہونا چاہئیں تو ضروری ہے کہ ہمام کے خطبے کا جو نہج البلاغہ میں سے اس کا ترجمہ کر دیں۔

ہمام ایک عابد انسان اور امیر المومنین علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھا ایک دن اس نے حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا یا امیر المومنین۔ آپ میرے لئے متقین کی اس طرح صفات بیان فرمائیں کہ گویا میں ان کو دیکھ رہا ہوں۔ امیر المومنین علیہ السلام نے اس کے جواب میں تھوڑی دیر کی اور پھر آپ نے اجمالی طور سے فرمایا اے ہمام تقویٰ کو اختیار کر اور نیک کام انجام دینے والا ہو جا کیونکہ خدا قرآن میں فرماتا ہے کہ خدا متقین اور نیکوکاروں کے ساتھ ہے ہمام نے آپ کے اس مختصر جواب پر اکتفا نہیں کی اور آنحضرت کو قسم دی کہ اس سے زیادہ وضاحت کے ساتھ بیان فرمائیں۔ اس وقت آنحضرت (ع) نے حمد و ثناء باری تعالیٰ اور پیغمبر (ص) پر درود و سلام کے بعد فرمایا۔ خداوند عالم

انہیں لوگوں کو پیدا کیا جب کہ ان کی اطاعت سے بے نیاز تھا اور ان کی نافرمانیوں سے آمان اور محفوظ تھا کیونکہ گناہگاروں کی نافرمانی اسے کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتی اور فرمانبرداری کی اطاعت اسے کوئی فائدہ نہیں دے سکتی۔ ان کی روزی ان میں تقسیم کردی اور ہر آدمی کو اس کی مناسب جگہ پر برقرار کیا۔ متقی دنیا میں اہل فضیلت ہیں۔ گفتگو میں سچے۔ لباس پہننے میں میانہ رو۔ راستہ چلنے میں متواضع۔ حرام کاموں سے آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔ جو علم

148

انہیں فائدہ دیتا ہے اے سنتے ہیں مصیبتوں اور گرفتاریوں میں اس طرح ہوتے ہیں جس طرح آرام اور خوشی میں ہوتے ہیں۔ اگر موت ان کے لئے پہلے سے معین نہ کی جا چکی ہوتی تو ثواب کے شوق اور عتاب کے خوف سے ایک لحظہ بھی ان کی جان ان کے بدن میں قرار نہ پاتی۔ خدا ان کی نگاہ میں بہت عظیم اور بزرگ ہے اسی لئے غیر خدا ان کی نگاہ میں معمولی نظر آتا ہے۔ بہشت کی نسبت اس شخص کی مانند ہیں کہ جس نے بہشت کو دیکھا ہے اور بہشت کی نعمتوں سے بہرہ مند ہو رہا ہے۔ اور جہنم کی نسبت اس شخص کی طرح ہیں کہ جس نے اسے دیکھا ہے اور اس میں عذاب پا رہا ہے۔ ان کے دل محزون ہیں اور لوگ ان کے شر سے آمان میں ہیں۔ ان کے بدن لاغر اور ان کی ضروریات تھوڑی ہیں۔ ان کے نفس عقیق اور پاک ہیں۔ اس دنیا میں تھوڑے دن صبر کرتے ہیں تا کہ اس کے بعد ہمیشہ کے آرام اور خوشی میں جا پہنچیں اور یہ تجارت منفعت آور ہے جو ان کے پروردگار نے ان کے لئے فراہم کی ہے۔ دنیا ان کی طرف رخ کرتی ہے لیکن وہ اس کے قبول کرنے سے روگرداغن کرتے ہیں۔ دنیا انہیں اپنا قیدی بنانا چاہتی ہے لیکن وہ اپنی جان خرید لیتے ہیں اور آزاد کرا لیتے ہیں۔ رات کے وقت نماز کے لئے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ قرآن کی آیات کو سوچ اور بچار سے پڑھتے ہیں۔ اس میں سوچنے اور فکر کرنے سے اپنے آپ کو غمگین اور محزون بناتے ہیں اور اسی وسیلے سے اپنے درد کی دواء ڈھونڈتے ہیں جب ایسی آیت کو پڑھتے ہیں کہ جس میں شوق دلایا گیا ہو تو وہ امید وار ہوجاتے ہیں اور اس طرح شوق میں آتے ہیں کہ گویا جزا اور ثواب کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے ہیں۔ اور جب ایسی آیت کو پڑھتے ہیں کہ جس میں خوف اور ترس ہو تو دل کے کانوں سے اس کی طرف اس طرح توجہ کرتے ہیں کہ گویا دوزخ میں رہنے والوں کی آہ و زاری اور فریاد ان کے کانوں میں سنائی دے رہی ہے۔ رکوع کے لئے خم ہوتے ہیں اور سجدے کے لئے اپنی پیشانیوں اور ہتھیلیوں اور پائوں اور زانوں کو زمین پر بچھا دیتے ہیں اپنے نفس کی آزادی کو خدا سے تقاضا کرتے ہیں۔ جب دن ہوتا ہے تو بردبار دانا نیکوکار اور باتقوی ہیں۔

149

خدا کے خوف نے ان کو اس تیر کی مانند کر دیا ہے کہ جسے چھیلا جائے اور لاغر اور کمزور کر دیا ہے۔ انہیں دیکھنے والے گمان کرتے ہیں کہ وہ بیمار ہیں جب کہ وہ بیمار نہیں ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ دیوانے ہیں جب کہ وہ دیوانے نہیں ہیں بلکہ قیامت جیسی عظیم چیز میں فکر کرنے نے ان کو اپنے آپ سے بے خود کر دیا ہے۔ اپنے تھوڑے عمل پر راضی نہیں ہوتے اور زیادہ عمل کو زیادہ نہیں سمجھتے۔ اپنی روح اور نفس کو اس گمان میں کہ وہ اطاعت میں کوتاہی کر رہے ہیں متہم کرتے ہیں اور اپنے اعمال سے خوف اور ہراس میں ہوتے ہیں۔ جب ان میں سے کسی کی تعریف کی جائے تو جو اس کے بارے میں کہا گیا ہے اس سے ڈرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اپنے آپ کو دو سروں سے بہتر پہچانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہم سے زیادہ آگاہ اور باخبر ہے۔ خدایا جو کچھ ہمارے بارے میں کہا گیا ہے اس پر ہمارا مواخذہ نہ کرنا اور اس سے بالاتر قرار دے جو وہ گمان کرتے ہیں اور ان گناہوں کو جو دوسرے نہیں جانتے بخش دے۔ اہل تقویٰ کی نشانی یہ ہے کہ تو اسے دینی معاملہ میں نرمی اور دور اندیشی کے ساتھ قوی دیکھے گا اور یقین میں با ایمان اور مضبوط۔ علم کے حصول میں حریص بردباری میں دانشمند مالدار ہوتے ہوئے۔ میانہ روی، عبادت باخشوع اور فقر میں آبرو مند اور با وقار۔ سختیوں میں صبر کرنے والے۔ حلال روزی کے حاصل میں کوشش کرنے والے۔ ہدایت کے طلب کرنے میں علاقمندی۔ طمع سے دور اور سخت جان۔ نیک کام کرنے کے باوجود خوف زدہ ہیں۔ رات کے وقت شکرانہ ادا کرنے میں ہمت باندھتے ہیں اور دن میں ذکر اور خدا کی یاد کو اہمیت دینے والے۔ رات کو اس ڈر سے کہ شاید غفلت برتی ہو خوف زدہ۔ دن کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم و رحمت کیوجہ سے خوشحال۔ اگر نفس نے کہ جسد وہ پسند نہیں کرتا سختی برتی تو وہ بھی س کے بدلے جسے نفس پسند کرتا ہے بجا نہیں لاتے۔ اس کا رابط اور علاقمند نیک کاموں سے ہوتا ہے اور فنا ہوتے والی دنیاوی چیز کی طرف میلان نہیں رکھتے۔ تحمل اور بردباری کو عقلمندی سے اور گفتار

کو کردار کے ساتھ ملاتے ہے۔ اسے دیکھے گا کہ اس کی خواہشات تھوڑی اور اس کی خطائیں بھی کم۔ دل خشوع کرنے والا اور نفس قناعت رکھنے والا۔ اس کی خوراک تھوڑی اور اسے کام آسان اس کا دین محفوظ اور اس کی نفسانی خواہشات ختم ہو چکی ہیں اور غصہ بیٹھ چکا ہے۔ لوگ اس کے احسان اور نیکی کی امید رکھتے ہیں اور اس کے شر سے امن و امان میں ہیں اگر لوگوں میں غافل اور بے خبر نظر آ رہا ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے والا شمار ہو رہا ہو گا اور اگر ذکر کرنے والوں میں موجود ہوا تو وہ غفلت کرنے والوں میں شمار نہیں ہوگا۔

گالیاں دینے سے پرہیز کرتا ہے نرمی سے بات کرتا ہے۔ برے کام اس سے نہیں دیکھے جاتے اور نیک کاموں میں ہر جگہ حاضر ہوتا ہے۔ خیرات اور نیکی کی طرف قدم بڑھانے والا اور برائیوں سے بھاگ جانے والا ہوتا ہے۔ سختیوں میں باوقار اور مصیبتوں میں صبر کرنے والا آرام اور آسائشے میں شکر گزار جو اس کے نزدیک میغوض ہے اس پر ظلم نہیں کرتا۔ جس کو دوست رکھتا ہے اس کے لئے گناہ نہیں کرتا گواہوں کی گواہی دینے سے پہلے حق کا اقرار کر لیتا ہے۔ جسے حفظ کر لیا ہے اسے ضائع نہیں کرتا اور جو اسے بتلایا جائے اسے نہیں بھلاتا۔ کسی کو برے لقب سے نہیں بلاتا۔ ہمسایہ کو نقصان نہیں پہنچاتا۔ لوگوں پر جب مصیبتیں ٹوٹ پڑیں تو اس سے خوشی نہیں کرتا۔ باطل کے راستے میں قدم نہیں رکھتا اور حق سے خارج نہیں ہوتا۔ اگر چپ رہے تو چپ رہنے سے غمگین نہیں ہوتا اگر ہنسے تو ہنسنے کی آواز بلند نہیں ہوتی اور اگر اس پر ظلم کیا جائے تو صبر کرتا ہے تا کہ اس کا انتقام اس کے لئے لے لے۔ اس کا نفس اس کی طرف سے سختی میں ہوتا ہے لیکن لوگوں کے نفس اس کی طرف سے آرام اور آسائشے میں ہوتے ہیں آخری کاموں کے لئے اپنے نفس کو سختیوں میں ڈالتا ہے اور لوگوں کو اپنی جانب سے آرام اور آسائشے پہنچاتا ہے۔ اس کا کسی سے دور ہوجانا زہد اور عفت کی وجہ سے ہوتا ہے اور کسی سے نزدیک ہونا خوش خلقی اور مہربانی سے ہوتا ہے دور ہونا تکبر اور خودخواہی کیوجہ سے نہیں ہوتا اور نزدیک ہونا مکرر اور فریب

سے نہیں ہوتا۔

راوی کہتا ہے کہ جب امیر المومنین کی کلام اس جگہ پہنچی تو ہمام نے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہو گیا۔ اور اپنی روح خالق کے سپرد کر دی۔ آنحضرت (ع) نے فرمایا ہیں " اس طرح کی پیش آمد کیوجہ سے اس کے بارے میں خوف زدہ تھا۔ آپ نے اس کے بعد فرمایا لائق افراد میں وعظ اس طرح کا اثر کرتے ہیں۔ (273)

نفس پر کنٹرول کرنے اور اسے پاک کرنے کا اہم سبب مراقبت ہوتا ہے

اپنے آپ کو بنانے اور سنوارنے اور نفس کو پاک کرنے کا ایک اہم سبب نفس پر مراقبت اور توجہ رکھنا ہوتا ہے۔ جو انسان اپنی سعادت کے متعلق سوچنا اور فکر رکھتا ہو وہ برے اخلاق اور نفسانی بیماریوں سے غافل نہیں رہ سکتا بلکہ اسے ہر وقت اپنے نفس پر توجہ رکھنی چاہئے اور تمام اخلاق اور کردار ملکات اور افکار کو اپنے کنٹرول میں رکھنا چاہئے اور اس پر پوری نگاہ رکھے۔ ہم اس مطلب کو کئی ایک مطالب کے ضمن میں بیان کرتے ہیں۔

اعمال کا ضبط کرنا اور لکھنا

قرآن اور احادیث پیغمبر اور اہلبیت علیہم السلام سے معلوم ہوتا کہ انسان کے تمام اعمال حرکات گفتار سانس لینا افکار اور نظریات نیت تمام کے تمام نامہ اعمال میں ضبط اور ثبت کئے جاتے ہیں اور قیامت تک حساب دینے کے لئے باقی رہتے ہیں اور ہر ایک انسان قیامت کے دن اپنے اچھے برے اعمال کی جزا اور سزا دیا جائیگا جیسے خدا قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ " قیامت کے دن لوگ گروہ در گروہ خارج ہونگے تا کہ وہ اپنے اعمال کو دیکھ لیں جس نے ایک ذرا بھر نیکی انجام دی ہوگی وہ اسے دیکھے گا اور

جس نے ذرا بھر برائی انجام دی ہوگی اسے دیکھے گا۔ (274)

نیز فرماتا ہے کہ " کتاب رکھی جائیگی مجرموں کو دیکھے گا کہ وہ اس سے جو ان کے نامہ اعمال میں ثبت ہے خوف زدہ ہیں اور کہتے ہونگے کہ یہ کیسی کتاب ہے کہ جس نے تمام چیزوں کو ثبت کر رکھا ہے اور کسی چھوٹے بڑے کام کو نہیں چھوڑا اپنے تمام اعمال کو حاضر شدہ دیکھیں گے تیرا خدا کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ (275)

خدا فرماتا ہے "قیامت کے دن جس نے جو عمل خیر انجام دیا ہوگا حاضر دیکھے گا اور جن برے عمل کا ارتکاب کیا ہوگا اسے بھی حاضر پائیگا اور آرزو کرے گا کہ اس کے اور اس کے عمل کے درمیان بہت زیادہ فاصلہ ہوتا۔ (276)

خدا فرماتا ہے " کوئی بات زبان پر نہیں لاتا مگر اس کے لکھنے کے لئے فرشتے کو حاضر اور نگاہ کرنے والا پائے گا۔ (277)

اگر ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ انسان کے تمام اعمال اور کردار حرکات اور گفتار یہاں تک کہ افکار اور نظریات سوچ اور فکر لکھے جاتے ہیں تو پھر ہم کس طرح ان کے انجام دینے سے غافل رہ سکتے ہیں؟

قیامت میں حساب

بہت زیادہ آیات اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن بہت زیادہ وقت سے بندوں کا حساب لیا جائیگا۔ بندوں کے تمام اعمال چھوٹے بڑے کا حساب لیا جائیگا اور معمولی سے معمولی کام سے بھی غفلت نہیں کی جائیگی جیسے خداوند عالم قرآن میں فرماتا ہے کہ " عدالت کے ترازو کو قیامت کے دن نصب کیا جائیگا اور کسی طرح ظلم نہیں کیا جائیگا اگر خردل کے دانہ کے ایک مثقال برابر عقل کیا ہوگا تو اسے بھی حساب میں لایا جائیگا اور خود ہم حساب لینے کے لئے کافی ہیں۔ (278)

نیز فرماتا ہے " جو کچھ باطن اور اندر میں رکھتے ہو خواہ اسے ظاہر کرو یا چھپائے رکھو خدا تم سے اس کا بھی حساب لے گا۔ (279)

154

نیز خدا فرماتا ہے " اعمال کا وزن کیا جانا قیامت کے دن حق کے مطابق ہوگا جن کے اعمال کا پلڑا بھاری ہوگا وہ نجات پائیں گے اور جن کے اعمال کا پلڑا ہلکا ہوگا تو انہوں نے اپنے نفس کو نقصان پہنچایا ہے اس لئے کہ انہوں نے ہماری آیات پر ظلم کیا ہے۔ (280) قرآن مجید میں قیامت کو یوم الحساب کہا گیا ہے اور خدا کو سریع الحساب یعنی بہت جلدی حساب لینے والا کہا گیا ہے۔

آیات اور بہت زیادہ روایات کی رو سے ایک سخت مرحلہ جو تمام بندوں کے لئے پیش لانے والا ہے وہ اعمال کا حساب و کتاب اور ان کا تولا جانا ہے۔ انسانی اپنی تمام عمر میں تھوڑے تھوڑے اعمال بالاتا ہے اور کئی دن کے بعد انہیں فراموش کر دیتا ہے حالانکہ معمولی سے معمولی کام بھی اس صفحہ ہستی سے نہیں مٹتے بلکہ تمام اس دنیا میں ثبت اور ضبط ہوجاتے ہیں اور انسان کے ساتھ باقی رہ جاتے ہیں گرچہ انسان اس جہان میں بطور کلی ان سے غافل ہی کیوں نہ ہو چکا ہو۔ مرنے کے بعد جب اس کی چشم بصیرت روشن ہوگی تو تمام اعمال ایک جگہ اکٹھے مشاہدہ کرے گا اس وقت اسے احساس ہوگا کہ تمام اعمال گفتار اور کردار عقائد اور افکار حاضر ہیں اور اس کے ساتھ موجود ہیں اور کسی وقت اس سے جدا نہیں ہوتے۔

خداوند عالم قرآن میں فرماتا ہے کہ " ہر آدمی قیامت کے دن حساب کے لئے محشر میں اس حالت میں آئے گا کہ ایک فرشتہ اسے لے آ رہا ہوگا اور وہ اس کے پر نیک اور بد کا گواہ بھی ہوگا اسے کہا جائے گا تو اس واقعیت اور حقیقت سے غافل تھا لیکن آج تیری باطنی انکھ بینا اور روشن ہوگئی ہے۔ (281)

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے کہ " قیامت کے دن خدا کا بندہ ایک قدم نہیں اٹھائیگا مگر اس سے چار چیزوں کا سوال کیا جائیگا۔ اس کی عمر سے کہ کس راستے میں خرچ کی ہے۔ اس کی جوانی سے کہ اسے کس راستے میں خرچ کیا ہے۔ اس کے مال سے کہ کس طریقے سے کمایا اور کہاں خرچ کیا ہے۔ اور ہم اہلبیت کی دوستی کے بارے میں سوال کیا جائیگا۔ (282)

155

ایک اور حدیث میں پیغمبر (ص) نے فرمایا ہے کہ " بندے کو قیامت کے دن حساب کے لئے حاضر کریں گے۔ ہر ایک دن

کے لئے کہ اس نے دنیا میں زندگی کی ہے۔ ہر دن رات کے ہر ساعت کے لئے چوبیس خزانے لائیں گے ایک خزینہ کو کھولیں گے جو نور اور سرور سے پر ہوگا۔ خدا کا بندہ اس کے دیکھنے سے اتنا خوشحال ہوگا کہ اگر اس کی خوشحالی کو جہنمیوں کے درمیان تقسیم کیا جائے تو وہ کسی درد اور تکلیف کو محسوس نہیں کریں گے یہ وہ ساعت ہوگی کہ جس میں وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مشغول ہوا تھا۔ اس کے بعد ایک دوسرے خزینہ کو کھولیں گے کہ جو تاریخ اور ربدبو دار وحشت اور ہوگا خدا کا بندہ اس کے دیکھنے سے اس طرح جزع اور فزع کرے گا کہ اگر اسے بہشتیوں میں تقسیم کیا جائے تو بہشت کی تمام نعمتیں ان کے لئے ناگوار ہو جائیں گی یہ وہ ساعت تھی کہ جس میں وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر رہا تھا۔ اس کے بعد اس کے لئے تیسرے خزانہ کو کھولیں گے کہ جو بالکل خالی ہوگا نہ اس میں خوش کرنے والا عمل ہوگا اور نہ غم لانے والا عمل ہوگا یہ وہ ساعت ہے کہ جس میں خدا کا بندہ سویا ہوا تھا یا مباح کاموں میں مشغول ہوا تھا۔ خدا کا بندہ اس کے دیکھنے سے بھی غمگین اور افسوس ناک ہوگا کیونکہ وہ اسے دنیا میں اچھے کاموں سے پر کر سکتا تھا اور کوتاہی اور سستی کی وجہ سے اس نے ایسا کیا تھا۔ اسی لئے خداوند عالم قیامت کے بارے میں فرماتا ہے کہ یوم التاغین یعنی خسارے اور نقصان کا دن (283)

قیامت کے دن بندوں کا بطور وقت حساب لیا جائیگا اور انکا انجام معین کیا جائیگا تمام گذرے ہوئے اعمال کا حساب لیا جائے گا۔ انسان کے اعضاء اور جوارح پیغمبر اور فرشتے یہاں تک زمین گواہی دے گی بہت سخت حساب ہوگا اور اس پر انسان کا انجام معین کیا جائے گا دل حساب کے ہونے کی وجہ سے دھڑک رہے ہونگے اور بدن اس سے لرزہ باندھ ہونگے ایسا خوف ہوگا کہ مائیں اپنے شیرخوار بچوں کو بھول جائیں گی اور حاملہ عورتیں بچے سقط کر دیں گی تمام لوگ مضطرب ہونگے کہ ان کا انجام کیا ہوگا کیا ان کے حساب کا نتیجہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور آزادی کا پروانہ ہوگا اور پیغمبروں

156

اور اولیاء خدا کے سامنے سر خروی اور بہشت میں ہمیشہ کی زندگی ہوگی۔ اللہ کے نیک بندوں کی ہمسایگی ہوگی یا اللہ تعالیٰ کا غیظ اور غضب لوگوں کے درمیانی رسوائی اور دوزخ میں ہمیشہ کی زندگی ہوگی۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بندوں کا حساب ایک جیسا نہیں ہوگا۔ بعض انسانوں کا حساب بہت سخت اور مشکل اور طولانی ہوگا۔ دوسری بعض کا حساب آسان اور سادہ ہوگا۔ حساب مختلف مراحل میں لیا جائیگا۔ اور ہر مرحلہ اور متوقف میں ایک چیز سے سوال کیا جائے گا سب سے زیادہ سخت مرحلہ اور موقف مظالم کا ہوگا اس مرحلہ میں حقوق الناس اور ان پر ظلم اور جور سے سوال کیا جائیگا اس مرحلہ میں پوری طرح حساب لیا جائیگا اور ہر ایک انسان اپنا قرض دوسرے قرض خواہ کو ادا کرے گا۔ جائے تاسف ہے کہ وہاں انسان کے پاس مال نہیں ہوگا کہ وہ قرض خواہوں کا قرض ادا کر کر سکے ناچار اس کو اپنی نیکیوں سے ادا کرے گا اگر اس کے پاس نیکیاں ہوں تو ان کو لے کر مال کے عوض قرض خواہوں کو ادا کرے گا اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوں تو قرض خواہوں کی برائیوں کو اس کے نام اعمال میں ڈال دیا جائیگا بہر حال وہ بہت سخت دن ہوگا۔ خداوند عالم ہم تمام کی فریاد رسی فرمائے۔ آمین۔

البتہ حساب کی سختی اور طوالت تمام انسانوں کے لئے برابر نہ ہوگی بلکہ انسان کی اچھائیوں اور برائیوں کے حساب سے فرق کرے گی لیکن خدا کے نیک اور متقی اور لائق بندوں کے لئے حساب تھوڑی مدت میں اور آسان ہوگا۔ پیغمبر اکرم نے اس شخص کے جواب میں کہ جس نے حساب کے طویل ہونے کے بارے میں سوال کیا تھا۔ فرمایا۔ "خدا کی قسم کہ مومن پر اتنا آسان اور سہل ہوگا کہ واجب نماز کے پڑھنے سے بھی آسانتر ہوگا۔ (284)

قیامت سے پہلے اپنا حساب کریں

جو شخص قیامت حساب اور کتاب اور اعمال اور جزاء اور سزا کا عقیدہ اور ایمان

157

رکھتا ہے اور جانتا ہے کہ تمام اعمال ضبط اور ثبت ہو رہے ہیں اور قیامت کے دن بہت وقت سے انکا حساب لیا جائے گا اور ان کی اچھی یا بری جزاء اور سزا دی جائیگی وہ کس طرح اپنے اعمال اور کردار اور اخلاق سے لا پرواہ اور بے تفاوت نہیں ہوسکتا ہے؟ کیا وہ یہ نہ سوچے کہ دن اور رات ماہ اور سال اور اپنی عمر میں کیا کر رہا ہے؟ اور آخرت کے لئے کونسا زاد راہ اور توشہ بھیج رہا ہے؟ ایمان کا لازمہ یہ ہے کہ ہم اسی دنیا میں اپنے اعمال کا حساب کر لیں اور خوب غور اور فکر کریں کہ ہم نے ابھی تک کیا انجام دیا ہے اور کیا کر رہے ہیں؟ حساب کر لیں اور خوب غور اور فکر کریں کہ

ہم نے ابھی تک کیا انجام دیا ہے اور کیا کر رہے ہیں؟ بعینہ اس عقلمند تاجر کی طرح جو ہر روز اور ہر مہینے اور سال اپنی آمدن خرچ کا حساب کرتا ہے کہ کہیں اسے نقصان نہ ہو جائے اور اس کا سرمایہ ضائع نہ ہو جائے۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " اس سے پہلے کہ تمہارا قیامت کے دن حساب لیا جائے اسی دن میں اپنے اعمال کو ناپ تول لو۔ (285) حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " جو شخص اسی دنیا میں اپنا حساب کر لے وہ فائدہ میں رہے گا۔ (286)

امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " وہ ہم میں سے نہیں ہے جو ہر روز اپنا حساب نہیں کرتا اگر اس نے نیک کام انجام دیئے ہوں تو اللہ تعالیٰ سے اور زیادہ کی توفیق طلب کرے اور اگر برے کام انجام دیئے ہوں تو استغفار اور توبہ کرے۔ (287)

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " جو اپنے آپ کا حساب کر لے وہ فائدہ میں ہوگا اور جو اپنے حساب سے غافل ہوگا وہ نقصان اٹھائیگا۔ جو اس دنیا میں ڈرے وہ قیامت کے دن امن میں ہوگا اور جو نصیحت حاصل کرے وہ آگاہ ہو جائیگا جو شخص دیکھے وہ سمجھے گا اور جو سمجھے گا وہ دانا اور عقلمند ہو جائیگا۔ (288)

پیغمبر اکرم نے جناب ابوذر سے فرمایا " اے ابوذر اس سے پہلے کہ تیرا حساب قیامت میں لیا جائے تو اپنا حساب اسی دنیا میں کر لے کیونکہ آج کا حساب آخرت کے حساب سے زیادہ آسان ہے اپنے نفس کو قیامت کے دن وزن کئے جانے سے پہلے اسی

158

دنیا میں وزن کر لے اور اسی وسیلے سے اپنے آپ کو قیامت کے دن کے لئے کہ جس دن تو خدا کے سامنے جائے گا اور معمولی سے معمولی چیز اس ذات سے مخفی نہیں ہے آمادہ کر لے۔ آپ نے فرمایا اے ابانر انسان متقی نہیں ہوتا مگر یہ کہ وہ اپنے نفس کا حساب اس سے بھی سخت جو ایک شریک دوسرے شریک سے کرتا ہے کرے انسان کو خوب سوچنا چاہئے کہ کھانے والی پینے والی پہننے والی چیزیں کس راستے سے حاصل کر رہا ہے۔ کیا حلال سے ہے یا حرام سے؟ اے ابانر جو شخص اس کا پابند نہ ہو کہ مال کو کس طریقے سے حاصل کر رہا ہے خدا بھی پرواہ نہیں کرے گا کہ اسے کس راستے سے جہنم میں داخل کرے۔ (289)

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا ہے " اے آدم کی اولاد تو ہمیشہ خیر و خوبی پر ہوگا جب تک اپنے نفس میں وعظ کرنے والا رکھے رہے گا اور اپنے نفس کے حساب کرتے رہنے کا پابند رہے گا اور اللہ کا خوف تیرا ظاہر ہوا اور محزون ہونا تیرا باطن ہو۔ اے آدم کا فرزند تو مرجائیگا اور قیامت کے دن اٹھایا جائیگا اور اللہ تعالیٰ اور اللہ کے عدل کے ترازو کے سامنے حساب کے لئے حاضر ہوگا لہذا قیامت کے دن حساب دینے کے لئے آمادہ ہو جاؤ۔ (290)

انسان اس جہان میں تاجر کی طرح ہے کہ اس کا سرمایہ اس کی محدود عمر ہے یعنی یہی دن اور رات ہفتے اور مہینے اور سال۔ یہ عمر کا سرمایہ ہو نہ ہو خرچ ہو کر رہے گا۔ اور آہستہ آہستہ موت کے نزدیک ہو جائیگا جوانی بڑھاپے میں طاقت کمزوری میں اور صحت اور سلامتی بیماری میں تبدیل ہو جائیگی اگر انسان نے عمر کو نیک کاموں میں خرچ کیا اور آخرت کے لئے توشہ اور زاد راہ بھیجا تو اس نے نقصان اور ضرر نہیں کیا کیونکہ اس نے اپنے لئے مستقبل سعادت مند اور اچھا فراہم کر لیا لیکن اگر اس نے عمر کے گران قدر سرمایہ جوانی اور اپنی سلامتی کو ضائع کیا اور اس کے مقابلے میں آخرت کے لئے نیک عمل ذخیرہ نہ بنایا بلکہ برے اخلاق اور گناہ کے ارتکاب سے اپنے نفس کو کثیف اور آلودہ کیا تو اس نے اتنا بڑا نقصان اٹھایا ہے کہ جس کی تلافی نہیں کی جا

159

سکتی۔

خداوند عالم قرآن میں فرماتا ہے " عصر کی قسم کہ انسان نقصان اور خسارہ میں ہے مگر وہ انسان جو ایمان لائیں اور نیک عمل بجالائیں اور حق اور بردباری کی ایک دوسرے کو سفارش کریں۔ (291)

امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "عقل وہ ہے جو آج کے دن میں کل یعنی قیامت کی فکر کرے اور اپنے آپ کو آزاد کرنے کی کوشش کرے اور اس کے لئے کہ جس سے بھاگ جانا یعنی موت سے ممکن نہیں ہے نیک اعمال انجام دے۔ (292)

نیز آنحضرت فرمایا ہے کہ "جو شخص اپنا حساب کرے تو وہ اپنے عیبوں کو سمجھ پاتا ہے اور گناہوں کو معلوم کر لیتا ہے

اور پھر گناہوں سے توبہ کرتا ہے اور اپنے عیبوں کی اصلاح کرتا ہے۔ (293)

کس طرح حساب کریں

نفس پر کنٹرول کرنا سادہ اور آسان کام نہیں ہوتا بلکہ سوچ اور فکر اور سیاست بردباری اور حتمی ارادے کا محتاج ہوتا ہے۔ کیا نفس امارہ اتنی آسانی سے رام اور مطیع ہو سکتا ہے؟ کیا اتنی سادگی سے فیصلے اور حساب کے لئے حاضر ہوجاتا ہے؟ کیا اتنی آسانی سے حساب دے دیتا ہے؟ امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "جس نے اپنے نفس کو اپنی تدبیر اور سیاست کے کنٹرول میں نہ دیا تو اس نے اسے ضائع کر دیا ہے۔ (294)

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "کہ جس شخص نے اپنے نفس کا فریب اور دھوکہ دینا مول لے لیا تو وہ اس کو ہلاک میں ڈال دے گا۔ (295)

آنحضرت نے فرمایا ہے کہ "جس شخص کے نفس میں بیداری اور آگاہی ہو تو خداوند عالم کی طرف سے اس کے لئے نگاہ بان معین کیا جائیگا۔ (296)

نیز آنحضرت (ص) نے فرمایا ہے کہ "پے در پے جہاد سے اپنے نفس کے مالک بنو

160

اور اپنے کنٹرول میں رکھو۔ (297) نفس کے حساب کو تین مرحلوں میں انجام دیا جائے تاکہ تدریجاً وہ اس کی عادت کرے اور مطیع ہوجائے۔

خودسازی

یعنی

تزکیہ و تہذیب نفس

1_ مشارطہ اور عہد لینا

نفس کے حساب کو اس طرح شروع کریں دن کی پہلی گھڑی میں ہر روز کے کاموں کے انجام دینے سے پہلے ایک وقت مشارطہ کے لئے معین کر لیں مثال کے طور پر صبح کی نماز کے بعد ایک گوشہ میں بیٹھ جائیں اور اپنے آپ سے گفتگو کریں اور یوں کہیں۔ ابھی مینزندہ ہوں لیکن یہ معلوم نہیں کہ کب تک زندہ رہوں گا۔ شاید ایک گھنٹہ یا اس کم اور زیادہ زندہ رہوں گا۔ عمر کا گذرا ہوا وقت ضائع ہو گیا ہے لیکن عمر کا باقی وقت ابھی میرے پاس موجود ہے اور یہی میرا سرمایہ بن سکتا ہے بقیہ عمر کے ہر وقت میں آخرت کے لئے زاد راہ مہیا کر سکتا ہوں اور اگر ابھی میری موت آگئی اور حضرت عزرائیل علیہ السلام میری جان قبض کرنے کے لئے آگئے تو ان سے کتنی خواہش اور تمنا کرتا کہ ایک دن یا ایک گھڑی اور میری عمر میں زیادہ کیا جائے؟

اے بیچارے نفس اگر تو اسی حالت میں ہو اور تیری یہ تمنا اور خواہش پوری کر دی جائے اور دوبارہ مجھے دنیا میں لٹا دیا گیا تو سوچ کہ تو کیا کرے گا؟ اے نفس اپنے آپ اور میرے اوپر رحم کر اور ان گھڑیوں کو بے فائدہ ضائع نہ کر سستی نہ کر کہ قیامت کے دن پشیمان ہوگا۔

لیکن اس دن پشیمانی اور حسرت کوئی فائدہ نہیں دے گی۔ اے نفس تیری عمر کی ہر گھڑی کے لئے خداوند عالم نے ایک خزانہ برقرار کر رکھا ہے کہ اس میں تیرے اچھے اور برے عمل محفوظ کئے جاتے ہیں اور تو ان کا نتیجہ اور انجام قیامت کو دیکھے گا اے نفس کوشش کر کہ ان خزانوں کو نیک اعمال سے پر کر دے اور متوجہ رہ کر ان خزانوں کو گناہ اور نافرمانی سے پر نہ کرے۔ اسی طرح اپنے جسم کے ہر ہر عضو کو مخاطب کر کے ان سے عہد اور پیمان لیں کہ وہ گناہ کا ارتکاب نہ کریں مثلاً زبان سے کہیں

161

جھوٹ، غیبت، چغلقوری، عیب جوئی، گالیاں، بیودہ گفتگو، توبین، ذلیل کرنا، اپنی تعریف کرنا، لڑائی، جھگڑا، جھوٹی

گوہی یہ سب کے سب برے اخلاق اور اللہ کی طرف سے حرام کئے گئے ہیں اور انسان کی اخروی زندگی کو تباہ کر دینے والے ہیں اے زبان میں تجھے اجازت نہیں دیتا کہ تو ان کو بجلائے۔ اے زبان اپنے اور میرے اوپر رحم کر اور نافرمانی سے ہاتھ اٹھالے کیونکہ تیرے سب کہے ہوئے اعمال کو خزانہ اور دفتر میں لکھا جاتا ہے اور قیامت کے دن ان کا مجھے جواب دینا ہوگا۔ اس ذریعے سے زبان سے وعدہ لیں کہ وہ گناہ کا ارتکاب نہ کرے۔ اس کے بعد اسے وہ نیک اعمال جو زبان بجالاسکتی ہے بتلائے جائیں اور اسے مجبور کریں کہ وہ ان کو سارے دن میں بجلائے مثلاً اس سے کہیں کہ تو فلان ذکر اور کام سے اپنے اعمال کے دفتر اور خزانے کو نور اور سرور سے پر کر دے اور آخرت کے جہاں میں اس کا نتیجہ حاصل کر اور اس سے غفلت نہ کر کہ پیشمان ہو جائیگی۔ اسی طرح سے یہ ہر ایک عضو سے گفتگو کرے اور وعدہ لے کہ گناہوں کا ارتکاب نہ کریں اور نیک اعمال انجام دیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے والد بزرگوار سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ " جب رات ہوتی ہے تو رات اس طرح کی آواز دیتی ہے کہ جسے سوائے جن اور انسان کے تمام موجودات اس کی آواز کو سنتے ہیں وہ آواز یوں دیتی ہے۔ اے آدم کے فرزند میں نئی مخلوق ہوں جو کام مجھ میں انجام دینے جاتے ہیں۔ میں اس کی گوہی دونگی مجھ سے فائدہ اٹھاؤ میں سورج نکلنے کے بعد پھر اس دنیا میں نہیں آؤنگی تو پھر مجھ سے اپنی نیکیوں میں اضافہ نہیں کرسکے گا اور نہ ہی اپنے گناہوں سے توبہ کرسکے گا اور جب رات چلی جاتی ہے اور دن نکل آتا ہے تو دن بھی اسی طرح کی آواز دیتا ہے۔ (298)

ممکن ہے کہ نفس امارہ اور شیطان ہمیں یہ کہے کہ تو اس قسم کے پروگرام پر تو عمل نہیں کرسکتا مگر ان قیود اور حدود کے ہوتے ہوئے زندگی کی جاسکتی ہے؟ کیا ہر روز ایک گھڑی اس طرح کے حساب کے لئے معین کیا جاسکتی ہے؟ نفس امارہ اور شیطان

162

اس طرح کے وسوسے سے ہمیں فریب دینا چاہتا ہے اور ہمیں حتمی ارادہ سے روکنا چاہتا ہے۔ ضروری ہے کہ اس کے مقابلے کے لئے ڈٹ جانا چاہئے اور اسے کہیں کہ اس طرح کا پروگرام پوری طرح سے قابل عمل ہے اور یہ روزمرہ کی زندگی سے کوئی منافات نہیں رکھتا اور چونکہ یہ میرے نفس کے پاک کرنے اور اخروی سعادت کے لئے ضروری ہے لہذا مجھے یہ انجام دینا ہوگا اور اتنا مشکل بھی نہیں ہے۔ تو اے نفس ارادہ کر لے اور عزم کر لے یہ کام آسان ہو جائیگا اور اگر ابتداء میں کچھ مشکل ہو تو آہستہ آہستہ عمل کرنے سے آسان ہو جائیگا۔

2_ مراقبت

جب انسان اپنے نفس سے مشارطہ یعنی عہد لے چکے تو پھر اس کے بعد ان عہد پر عمل کرنے کا مرحلہ آتا ہے کہ جسے مراقبت کہا جاتا ہے لہذا تمام دن میں تمام حالات میں اپنے نفس کی مراقبت اور محافظت کرتے رہیں کہ وہ وعدہ اور عہد جو کر رکھا ہے اس پر عمل کریں۔ انسان کو تمام حالات میں بیدار اور مواظب رہنا چاہئے اور خدا کو ہمیشہ حاضر اور ناظر جانے اور کئے ہوئے وعدے کو یاد رکھے کہ اگر اس نے ایک لحظہ بھی غفلت کی تو ممکن ہے کہ شیطان اور نفس امارہ اس کے ارادے میں رخنہ اندازی کرے اور کئے وعدہ پر عمل کرنے سے روک دے امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " عاقل وہ ہے جو ہمیشہ نفس کے ساتھ جہاد میں مشغول رہے اور اس کی اصلاح کی کوشش کرتا رہے اور اس ذریعے اسے اپنے ملکیت میں قرار دے عقلمند انسان نفس کو دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے مشغول رکھنے سے پرہیز کرنے والا ہوتا ہے۔ (299)

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " نفس پر اعتماد کرنا اور نفس سے خوش بین ہونا شیطان کے لئے بہترین موقع فراہم کرتا ہے۔ (300) نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے کہ " جو شخص نفس کے اندر سے روکنے والا رکھتا ہو تو خداوند عالم کی طرف سے بھی اسکے لئے محافظت کرنے والا معین کیا جاتا ہے۔ (301)

جو انسان اپنے نفس کا مراقب ہے وہ ہمیشہ بیدار اور خدا کی یاد میں ہوتا ہے وہ

163

اپنے آپ کو ذات الہی کے سامنے حاضر دیکھتا ہے کسی کام کو بغیر سوچے سمجھے انجام نہیں دیتا اگر کوئی گناہ یا نافرمانی اس کے سامنے آئے تو فوراً اسے اللہ اور قیامت کے حساب و کتاب کی یاد آجاتی ہے اور وہ اسے چھوڑ دیتا ہے

اپنے کئے ہوئے عہد اور پیمان کو نہیں بھلاتا اسی ذریعے سے اپنے نفس کو ہمیشہ اپنی ملکیت اور کنٹرول میں رکھتا ہے اور اپنے نفس کو برائیوں اور ناپاکیوں سے روکے رکھتا ہے ایسا کرنا نفس کو پاک کرنے کا ایک بہترین وسیلہ ہے اس کے علاوہ جو انسان مراقبت رکھتا ہے وہ تمام دن واجبات اور مستحبات کی یاد میں رہتا ہے اور نیک کام اور خیرات کے بجالانے میں مشغول رہتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ نماز کو فضیلت کے وقت میں خضوع اور خشوع اور حضور قلب سے اس طرح بجالائے کہ گویا اس کے عمر کی آخری نماز ہے۔ ہر حالت اور ہر کام میں اللہ کی یاد میں ہوتا ہے فارغ وقت بیہودہ اور لغویات میں نہیں کاتتا اور آخرت کے لئے ان اوقات سے فائدہ اٹھاتا ہے وقت کی قدر کو پہچانتا ہے اور ہر فرصت سے اپنے نفس کے کام کرنے میں سعی اور کوشش کرتا ہے اور جتنی طاقت رکھتا ہے مستحبات کے بجالانے میں بھی کوشش کرتا ہے کتنا ہی اچھا ہے کہ انسان بعض اہم مستحب کے بجالانے کی عادت ڈالے۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی یاد تو انسان کے لئے ہر حالت میں ممکن ہوا کرتی ہے۔ سب سے مہم یہ ہے کہ انسان اپنے روز مرہ کے تمام کاموں کو قصد قربت اور اخلاص سے عبادت اور سیر و سلوک الی اللہ کے لئے قرار دے دے یہاں تک کہ خورد و نوش اور کسب کار اور سونا اور جاگنا نکاح اور ازدواج اور باقی تمام مباح کاموں کو نیت اور اخلاص کے ساتھ عبادت کی جزو بنا سکتا ہے۔ کار و بار اگر حلال روزی کمانے اور مخلوق خدا کی خدمت کی نیت سے ہو تو پھر یہ بھی عبادت ہے۔ اسی طرح کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا سونا اور جاگنا اگر زندہ رہنے اور اللہ کی بندگی کے لئے قرار دے تو یہ بھی عبادت ہیں۔ اللہ کے مخصوص بندے اسی طرح تھے اور ہیں۔

3_ اعمال کا حساب

تیسرا مرحلہ اپنے ہر روز کے اعمال کا حساب کرنا ہے ضروری ہے انسان دن میں

164

ایک وقت اپنے سارے دن کے اعمال کے حساب کرنے کے لئے معین کر لے اور کتنا ہی اچھا ہے کہ یہ وقت رات کے سونے کے وقت ہو جب کہ انسان تمام دن کے کاموں سے فارغ ہوجاتا ہے اس وقت تنہائی میں بیٹھ جائے اور خوب فکر کرے کہ آج سارا دن اس نے کیا کیا ہے ترتیب سے دن کی پہلی گھڑی سے شروع کرے اور آخر غروب تک ایک ایک چیز کا دقیق حساب کرے جس وقت میں اچھے کاموں اور عبادت میں مشغول رہا ہے تو خداوند عالم کا اس توفیق دینے پر شکر یہ ادا کرے اور ارادہ کر لے کہ اسے بجالاتا رہے گا۔ اور جس میں وقت گناہ اور معصیت کا ارتکاب کیا ہے تو اپنے نفس کو سرزنش کرے اور نفس سے کہے کہ اے بدبخت اور شقی تو نے کیا کیا ہے؟ کیوں تو نے اپنے نامہ اعمال کو گناہ سے سیاہ کیا ہے؟ قیامت کے دن خدا کا کیا جواب دے گا؟ خدا کے آخرت میں دردناک عذاب سے کیا کرے گا؟ خدا نے تجھے عمر اور صحت اور سلامتی اور موقع دیا تھا تا کہ آخرت کے لئے زاد راہ مہیا کرے تو اس نے اس کی عوض اپنے نامہ اعمال کو گناہ سے پر کر دیا ہے۔ کیا یہ احتمال نہیں دیتا تھا کہ اس وقت تیری موت آپہنچے؟ تو اس صورت میں کیا کرتا؟ اے بے حیا نفس۔ کیوں تو نے خدا سے شرم نہیں کی؟

اے جھوٹے اور منافق۔ تو تو خدا اور قیامت پر ایمان رکھنے کا ادعا کرتا تھا کیوں تو کردار میں ایسا نہیں ہوتا۔ پھر اس وقت توبہ کرے اور ارادہ کر لے کہ پھر اس طرح کے گناہ کا ارتکاب نہیں کرے گا اور کزرے ہوئے گناہوں کا تدارک کرے گا۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " جو شخص اپنے نفس کو گناہوں اور عیوب پر سرزنش کرے تو وہ گناہوں کے ارتکاب سے پرہیز کر لے گا۔ (302)

اگر انسان محسوس کرے کہ نفس سرکش اور نافرمانی کر رہا ہے اور گناہ کے ترک کرنے اور توبہ کرنے پر حاضر نہیں ہو رہا تو پھر انسان کو بھی نفس کا مقابلہ کرنا چاہئے اور اس پر سختی سے پیش آنا چاہئے اس صورت میں ایک مناسب کام کو وسیلہ بنانے مثلاً

165

اگر اس نے حرام مال کھایا ہے یا کسی دوسری نافرمانی کو بجالایا ہے تو اس کے عوض کچھ مال خدا کی راہ میں دے دے یا ایک دن یا کئی دن روزہ رکھ لے۔ تھوڑے دنوں کے لئے لذیذ غذا یا ٹھنڈا، پانی، پینا، چھوڑ دے، یا دوسرے لذائذ کے جسے نفس چاہتا ہے اس کے بجالانے سے ایک جائے یا تھوڑے سے وقت کے لئے سورج کی گرمی میں کھڑا ہو جائے بہر حال نفس امارہ کے سامنے سستی اور کمزوری نہ دکھلائے ورنہ وہ مسلط ہوجائیگا اور انسان کو بلاکت کی وادی میں

جا پھینکے گا اور اگر تم اس کے سامنے سختی اور مقابلہ کے ساتھ پیش آئے تو وہ تیرا مطیع اور فرمانبردار ہو جائیگا اگر کسی وقت میں نہ کوئی اچھا کام انجام دیا ہو اور نہ کسی گناہ کا ارتکاب کیا ہو تو پھر بھی نفس کو سرزنش اور ملامت کرے اور اسے کہے کہ کس طرح تم نے عمر کے سرمایہ کو ضایع کیا ہے؟ تو اس وقت نیک عمل بجایا سکتا تھا اور آخرت کے لئے زاد راہ حاصل کر سکتا تھا کیوں نہیں ایسا کیا اے بدبخت نقصان اٹھانے والے کیوں ایسی گران قدر فرصت کو ہاتھ سے جانے دیا ہے۔ اس دن جس دن پشیمانی اور حسرت فائدہ مند نہ ہوگی پشیمان ہوگا۔ اس طریقے سے پورے وقت جیسے ایک شریک دوسرے شریک سے کرتا ہے اپنے دن رات کے کاموں کو موردِ دقت اور مواخذہ قرار دے اگر ہو سکے تو اپنے ان تمام کے نتائج کو کسی کاپی میں لکھ کے بہر حال نفس کے پاک و پاکیزہ بنانے کے لئے مراقبت اور حساب ایک بہت ضروری اور فائدہ مند کام شمار ہوتا ہے جو شخص بھی سعادت کا طالب ہے اسے اس کو اہمیت دینی چاہئے گرچہ یہ کام ابتداء میں مشکل نظر آتا ہے لیکن اگر ارادہ اور پائیداری کر لے تو یہ جلدی آسان اور سہل ہو جائیگا اور نفس امارہ کنٹرول اور زیر نظر ہو جائیگا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے کہ میں تمہیں عقلمندوں کا عقلمند اور احمقوں کا حق نہ بتلاؤں؟ عرض کیا گیا یا رسول اللہ (ص)۔ فرمائیے آپ نے فرمایا سب سے عقلمند انسان وہ ہے جو اپنے نفس کا حساب کرے اور مرنے کے بعد کے لئے نیک عمل بجلائے اور سب سے احمق وہ ہے کہ جو خواہشات نفس کی پیروی کرے اور دور دراز خواہشوں میں سرگرم ہے۔ اس آدمی نے عرض کی۔ یا رسول اللہ (ص)۔ کہ

166

انسان کس طرح اپنے نفس کا حساب کرے؟ آپ (ص) نے فرمایا جب دن ختم ہو جائے اور رات ہو جائے تو اپنے نفس کی طرف رجوع کرے اور اسے کہے اے نفس آج کا دن بھی چلا گیا اور یہ پھر لوٹ کے نہیں آئیگا خداوند عالم تجھ سے اس دن کے بارے میں سوال کرے گا کہ اس دن کو کن چیزوں میں گذرا ہے اور کونسا عمل انجام دیا ہے؟ کیا اللہ کا ذکر اور اس کی یاد کی ہے؟ کیا کسی مومن بھائی کا حق ادا کیا ہے؟ کیا کسی مومن بھائی کا غم دور کیا ہے؟ کیا اس کی غیر حاضری میں اس کے اہل و عیال کی سرپرستی کی ہے؟ کیا کسی مومن بھائی کی غیبت سے دفاع کیا ہے؟ کیا کسی مسلمان کی مدد کی ہے؟ آج کے دن کیا کیا ہے۔ اس دن جو کچھ انجام دیا ہوا ایک ایک کو یاد کرے اگر وہ دیکھے کہ اس نے نیک کام انجام دیئے ہیں تو خداوند عالم کا اس نعمت اور توفیق پر شکر یہ ادا کرے اور اگر دیکھے کہ اس نے گناہ کا ارتکاب کیا ہے اور نافرمانی بجایا ہے تو توبہ کرے اور ارادہ کر لے کہ اس کے بعد گناہوں کا ارتکاب نہیں کرے گا۔ اور پیغمبر اور اس کی آل پر درود بھیج کر اپنے نفس کی کثافتوں کو اس سے دور کرے اور امیر المومنین علیہ السلام کی ولایت اور بیعت کو اپنے نفس کے سامنے پیش کرے اور آپ کے دشمنوں پر لعنت بھیجے اگر اس نے ایسا کر لیا تو خدا اس سے کہے گا کہ "میں تم سے قیامت کے دن حساب لینے سے سختی نہیں کرونگا کیونکہ تو میرے اولیاء کیساتھ محبت رکھتا تھا اور ان کے دشمنوں سے دشمنی رکھتا تھا۔" (303)

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "وہ ہم میں سے نہیں ہے جو اپنے نفس کا ہر روز حساب نہیں کرتا اگر وہ اچھے کام انجام دے تو خداوند عالم سے زیادہ توفیق دینے کو طلب کرے اور اگر نافرمانی اور معصیت کا ارتکاب کیا ہو تو استعفا اور توبہ کرے۔" (304)

پیغمبر علیہ السلام نے ابوذر سے فرمایا کہ "عقلمند انسان کو اپنا وقت تقسیم کرنا چاہیئے ایک وقت خداوند عالم کے ساتھ مناجات کرنے کے لئے مخصوص کرے۔ اور ایک

167

وقت اپنے نفس کے حساب لینے کے لئے مختص کر لے اور ایک وقت ان چیزوں میں غور کرنے کے لئے جو خداوند عالم نے اسے عنایت کی ہیں مخصوص کر دے۔" (305)

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "اپنے نفس سے اس کے کردار اور اعمال کے بارے میں حساب لیا کرو اس سے واجبات کے ادا کرنے کا مطالبہ کرو اور اس سے چاہو کہ اس دنیا فانی سے استفادہ کرے اور آخرت کے لئے زاد راہ اور توشہ بھیجے اور اس سفر کے لئے قبل اس کے کہ اس کے لئے اٹھائے جاو امادہ بوجاؤ۔" (306)

نیز حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ "انسان کے لئے کتنا ضروری ہے کہ ایک وقت اپنے لئے معین کر لے جب کہ تمام کاموں سے فارغ ہو چکا ہو۔ اس میں اپنے نفس کا حساب کرے اور سوچے کہ گذرے ہوئے دن اور رات میں کونسے اچھے اور فائدہ مند کام انجام دیئے ہیں اور کونسے برے نقصان دینے والوں کاموں کو بجایا ہے۔" (307)

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " اپنے نفس سے جہاد کر اور اس سے ایک شریک کے مانند حساب کتاب لے اور ایک قرض خواہ کی طرح اس سے حقوق الہی کے ادا کرنے کا مطالبہ کرے کیونکہ سب سے زیادہ سعادت مند انسان وہ ہے کہ جو اپنے نفس کے حساب کے لئے آمادہ ہو۔ (308)

علی علیہ السلام نے فرمایا کہ " کہ جو شخص اپنے نفس کا حساب کرے تو وہ اپنے عیبوں سے آگاہ ہوجاتا ہے اور اپنے گناہوں کو جان جاتا ہے اور ان سے توبہ کرتا ہے اور اپنے عیبوں کی اصلاح کرتا ہے۔ (309)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " اس سے پہلے کہ قیامت کے دن تمہارا حساب لیا جائے تم اس دنیا میں اپنا حساب خود کر لو کیونکہ قیامت کے دن پچاس مقامات پر بندوں کا حساب لیا جائیگا اور ہر ایک مقام میں ہزار سال تک اس کا حساب لیا جاتا رہیگا۔ آپ نے اس کے بعد یہ آیت پڑھی وہ دن کہ جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہوگی۔ (310)

اس بات کی یاد دہانی بہت ضروری ہے کہ انسان نفس کے حساب کے وقت خود

168

نفس پر اعتماد نہ کرے اور اس کی بابت خوش عقیدہ نہ ہو کیونکہ نفس بہت ہی مکار اور امارہ سو ہے۔ سینکڑوں حیلے بہانے سے اچھے کام کو برا اور برے کو اچھا ظاہر کرتا ہے۔ انسان کو اپنے بارے اپنی ذمہ داری کو نہیں سوچنے دیتا تا کہ انسان اس پر عمل پیرا ہو سکے۔ گناہ کے ارتکاب اور عبادت کے ترک کرنے کی کوئی نہ کوئی توجیہ کرے گا۔ گناہوں کو فراموشی میں ڈال دے گا اور معمولی بتلائے گا۔ چھوٹی عبادت کو بہت بڑا ظاہر کرے گا اور انسان کو مغرور کر دے گا۔ موت اور قیامت کو بھلا دے گا اور دور دراز امیدوں کو قوی قرار دے گا۔ حساب کرنے کو سخت اور عمل نہ کئے جانے والی چیز بلکہ غیر ضروری ظاہر کر دے گا اسی لئے انسان کو اپنے نفس کی بارے میں بدگمانی رکھتے ہوئے اس کا حساب کرنا چائے۔ حساب کرنے میں بہت وقت کرنی چاہئے اور نفس اور شیطن کے تاویلات اور بھرا پھیری کی طرف کان نہیں دھرنے چائیں۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " اللہ تعالیٰ کی یاد کے لئے کچھ لوگ ہیں کہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ذکر کو دنیا کے عوض قرار دے رکھا ہے لہذا ان کو کار و بار اللہ تعالیٰ کے ذکر سے نہیں روکتا۔ اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ گزارتے ہیں۔ گناہوں کے بارے قرآن کی آیات اور احادیث غافل انسانوں کو سناتے ہیں اور عدل اور انصاف کرنے کا حکم دیتے ہیں اور خود بھی اس پر عمل کرتے ہیں۔ منکرات سے روکتے ہیں اور خود بھی ان سے رکتے ہیں گویا کہ انہوں نے دنیا کو طے کر لیا ہے اور آخرت میں پہنچ چکے ہیں۔ انہوں نے اس دنیا کے علاوہ اور دنیا کو دیکھ لیا ہے اور گویا برزخ کے لوگوں کے حالات جو غائب ہیں ان سے آگاہ ہو چکے ہیں۔ قیامت اور اس کے بارے میں جو وعدے دیئے گئے ہیں گویا ان کے سامنے صحیح موجود ہو چکے ہیں۔ دنیا والوں کے لئے غیبی پردے اس طرح ہٹا دیتے ہیں کہ گویا وہ ایسی چیزوں کو دیکھ رہے ہوں کہ جن کو دنیا والے نہیں دیکھ رہے ہوتے اور ایسی چیزوں کو سن رہے ہیں کہ جنہیں دنیا والے نہیں سن رہے۔ اگر تو ان کے مقامات عالیہ اور ان کی مجالس کو اپنی عقل کے سامنے مجسم کرے تو گویا وہ یوں نظر آئیں گے کہ انہوں نے اپنے روز

169

کے اعمال نامہ کو کھولا ہوا ہے اور اپنے اعمال کے حساب کر لینے سے فارغ ہو چکے ہیں یہاں تک کہ ہر چھوٹے بڑے کاموں سے کہ جن کا انہیں حکم دیا گیا ہے اور ان کے بجالانے میں انہوں نے کوتاہی برتی ہے یا جن سے انہیں روکا گیا ہے اور انہوں نے اس کا ارتکاب کر لیا ہے ان تمام کی ذمہ داری اپنی گردن پر ڈال دیتے ہیں اور اپنے آپ کو ان کے بجالانے اور اطاعت کرنے میں کمزور دیکھتے ہیں اور زار زار گریہ و بکاء کرتے ہیں اور گریہ اور بکاء سے اللہ کی بارگاہ میں اپنی پشیمانی کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کو تم ہدایت کرنے والا اور اندھیروں کے چراغ پاؤگے کہ جن کے ارد گرد ملا مکہ نے گھیرا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مہربانی ان پر نازل ہو چکی ہے۔ آسمان کے دروازے ان کے لئے کھول دیئے گئے ہیں اور ان کے لئے محترم اور مکرم جگہ حاضر کی جا چکی ہے۔ (311)

توبہ یا نفس کو پاک و صاف کرنا

نفس کو پاک اور صاف کرنے کا بہترین راستہ گناہوں کا نہ کرنا اور اپنے آپ کو گناہوں سے محفوظ رکھنا ہے اگر کوئی شخص گناہوں سے بالکل آلودہ نہ ہو اور نفس کی ذاتی پاکی اور صفا پر باقی رہے تو یہ اس شخص سے افضل ہے جو گناہ کرنے کے بعد توبہ کر لے جس شخص نے گناہ کا مزہ نہیں چکھا اور اس کی عادت نہیں ڈالی یہ اس شخص کی نسبت سے جو گناہوں میں آلودہ رہا ہے اور چاہتا ہے کہ گناہوں کو ترک کر دے بہت آسانی سے اور بہتر طریقے سے گناہوں سے چشم پوشی کر سکتا ہے امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "گناہ کا ترک کر دینا توبہ کے طلب کرنے سے زیادہ آسان ہے" (312)

لیکن جو انسان گناہوں سے آلودہ ہو جائیں انہیں بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہیں ہونا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کا راستہ کسی وقت بھی بند نہیں ہوتا بلکہ مہربان اللہ تعالیٰ نے گناہگاروں کے لئے توبہ کا راستہ ہمیشہ لے لئے کھلا رکھا ہوا ہے اور ان سے چاہا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹ آئیں اور توبہ کے پانی سے نفس کو گناہوں کی گندگی اور پلیدی سے دھو ڈالیں۔

خداوند عالم قرآن میں فرماتا ہے "میرے ان بندوں سے کہ جنہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے کہہ دو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں کیونکہ خدا تمام گناہوں کو بخش دے گا اور وہ بخشنے والا مہربان ہے" (313)

نیز خدا فرماتا ہے کہ "جب مومن تیرے پاس آئیں تو ان سے کہہ دے کہ تم پر سلام ہو۔ خدا نے اپنے اوپر رحمت اور مہربانی لازم قرار دے دی ہے تم میں سے جس نے جہالت کی وجہ سے برے کام انجام دیئے اور توبہ کر لیں اور خدا کی طرف پلٹ آئیں اور اصلاح کر لیں تو یقیناً خدا بخشنے والا مہربان ہے" (314)

توبہ کی ضرورت

گمان نہیں کیا جا سکتا کہ گناہگاروں کے لئے توبہ کرنے سے کوئی اور چیز لازمی اور ضروری ہو جو شخص خدا پیغمبر قیامت ثواب عقاب حساب کتاب بہشت دوزخ پر ایمان رکھتا ہو وہ توبہ کے ضروری اور فوری ہونے میں شک و تردید نہیں کر سکتا۔

ہم جو اپنے نفس سے مطلع ہیں اور اپنے گناہوں کو جانتے ہیں تو پھر توبہ کرنے سے کیوں غفلت کریں؟ کیا ہم قیامت اور حساب اور کتاب اور دوزخ کے عذاب کا یقین نہیں رکھتے؟ کیا ہم اللہ کے اس وعدے میں کہ گناہگاروں کو جہنم کی سزا دونگا شک اور تردید رکھتے ہیں؟ انسان کا نفس گناہ کے ذریعے تاریک اور سیاہ اور پلید ہوجاتا ہے بلکہ ہو سکتا ہے کہ انسان کی شکل حیوان کی شکل میں تبدیل ہوجائے پس کس طرح جرت رکھتے ہیں کہ اس طرح کے نفس کے ساتھ خدا کے حضور جائیں گے اور بہشت میں خدا کے اولیا کے ساتھ بیٹھیں گے؟ ہم گناہوں کے ارتکاب کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے صراط مستقیم کو چھوڑ چکے ہیں اور حیوانیت کی وادی میں گر چکے ہیں۔ خدا سے دور ہو گئے ہیں اور شیطن کے نزدیک ہو چکے ہیں اور پھر بھی توقع رکھتے ہیں کہ آخرت میں سعادت مند اور نجات یافتہ ہونگے اور اللہ کی بہشت میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے فائدہ حاصل کریں گے یہ کتنی لغو اور بے جا توقع ہے؟ لہذا وہ گناہگار جو اپنی سعادت کی فکر رکھتا ہے اس کے لئے سوائے توبہ اور خدا کی طرف پلٹ جانے کے اور کوئی راستہ موجود نہیں ہے۔

یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی مہربانی اور لطف اور کرم ہے کہ اس نے اپنے بندوں کے لئے توبہ کا راستہ کھلا رکھا ہوا ہے زہر کھلایا ہوا انسان جو اپنی صحت کے بارے میں فکر مند ہے کسی بھی وقت زہر کے نکالے جانے اور اس کے

علاج میں تاخیر اور تردید کو جائز قرار نہیں دیتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اگر اس نے دیر کی تو وہ ہلاک ہو جائیگا جب کہ انسان کے لئے گناہ ہر زہر سے زیادہ ہلاک کرنے والا ہوتا ہے۔ عام زہر انسان کی دنیاوی چند روزہ زندگی کو خطرے میں ڈالتی ہے تو گناہ انسان کو ہمیشہ کی ہلاکت میں ڈال دیتا ہے اور انسان کی آخرت کی سعادت کو ختم کر دیتا ہے اگر زہر انسان کو دنیا سے جدائی دیتی ہے تو گناہ انسان کو خدا سے دور کر دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے قرب اور لقاء کے فیض سے محروم کر دیتا ہے لہذا تمہارے لئے ہر ایک چیز سے توبہ اور انابہ زیادہ ضروری اور فوری ہے کیونکہ ہماری معنوی سعادت اور زندگی اس سے وابستہ ہے۔

خداوند عالم قرآن میں فرماتا ہے "مومنو تم سب اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو۔ شاید نجات حاصل کر لو۔ (315) خدا ایک اور مقام میں فرماتا ہے "مومنو خدا کی طرف توبہ نصوح کرو شاید خدا تمہارے گناہوں کو مٹا دے اور تمہیں بہشت میں داخل کر دے کہ جس کے درختوں کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ (316)

پیغمبر خدا نے فرمایا ہے کہ " ہر درد کے لئے دوا ہوتی ہے۔ گناہوں کے لئے استغفار اور توبہ دوا ہے۔ (317) امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " ہر انسان کے دل یعنی روح میں ایک سفید نقطہ ہوتا ہے جب وہ گناہ کا ارتکاب کرتا ہے تو اس سفید نقطہ میں سیاہی وجود میں آجاتی ہے اگر اس نے توبہ کر لی تو وہ سیاہی مٹ جاتی ہے اور اگر گناہ کو پھر بار بار بجلاتا رہا تو آہستہ آہستہ وہ سیاہ نقطہ زیادہ ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اس سارے سفید نقطہ پر چھا جاتا ہے اس وقت وہ انسان پھر نیکی کی طرف نہیں پلٹتا یہی مراد اللہ

173

تعالیٰ کے اس فرمان میں کلا بل ران عن قلوبہم بما كانوا یکسبون۔ (318) یعنی ان کے دلوں پر اس کی وجہ سے کہ انہوں نے انجام دیا ہے زنگ چڑھ جاتا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ " توبہ کو دیر میں کرنا ایک قسم کا غرور اور دھوکہ ہے اور توبہ میں تاخیر کرنا ایک طرح کی پریشانی اور حیرت ہوتی ہے۔ خدا کے سامنے عذر تراشنا موجب ہلاکت ہے۔ گناہ پر اصرار کرنا اللہ تعالیٰ کے عذاب اور سزا سے مامون ہونے کا احساس ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے مامون ہونے کا احسان نقصان اٹھانے والے انسان ہی کرتے ہیں۔ (319)

بہتر ہے کہ ہم ذرا اپنے آپ میں فکر کریں گزرے ہوئے گناہوں کو یاد کریں اور اپنی عاقبت کے بارے میں خوب سوچیں اور اپنے سامنے حساب و کتاب کے موقف میزان اعمال خدا قہار کے سامنے شرمندگی فرشتوں اور مخلوق کے سامنے رسوائی قیامت کی سختی دوزخ کے عذاب اللہ تعالیٰ کی لقاء سے محرومیت کو مجسم کریں اور ایک اندرونی انقلاب کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ آئیں اور توبہ کے زندگی دینے والے پانی سے اپنے گزرے ہوئے گناہوں کو دھوئیں اور نفس کی پلیدی اور گندگی کو دور کریں اور حتمی ارادہ کر لیں کہ گناہوں سے کنارہ کشی کریں گے۔ اور آخرت کے سفر اور ذات الہی کی ملاقات کے لئے مہیا ہو جائیں گے لیکن اتنی سادگی سے شیطن ہم سے دستبردار ہونے والا نہیں ہے؟ کیا وہ توبہ اور خدا کی طرف لوٹ جانے کی اجازت دے دیگا؟

وہی شیطن جو ہمیں گناہوں کے ارتکاب کرنے پر ابھارتا ہے وہ ہمیں توبہ کرنے سے بھی مانہ ہوگا گناہوں کو معمولی اور کمتر بتلانے گا وہ گناہوں کو ہمارے ذہن سے ایسے نکل دیتا ہے کہ ہم ان تمام کو فراموش کر دیتے ہیں۔ مرنے اور حساب اور کتاب اور سزای فکر کو ہمارے مغز سے نکال دیتا ہے اور اس طرح ہمیں دنیا میں مشغول کر دیتا ہے کہ کبھی توبہ نور استغفار کی فکر ہی نہیں کرتے اور اچانک موت سر پر آجائے گی اور پلیدی اور کثیف نفس کے ساتھ اس دنیا سے چلے جائیں گے۔

174

توبہ کا قبول ہونا

اگر درست توبہ کی جائے تو وہ یقیناً حق تعالیٰ کے ہاں قبول واقع ہوتی ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم میں سے ایک لطف اور مہربانی ہے۔ خداوند عالم نے ہمیں دوزخ اور جہنم کے لئے پیدا نہیں کیا۔ بلکہ بہشت اور سعادت کے لئے خلق فرمایا ہے پیغمبروں کو بھیجا ہے تا کہ لوگوں کو ہدایت اور سعادت کے راستے کی رہنمائی کریں اور گناہگار بندوں کو توبہ اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دیں توبہ اور استغفار کا دروازہ تمام بندوں کے لئے کھلا رکھا ہوا ہ

ے پیغمبر ہمیشہ ان کو اس کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ پیغمبر (ص) اور اولیاء خدا ہمیشہ لوگوں کو توبہ کی طرف بلاتے ہیں۔ خداوند عالم نے بہت سی آیات میں گناہگار بندوں کو اپنی طرف بلایا ہے اور وعدہ کیا ہے کہ ان کی توبہ کو قبول کرے گا اور اللہ کا وعدہ جھوٹا نہیں ہوا کرتا۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم اور ائمہ اطہار نے سینکڑوں احادیث میں لوگوں کو خدا کی طرف پلٹ آنے اور توبہ کرنے کی طرف بلایا ہے اور انہیں امید دلائی ہے۔ جیسے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ " وہ خدا ہے جو اپنے بندوں کی توبہ کو قبول کرتا ہے اور ان کے گناہوں کو بخش دیتا ہے اور جو کچھ تم انجام دیتے ہو اس سے آگاہ ہے۔ (320)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ " میں بہت زیادہ انہیں بخشنے والا ہوں جو توبہ کریں اور ایمان لے آئیں اور نیک اعمال بجلائیں اور ہدایت پالیں۔ (321)

اگر خدا کو یاد کریں اور گناہوں سے توبہ کریں۔ خدا کے سوا کون ہے جو ان کے گناہوں کو بخش دے گاہ اور وہ جو اپنے برے کاموں پر اصرار نہیں کرتے اور گناہوں کی برائی سے آگاہ ہیں یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کے اعمال کی جزا بخشا جانا اور ایسے باغات ہیں کہ جن کے درمیان نہریں جاری ہیں اور ہمیشہ کے لئے وہاں زندگی کریں گے اور عمل کرنے والوں کے لئے ایسے جزا کتنی ہی اچھی ہے۔ (322)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " گناہوں سے توبہ کرنے والا اس شخص کی

175

طرح ہے کہ جس نے کوئی گناہ ہی نہ کیا ہو اور جو گناہوں کو بجالانے پر اصرار کرتا ہے اور زبان پر استغفار کے کلمات جاری کرتا ہے یہ مسخرہ کرنے والا ہوتا ہے۔ (323) اس طرح کی آیات اور روایات بہت زیادہ موجود ہیں لہذا توبہ کے قبول کئے جانے میں کوئی شک اور تردید نہیں کرنا چاہئے بلکہ خداوند عالم توبہ کرنے والے کو دوست رکھتا ہے۔ قرآن مجید میں فرماتا ہے " یقیناً خدا توبہ کرنے والے اور اپنے آپکو پاک کرنے والے کو دوست رکھتا ہے۔ (324) امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " اللہ تعالیٰ کا اس بندہ سے جو توبہ کرتا ہے خوشنود ہونا اس شخص سے زیادہ ہوتا ہے کہ جو تاریک رات میں اپنے سواری کے حیوان اور زاد راہ اور توشہ کو گم کرنے کے بعد پیدا کر لے۔ (325)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " جب کوئی بندہ خالص توبہ اور ہمیشہ کے لئے کرے تو خداوند عالم اسے دوست رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو چھپا دیتا ہے۔ راوی نے عرض کی۔ اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم اللہ تعالیٰ کس طرح گناہوں کو چھپا دیتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہے کہ وہ دو فرشتے جو اس کے اعمال کو لکھتے ہیں اس کے گناہ کو بھول جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کے اعضاء اور جوارح زمین کے نقاط کو حکم دیتا ہے کہ توبہ کرنے والے بندے کے گناہوں کو چھپا دیں ایسا شخص خدا کے سامنے جائیگا جب کہ کوئی شخص اور کوئی چیز اس کے گناہوں کی گواہ نہ ہوگی۔ (326)

توبہ کیا ہے؟

گذرے ہوئے اعمال اور کردار پر ندامت اور پشیمانی کا نام توبہ ہے اور ایسے اس شخص کو توبہ کرنے والا کہا جا سکتا ہے جو واقعا اور تہ دل سے اپنے گذرے ہوئے گناہوں پر پشیمان اور نادم ہو۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے کہ پشیمان اور ندامت توبہ ہے۔ (327)

یہ صحیح اور درست ہے کہ خداوند عالم توبہ کو قبول کرتا اور گناہوں کو بخش دیتا ہے لیکن صرف زبان سے استغفر اللہ کا لفظ کہہ دینا یا صرف پشیمانی کا اظہار کر دینا یا گریہ

176

کر لینا دلیل نہیں ہے کہ وہ واقعا تہ دل سے توبہ کر چکا ہے بلکہ تین علامتوں کے ہونے سے حقیقی اور واقعی توبہ جانی جاتی ہے۔

پہلے تو تہ دل سے دل میں گذرے گناہوں سے بیزار اور متنفر ہوا اور اپنے نفس میں غمگین اور پشیمان اور شرمندہ ہو دوسرے حتمی ارادہ رکھتا ہو کہ پھر آئندہ گناہوں کو بجا نہیں لائے گا۔

تیسرے اگر گناہ کے نتیجے میں ایسے کام انجام دیئے ہوں کہ جن کا جبران اور تدارک کیا جا سکتا ہے تو یہ حتمی ارادہ کرے کہ اس کا تدارک اور جبران کرے گا اگر اس کی گردن پر لوگوں کا حق ہو اگر کسی کا مال غضب کیا ہے یا چوری

کی ہے یا تلف کر دیا ہے تو پہلی فرصت میں اس کے ادا کرنے کا حتمی ارادہ کرے اور اگر اس کے ادا کرنے سے عاجز ہے تو جس طرح بھی ہو سکے صاحب حق کو راضی کرے اور اگر کسی کی غیبت اور بدگوئی کی ہے تو اس سے حلیت اور معافی طلب کرے اور اگر کسی پر تجاوز اور ظلم و ستم کیا ہے تو اس مظلوم کو راضی کرے اور اگر مال کے حق زکوٰۃ خمس و غیرہ کو نہ دیا و تو اسے ادا کرے اور اگر نماز اور روزے اس سے قضا ہوئے ہوں تو ان کی قضا بجالاتے اس طرح کرنے والے شخص کو کہا جا سکتا ہے کہ واقعا وہ اپنے گناہوں پر پشیمان ہو گیا اور اس کی توبہ قبول ہو جائیگی۔ لیکن جو لوگ توبہ اور استغفار کے کلمات اور الفاظ تو زبان پر جاری کرتے ہیں لیکن دل میں گناہ سے پشیمان اور شرمندہ نہیں ہوتے اور آئندہ گناہ کے ترک کرنے کا ارادہ بھی نہیں رکھے یا ان گناہوں کو کہ جن کا تدارک اور تلافی کی جانی ہوتی ہے ان کی تلافی نہیں کرتے اس طرح کے انسانوں نے توبہ نہیں کی اور نہ ہی انہیں اپنی توبہ کے قبول ہوجانے کی امید رکھنی چاہئے گرچہ وہ دعا کی مجالس اور محافل میں شریک ہوتے ہوں اور عاطفہ رقت کیوجہ سے متاثر ہو کر آہ و نالہ گریہ و بکاء بھی کر لیتے ہوں۔

ایک شخص نے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کے سامنے استغفار کے کلمات زبان پر جاری کئے تو آنحضرت نے فرمایا " تیری ماں تیری عزاء میں بیٹھے کیا جانتے ہو کہ

177

استغفار او توبہ کیا ہے؟ توبہ کرنا بلند لوگوں کا مرتبہ ہے توبہ اور استغفار چھ چیزوں کا نام ہے۔ 1_ گزرے ہوئے گناہوں پر پشیمانی ہونا۔ 2_ ہمیشہ کے لئے گناہ کے ترک کرنے کا ارادہ کرنا۔ 3_ لوگوں کے حقوق کو ادا کرنا کہ جب تو خدا کے سامنے جائے تو تیری گردن پر لوگوں کا کوئی حق نہ ہو۔ 4_ پوری طرح سے متوجہ ہو کہ جس واجب کو ترک کیا ہے اسے ادا کرے۔ 5_ اپنے گناہوں پر اتنا غمناک ہو کہ وہ گوشت جو حرام کے کھانے سے بنا ہے وہ ختم ہوجائے اور تیری چمڑی تیری ہڈیوں پر چمٹ جائے اور پھر دوسرا گوشت نکل آئے گا۔ 6_ اپنے نفس کو اطاعت کرنے کی سختی اور مشقت میں ڈالے جیسے پہلے اسے نافرمانی کی لذت اور شیرینی سے لطف اندوز کیا تھا ان کاموں کے بعد تو یہ کہے کہ استغفر اللہ (328) تو گویا یہ پھر توبہ حقیق ہے۔ گناہ شیطن اتنا مکار اور فریبی ہے کہ کبھی انسان کو توبہ کے بارے میں بھی دھوکا دے دیتا ہے۔ ممکن ہے کہ کسی گنہگار نے وعظ و نصیحت یا دعا کی مجلس میں شرکت کی اور مجلس یا دعا سے متاثر ہوا اور اس کے آنسو بہنے لگے یا بلند آواز سے رونے لگا اس وقت اسے شیطن کہتا ہے کہ سبحان اللہ کیا کہنا تم میں کیسی حالت پیدا ہوئی۔ بس یہی تو نے توبہ کر لی اور تو گناہوں سے پاک ہو گیا حالانکہ نہ اس کا دل گناہوں پر پشیمان ہوا ہے اور نہ اس کا آئندہ کے لئے گناہوں کے ترک کردینے کا ارادہ ہے اور نہ ہی اس نے ارادہ کیا ہے کہ لوگوں اور خدا کے حقوق کو ادا کرے گا اس طرح کا تحت ناٹھیر ہوجانا توبہ نہیں ہوا کرتی اور نہ ہی نفس کے پاک ہوجانے اور آخرت کی سعادت کا سبب بنتا ہے اس طرح کا شخص نہ گناہوں سے لوٹتا ہے اور نہ ہی خدا کی طرف پلٹتا ہے۔

جن چیزوں سے توبہ کی جانی چاہئے

گناہ کیا ہے اور کس گناہ سے توبہ کرنی چاہئے؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کی طرف جانے اور سیر و سلوک سے مانع ہو اور دنیا سے علاقمند کر دے اور توبہ کرنے سے روکے رکھے وہ گناہ ہے اور اس سے پرہیز کرنا چاہئے اور نفس

178

کو اس سے پاک کرنا چاہئے گناہ دو قسم پر ہوتے ہیں۔ 1_ اخلاقی گناہ۔ 2_ عملی گناہ۔

1_ اخلاقی گناہ

برے اخلاق اور صفات نفس کو پلید اور کثیف کر دیتے ہیں اور انسانیت کے صراط مستقیم کے راستے پر چلنے اور قرب الہی تک پہنچنے سے روک دیتے ہیں۔ بری صفات اگر نفس میں رسوخ کر لیں اور بطور عادت اور ملکہ کے بن جائیں تو ذات کے اندر کو تبدیل اور تغیر کر دیتے ہیں یہاں تک کہ انسانیت کے کس درج پر رہے اسے بھی متاثر کر دیتے ہیں۔ اخلاقی گناہوں کو اس لحاظ سے کہ اخلاقی گناہ ہیں معمولی اور چھوٹا اور غیر اہم شمار نہیں کرنا چاہئے اور ان سے توبہ کرنے سے غافل نہیں ہونا چاہئے بلکہ نفس کو ان سے پاک کرنا ایک ضروری اور زندگی ساز کام ہے۔ برے اخلاق نام ہے۔

ریائی، نفاق، غضب، تکبر، خودبینی، خودپسندی، ظلم، مکر و فریب و غیبت، تہمت نگانا، چغلخوری، عیب نکالنا، وعدہ خلافی، جھوٹ حب دنیا حرص اور لالچ، بخیل ہونا حقوق والدین ادا نہ کرنا، قطع رحمی۔ کفر ان نعمت ناشکری، اسراف، حسد، بدزبانی گالیاں دینا اور اس طرح کی دوسری بری صفات اور عادات سینکڑوں روایات اور آیات ان کی مذمت اور ان سے رکنے اور ان کے آثار سے علاج کرنے اور ان کی دنیاوی اور اخیری سزا کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ اخلاقی کتابوں میں ان کی تشریح اور ان کے بارے میں بحث کی گئی ہے۔ یہاں پر ان کے بارے میں بحث نہیں کی جا سکتی۔ اخلاقی کتابوں اور احادیث میں ان کے بارے میں رجوع کیا جا سکتا ہے۔

2_ عملی گناہ

عملی گناہوں میں سے ایک چوری کرنا۔ کسی کو قتل کرنا۔ زناکاری، لواطت، لوگوں کا مال غصب کرنا، معاملات میں تقلب کرنا، واجب جہاد سے بھاگ جانا۔

179

امانت میں خیانت کرنا، شراب اور نشہ آور چیز کا پینا، مردار گوشت کھانا، خنزیر اور دوسرے حرام گوشت کھانا، قمار بازی، جھوٹی گواہی دینا، بے گناہوں لوگوں پر زنا کی تہمت لگانا، واجب نمازوں کو ترک کرنا، واجب روزے نہ رکھنا، حج نہ کرنا، امر بہ معروف اور نہی منکر کو ترک کرنا، نجس غذا کھانا، اور دوسرے حرام کام جو مفصل کتابوں میں موجود ہیں کہ جن کی تشریح اور وضاحت یہاں ممکن نہیں ہے۔ یہ تو مشہور گناہ ہیں کہ جن سے انسان کو اجتناب کرنا چاہئے اور اگر بجالایا ہو تو ان سے توبہ کرے اور اللہ کی طرف رجوع کرے لیکن کچھ گناہ ایسے بھی ہیں جو مشہور نہیں ہیں اور انہیں گناہوں کے طور پر نہیں بتلایا گیا لیکن وہ اللہ کے برگزیدہ بندوں اور اولیاء خدا کے لئے گناہ شمار ہوتے ہیں جیسے مستحبات کا ترک کر دینا یا مکروہات کا بجالانا بلکہ گناہ کے تصور کو او رذات الہی سے کسی غیر کی طرف توجہ کرنے کو اور شیطانی وسوسوں کو جو انسان کو خدا سے غافل کر دیتے ہیں۔ یہ تمام اولیاء خدا اور اس کی صفات اور افعال کی پوری اور کامل معرفت نہ رکھنے کو جو ہر ایک انسان کے لئے ممکن نہیں ہے اللہ تعالیٰ کے خاص منتخب بندوں کے لئے گناہ شمار ہوتے ہیں اور ان سے وہ توبہ کرتے رہتے تھے بلکہ اس سے بالا تر ذات الہی اور اس کی صفات اور افعال کی پوری اور کامل معرفت نہ رکھنے کو ج و ہر ایک انسان کے لئے ممکن نہیں ہے اللہ تعالیٰ اور اس طرح کے نقص کے احساس سے ان کے جسم پر لرزہ طاری ہوجاتا تھا اور گریہ نالہ و زاری سے خدا کی طرف رجوع کرتے تھے اور توبہ اور استغفار کرتے تھے۔ پیغمبروں اور ائمہ اطہار کے توبہ کرنے کو اسی معنی میں لیا جانا چاہئے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم ہر روز ستر دفعہ استغفار کرتے تھے جبکہ آپ پر کوئی گناہ بھی نہیں تھا۔ (329) رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا کہ " کبھی میرے دل پر تاریکی عارض ہوتی تھی تو اس کے لئے میں ہر روز ستر دفعہ استغفار کیا کرتا تھا۔ (330)

خودسازی

یعنی

تزکیہ و تہذیب نفس

181 دوسرا حصہ

نفس کی تکمیل اور تربیت

182

نفس کی تکمیل اور تربیت

نفس کو پاک صاف کرنے کے بعد اس کی تکمیل اور تربیت کا مرحلہ آتا ہے کہ جسے اصطلاح اخلاقی میں تحلیل کہا جاتا ہے۔ علوم عقلیہ میں ثابت ہو چکا ہے کہ انسان کا نفس ہمیشہ حرکت اور ہونے کی حالت میں ہوتا ہے۔ اس کی فعلیت اس کی استعداد اور قوت سے ملی ہوئی ہے۔ آہستہ آہستہ اندر کی قوت اور استعداد کو مقام فعلیت اور بروز و ظہور میں لاتا ہے اور اپنی ذات کی پرورش کرتا ہے اگر نفس نے صراط مستقیم پر حرکت کی اور چلا تو وہ آہستہ آہستہ کامل تر ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ آخر کمال تک پہنچ جاتا ہے اور اگر صراط مستقیم سے ہٹ گیا اور گمراہی کے راستے پر گامزن ہوا تو پھر بھی آہستہ آہستہ کمال انسانی سے دور ہوتا جاتا ہے اور حیوانیت کی ہولناکی وادی میں جا گرتا ہے۔

خدا سے قرب

یہ معلوم ہونا چاہئے کہ انسان کی حرکت ایک حقیقی اور واقعی حرکت ہے نہ کہ اعتباری محض اور یہ حرکت انسان کی روح اور نفس کی ہے نہ جسم اور تن کی اور روح کا حرکت کرنا اس کا ذاتی فعل ہے نہ کہ عارضی۔ اس حرکت میں انسان کا جوہر اور گوہر حرکت کرتا ہے اور متغیر ہوتا رہتا ہے۔ لہذا انسان کی حرکت کا سیر اور راستہ ایک واقعی

183

راستہ ہے نہ اعتباری اور مجازی۔ لیکن اس کا مسیر اس کی متحرک ذات سے جدا نہیں ہے بلکہ متحرک اور حرکت کرنے والا نفس اپنی ذات کے باطن میں حرکت کرتا ہے اور مسیر کو بھی اپنے ساتھ لے کر چلتا ہے۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہر حرکت کے لئے کوئی غایت غرض ہوتی ہے۔ انسان کی ذات کی حرکت کی غرض اور غایت کیا ہے؟ انسان اس جہان میں کس غرض اور غایت کی طرف حرکت کرتا ہے اور اس حرکت میں اس کا انجام کیا ہوگا؟

روایات اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی حرکت کی جو غرض معین کی گئی ہے وہ قرب الہی ہے لیکن تمام انسان صراط مستقیم پر نہیں چلتے اور قرب الہی تک نہیں پہنچتے۔ قرآن انسانوں کو تین گروہ میں تقسیم کرتا ہے۔ 1۔ اصحاب میمنہ۔ 2۔ اصحاب مشئم۔ 3۔ سابقو کے جنہیں مقربین کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں آیا ہے کہ "تم انسان تین گروہ ہو۔ اصحاب میمنہ آپ کیا جانتے ہیں کہ اصحاب میمنہ کون اشخاص ہیں؟ اصحاب مشئم اور آپ کیا جانتے ہیں کہ وہ کون اشخاص ہیں؟ بہشت کی طرف سبقت کرنے والے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کو حاصل کرنے کے لئے بھی سبقت کرتے ہیں یہ وہ اشخاص ہیں جو خدا کے مقرب بندے ہیں اور بہشت نعیم میں سکونت رکھیں گے" (331)

اصحاب میمنہ یعنی سعادت مند حضرات اور اصحاب مشئم یعنی اہل شقاوت اور بدبخت۔ اور سابقین وہ حضرات ہیں کہ جو صراط مستقیم کو طے کرنے میں دوسروں پر سبقت کرتے ہیں اور قرب الہی کے مقام تک پہنچتے ہیں۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حرکت نفس کی غرض اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے۔ خدا ایک اور آیت میں فرماتا ہے "اگر خدا کے مقربین سے ہوا تو قیامت کے دن آرام والی بہشت اور نعمت الہی سے جو خدا کا عطیہ ہے استفادہ کرے گا۔ اور اگر اصحاب میمنہ سے ہوا تو ان کی طرف سے تم پر سلام ہے اور اگر منکر اور گمراہوں سے ہوا تو اس پر دوزخ کا گرم پانی ڈالا جائیگا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔" (332)

184

نیز ایک اور آیت میں ہے کہ "اس طرح نہیں ہے کہ کافروں نے گمان کیا ہوا ہے یقیناً ابرار اور نیک لوگوں کا دفتر اور کتاب (اور جو کچھ اس میں موجود ہے) علین یعنی اعلیٰ درجات میں ہے آپ کیا جانتے ہیں کہ علین کیا چیز ہے وہ ایک کتاب ہے جو خدا کی طرف سے ہوا کرتی ہے اور اللہ کے مقرب اس مقام کا مشاہدہ کریں گے۔" (333) ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کا انتہائی کمال اور اسکے سیر اور حرکت کی غرض اور غایت اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے تا کہ انسان حرکت کر کے اس مقام تک جا پہنچیں لہذا مقربین کا گروہ سعادت مندوں میں سے ایک ممتاز گروہ ہے قرآن مجید میں آیا ہے کہ "جب ملائکہ نے کہا اے مریم خداوند عالم نے تجھے ایک کلمہ کی جو خداوند عالم کی طرف سے ہے یعنی عیسیٰ بن مریم کی بشارت دی ہے کہ جو دنیا اور آخرت میں خدا کے نزدیک عزت والا اور اس کے مقرب بندوں میں سے ہے۔" (334)

ان آیات اور روایات سے استفادہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لائق اور ممتاز بندے کہ جنہوں نے ایمان اور نیک اعمال میں دوسروں پر سبقت حاصل کر لی ہے بہت ہی اعلیٰ جگہ پر سکونت کریں گے کہ جسے قرب الہی کا مقام بتلایا گیا ہے اور شہداء بھی اسی مقام میں رہیں گے۔ قرآن مجید میں آیا ہے کہ "جو راہ خدا میں مارے گئے ہیں ان کے بارے میں یہ گمان نہ کر کہ وہ مرگئے ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار کے ہاں روزی پاتے ہیں۔" (335)

لہذا انسان کا انتہائی اور آخری کمال خداوند عالم کا قرب حاصل کرنا ہوتا ہے۔

قرب خدا کا معنی

یہ معلوم کیا جائے کہ خدا کے قرب کا مطلب اور معنی کیا ہے؟ اور کس طرح تصور کیا جائے کہ انسان خدا کے نزدیک ہو جائے۔ قرب کے معنی نزدیک ہونے کے ہیں اور کسی کے نزدیک ہونے کو تین معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔

قرب مکان

دو موجود جب ایک دوسرے کے نزدیک ہوں تو انہیں کہا جاتا ہے کہ وہ ایک

185

دوسرے کے قریب ہیں۔

قرب زمانی

جب دو چیزیں ایک زمانے میں ایک دوسرے کے نزدیک ہوں تو کہا جاتا ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے کے قریب اور بمعصر ہیں۔ اور یہ واضح ہے کہ بندوں کا خدا کے نزدیک اور قریب ہونا ان دونوں معنی میں نہیں ہو سکتا کیونکہ خدا کسی مکان اور زمانے میں موجود نہیں ہوا تھا تا کہ کوئی چیز اس مکان اور زمان کے لحاظ سے خدا کے قریب اور نزدیک کہی جائے بلکہ خدا تو زمانے اور مکان کا خالق ہے اور ان پر محیط ہے

قرب مجازی

کبھی کہا جاتا ہے کہ فلان شخص فلان شخص کے قریب اور نزدیک ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ فلان کا احترام او ربط اس شخص کے ساتھ ہوتا ہے اور اس کی خواہش کو وہ بجالاتا ہے اور وہ جو چاہتا ہے وہ اسے انجام دے دیتا ہے اس طرح کی نزدیکی اور قرب کو مجازی اور اعتباری اور تشریفاتی قرب اور نزدیکی کہا جاتا ہے یہ قرب حقیقی نہیں ہوا کرتا بلکہ مورد احترام قرا ر دینے والے شخص کو اس کا نزدیک اور قریبی مجازی لحاظ سے کہا جاتا ہے۔ کیا اللہ کے بندوں کو خدا سے اس معنی کے لحاظ سے قریبی اور نزدیکی قرار ددیا جا سکتا ہے؟ آیا خدا سے قرب اس معنی میں ہو سکتا ہے یا نہ؟

یہ مطلب ٹھیک ہے کہ خدا اپنے لائق بندوں سے محبت کرتا ہے اور ان سے علاقمند ہے اور ان کی خواہشات کو پورا بھی کرتا ہے لیکن پھر بھی بندے کا قرب خدا سے اس معنی میں مراد نہیں لیا جا سکتا۔ کیونکہ پہلے اشارہ کیا گیا ہے کہ علوم عقلیہ اور آیات اور روایات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ انسان کی حرکت ذاتی اور اس کا صراط مستقیم پر چلنا اور مسیر ایک امر واقعی ہے نہ کہ امر اعتباری اور تشریفاتی خدا کی طرف رجوع کرنا کہ جس کے لئے اتنی آیات اور روایات وارد ہوئی ہیں ایک حقیقت فرماتا ہے۔ "اے نفس مطمئن تو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر اس حالت میں کہ جب اللہ تعالیٰ

186

تجھ سے راضی ہے اور تو اللہ تعالیٰ سے راضی ہے۔ (336)

نیز فرماتا ہے "جس نے نیک عمل انجام دیا اس کا فائدہ اسے پہنچے گا اور جس نے برا عمل انجام دیا اس کا نقصان اسے پہنچے گا اس وقت سب اللہ کی طرف پلٹ آؤ گے۔ (337)

خدا فرماتا ہے " جو مصیبت کے وقت کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کا ملک ہیں اور اسی کی طرف لوٹ جائیں گے۔ (338) بہر حال اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور صراط مستقیم اور سبیل اللہ اور نفس کا کامل ہونا یہ ایسے امور ہیں جو واقعی ہیں نہ اعتباری اور تشریفاتی۔ انسان کا خدا کی طرف حرکت کرنا ایک اختیاری اور جانی ہوئی حرکت ہے کہ جس کا نتیجہ مرنے کے بعد جا معلوم ہوگا۔ وجود میں آنے کے بعد یہ حرکت شروع ہوجاتی ہے اور موت تک چلی جاتی ہے لہذا خدا سے قرب ایک حقیقی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لائق بندے واقعا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہوجاتے ہیں اور گناہگار اور نالائق اللہ تعالیٰ سے دور ہوجاتے ہیں لہذا غور کرنا چاہئے کہ خدا سے قرب کے کیا معنی ہیں؟

خدا سے قرب وہ قرب نہیں کہ جو متعارف اور جانا پہچانا ہوا ہوتا ہے بلکہ ایک علیحدہ قسم ہے کہ جسے قرب کمالی اور وجودی درجے کا نام دیا جاتا ہے۔ اس مطلب کے واضح ہونے کے لئے ایک تمہید کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ فلسفہ

اسلام اور کتب فلسفہ میں یہ مطلب پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ وجود اور ہستی ایک حقیقت مشکک ہے کہ جس کے کئی درجات اور مراتب ہیں۔ وجود بجلی کی روشنی اور نور کی طرح ہے جیسے نور کے کئی درجے زیادہ اور کم ہوتے ہیں ایک درجہ مثلاً کمتر ایک ولٹ بجلی کا ہے کہ جس میں روشنی تھوڑی ہوتی ہے اور اس کے اوپر چلے جائے ہ زیادہ سے زیادہ درجے پائے جاتے ہیں یہ تمام کے تمام نور اور روشنی کے وجود ہیں اور درجات ہیں کمتر اور اعلیٰ درجے کے درمیان کے درجات ہیں جو سب کے سب نور ہیں ان میں فرق صرف شدت اور ضعف کا ہوتا ہے بعینہ اس طرح وجود اور ہستی کے مختلف مراتب اور

187

درجات ہیں کہ جن میں فرق صرف شدت اور ضعف کا ہوتا ہے۔ وجود کا سب سے نیچا اور پشت درجہ اسی دنیا کے وجود کا درجہ ہے کہ جسے مادہ اور طبیعت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور وجود کا اعلیٰ ترین درجہ اور رتبہ ذات مقدس خدا کا وجود ہے کہ جو ذات مقدس کمال وجود کے لحاظ سے غیر متناہی ہے ان دو مرتبوں اور درجوں کے درمیان وجود کے درجات اور مراتب موجود ہیں کہ جن کا آپس میں فرق شدت اور ضعف کا ہے۔ یہیں سے واضح اور روشن ہوجائیگا کہ جتنا وجود قوی تر اور اس کا درجہ بالاتر اور کاملتر ہوگا وہ اسی نسبت سے ذات مقدس غیر متناہی خدائے متعال سے نزدیک تر ہوتا جائیگا اس کے برعکس وجود جتنا ضعیف تر ہوتا جائیگا اتنا ہی ذات مقدس کے وجود سے دور تر ہو جائیگا اس تمہید کے بعد بندہ کا اللہ تعالیٰ سے قرب اور دور ہونے کا معنی واضح ہوجاتا ہے۔ انسان روح کے لحاظ سے ایک مجرد حقیقت ہے جو کام کرنے کے اعتبار سے اس کا تعلق مادہ اور طبیعت سے ہے کہ جس کے ذریعے حرکت کرتا ہے اور کامل سے کاملتر ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنے انتہائی درجے تک جا پہنچتا ہے۔ حرکت کی ابتداء سے لے کر مقصد تک پہنچنے کے لئے وہ ایک شخص اور حقیقت ہی ہوا کرتا ہے۔ لیکن جتنا زیادہ کمال حاصل کرتا جائیگا اور وجود کے مراتب پر سیر کرے گا وہ اسی نسبت سے ذات الہی کے وجود غیر متناہی کے نزدیک ہوتا جائیگا۔ انسان ایمان اور نیک اعمال کے ذریعے اپنے وجود کو کامل کاملتر بنا سکتا ہے یہاں تک کہ وہ قرب الہی کے مقام تک پہنچ جائے اور منبع ہستی اور چشمہ کمال اور جمال کے فیوضات کو زیادہ سے زیادہ حاصل کر لے اور خود بھی بہت سے آثار کا منبع اور سرچشمہ بن جائے۔ اس توضیح کے بعد واضح ہو گیا کہ انسان کی حرکت اور بلند پروازی ایک غیر متناہی مقصد کی طرف ہوتی ہے ہر آدمی اپنی کوشش اور تلاش کے ذریعے کسی نہ کسی قرب الہی کے مرتبے تک پہنچ جاتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے قرب کے مقام کی کوئی خاص حد اور انتہا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے مقام قرب کی حقیقت کے کئی مراتب اور درجات ہیں۔ قرب ایک اضافی امر ہے کہ انسان جتنی زیادہ محنت اور عمل کرے گا ایک اعلیٰ مقام اور اس سے اعلیٰ مقام تک پہنچتا جائیگا اور ذات اللہ کے فیوضات اور برکات سے زیادہ سے زیادہ بہر مند ہوتا جائیگا۔

خودسازی

یعنی

تزکیہ و تہذیب نفس

188

کمالات انسان کی بنیاد ایمان ہے

نفس انسانی کے کمالات تک پہنچنے اور ذات الہی کے قرب کی طرف حرکت کرنے کی اساس اور بنیاد ایمان اور معرفت ہے ایک کمال تک پہنچنے والے انسان کو اپنے مقصد اور حرکت کی غرض و غایت کو اپنے سامنے واضح رکھنا چاہئے اور اسے معلوم ہو کہ وہ کدھر اور کہاں جانا چاہتا ہے اور کس طریقے اور راستے سے وہ حرکت کرے ورنہ وہ مقصد تک نہیں پہنچ سکے گا۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان اس کی حرکت کی سمت کو بتلاتا ہے اور اس کے مقصد اور غرض کو واضح کرتا ہے۔ جو لوگ خدا پر ایمان نہ رکھتے ہونگے وہ صراط مستقیم کے طے کرنے سے عاجز اور ناتواں ہونگے۔ خداوند عالم قرآن میں فرماتا ہے کہ " جو لوگ اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتے وہ سیدھے راستے سے منحرف ہیں۔ (339)

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بلکہ وہ لوگ کہ جو آخرت کے عالم پر ایمان نہیں رکھتے وہ کمال کے عالم سے دور ہوا کرتے اور صرف مادیات اور اپنے نفس کی حیوانی خواہشات کے پورا کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ (340) اسی لئے اس کا مقصد اور غرض سوائے مادی جہان کے اور کچھ نہیں ہوتا وہ کمال کے راستے پر ہی نہیں ہے تا کہ قرب الہی تک پہنچنے کا اس کے لئے کوئی امکان باقی ہو اس کے حرکت کی سمت صرف دنیا ہے اور انسانیت کے صراط مستقیم کے مرتبے سے دور ہوجکا ہے اگر کافر کوئی اچھا کام بھی کرے تو وہ اس

189

کے نفس کے کامل ہونے اور قرب تک پہنچنے کا وسیلہ نہیں بن سکے گا اس واسطے کہ اس نے اس کام کو خدا اور اس سے قرب حاصل کرنے کے لئے انجام نہیں دیا ہے بلکہ اس کا مقصد دنیا کے لئے اسے انجام دینا تھا کہ جس کا نتیجہ اسے اسی دنیا میں مل جائے گا اور قیامت کے دن اس کے لئے کوئی اثر نہیں رکھتا ہوگا۔
خدا قرآن میں فرماتا ہے۔ " ان لوگوں کی مثال جو اپنے پروردگار کے کافر ہوئے ہیں ان کے اعمال خاکستر اور راکھ کی طرح ہیں کہ جو ان میں سخت اندھیری کے خطرے سے دو چار ہوں اور ادھر ادھر بکھر جائیں اور جسے انہوں نے کمایا ہے اس کی حفاظت کرنے پر قدرت نہیں رکھتے یہی نجات کے راستے سے گمراہ اور دور ہیں۔ (341)
بہر حال اعمال کی بنیاد اور اساس ایمان ہے اور ایمان ہی عمل کو ارزش اور قیمت دیتا ہے اگر مومن کی روح ایمان اور توحید سے مخلوط ہوئی تو وہ نورانی ہوجائیگی اور خدا کی طرف صعود اور رجوع کرے گی اور پھر نیک عمل بھی اس کی مدد کرے گا۔ قرآن مجید میں ہے " جو شخص عزت کا طلبکار تو اسے معلوم ہونا چاہئے کہ تمام عزت خدا کے پاس ہے۔ توحید کا اچھا کلمہ خدا کی طرف بلند ہوتا ہے اور نیک عمل اسے اوپر لے جاتا ہے۔ (342)
نیک عمل انسان کی روح کو بلندی پر لے جاتا ہے اور قرب الہی کے مقام تک پہنچا دیتا ہے اور پاک و پاکیزہ اور خوشمنی زندگی اس کے لئے فراہم کرتا ہے لیکن اس کی شرط یہ ہے کہ ایمان رکھتا ہو۔ بغیر ایمان کے روح تا ریک اور ظلمانی ہے اور قرب الہی اور پاک و پاکیزہ زندگی کی لیاقت نہیں رکھتی قرآن مجید میں ہے۔ "جو بھی نیک عمل انجام دے خواہ مرد ہو یا عورت ایسی حالت میں کہ ایمان رکھتا ہو ہم اسے پاک و پاکیزہ زندگی کے لئے زندہ کریں گے۔ (343)
لہذا کمال حاصل کرنے والے انسان کو پہلے اپنے ایمان کو قوی کرنے کی کوشش کرنی چاہئے کہ جتنا اس کا ایمان قوی تر ہوگا اتنا ہی وہ قوی درجات کمال کو حاصل کر سکے گا۔ قرآن فرماتا ہے کہ " خدا تم میں سے جو ایمان رکھتا ہوا سے بالا اور بلند لے جاتا

190

ہے اور ان کو جو علم رکھتے ہوں بلند کرتا ہے خدا اس سے کو جو تم انجام دیتے ہو عالم اور آگاہ ہے۔ (344)

191

تکامل اور قرب حاصل کرنیکے اسباب

نفس کی تکمیل اور قرب خدا کنی ایک وسیلے اور ذریعے سے حاصل کیا جا سکتا ہے کہ ان میں مہم ترین کی طرف ہم اشارہ کریں گی۔

1_ ذکر خدا 2_ فضائل اور مکارم اخلاق کی تربیت 3_ نیک عمل 4_ جہاد اور شہادت 5_ احسان اور خدمت خلق
خدا 6_ دعا 7_ روزہ کہ ان تمام کو یہاں بیان کریں گے۔

پہلا وسیلہ

ذکر خدا

ذکر کو نفس کی اندرونی اور باطنی قرب الہی کی طرف حرکت کرنے کا نقطہ آغاز جاننا چاہئے۔ قرب کی طرف حرکت کرنے والا انسان ذکر کے ذریعے مادی دنیا سے بالاتر ہوجاتا ہے اور آہستہ آہستہ عالم صفا اور نورانیت میں قدم رکھتا ہے اور کامل سے کامل

تر ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے قرب کا مقام حاصل کر لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یاد اور ذکر عبادات کی روح اور احکام کے تشریح کرنے کی بزرگترین غرض اور غایت ہے۔ اور ہر عبادت کی قدر و قیمت اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے کیوجہ سے ہوا کرتی ہے۔ آیات اور احادیث میں اللہ کے ذکر اور یاد کی بہت زیادہ سفارش کی گئی ہے۔ جیسے قرآن مجید میں ہے کہ " جو لوگ ایمان لے آئے ہیں وہ اللہ کے ذکر کو بہت زیادہ کرتے ہیں۔ (345)

نیز فرماتا ہے کہ " عقلمند وہ انسان ہیں کہ جو قیام و قعود یعنی اٹھتے بیٹھتے ہوتے جاگتے خدا کو یاد کرتے ہیں اور زمین اور آسمان کی خلقت میں فکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔ اے پروردگار اس عظیم خلقت کو تو نے بیہودہ اور بیکار پیدا نہیں کیا تو پاک اور پاکیزہ ہے ہمیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھنا۔ (346)

خداوند عالم فرماتا ہے کہ " جس نے اپنے نفس کو پاک کیا اور اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور نماز پڑھی وہی نجات پاگیا۔ (347)

خدا فرماتا ہے۔ اپنے پروردگار کا نام صبح اور شام لیا کرو۔ (348)

نیز فرمایا ہے کہ اپنے خالق کو زیادہ یاد کیا کر اور اس کی صبح اور شام تسبیح کیا۔ (249)

اور نیز فرمایا ہے کہ " جب تم نے نماز پڑھ لی ہو تو خدا کو قیام اور رعود اور سونے کے وقت یاد کیا کر۔ (350)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " جو شخص اللہ تعالیٰ کا ذکر زیادہ کرے خدا اسے بہشت میں اپنے لئے لطف و کرم کے سائے میں قرار دے گا۔ (351)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ " جتنا ہو سکتا ہے خدا کو یاد کیا کرو۔ دن اور رات کے ہر وقت میں۔ کیونکہ خداوند عالم نے تمہیں زیادہ یاد کرنے کا حکم دیا ہے۔ خدا اس مومن کو یاد کرتا ہے جو اسے یاد کرے اور جان لو کہ کوئی مومن بندہ خدا کو یاد نہیں کرتا مگر خدا بھی اسے اچھائی میں یاد کرتا ہے۔ (352)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " خداوند عالم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا کہ دن اور رات میں مجھے زیادہ یاد کیا اور ذکر کرتے وقت خشوع اور

خضوع کرنے والا اور مصیبت کے وقت صبر کرنے والا اور مجھے یاد کرنے کے وقت آرام اور سکون میں ہوا کر۔ میری عبادت کر اور میرا شریک قرار نہ دے تم تمام کی برگشت اور لوٹنا میری طرف ہی ہوگا۔ اے موسیٰ مجھے اپنا ذخیرہ بنا اور نیک اعمال کے خزانے میرے سپرد کر۔ (352)

ایک اور جگہ امام جعفر صادق نے فرمایا ہے کہ ہر چیز کی کوئی نہ کوئی حد اور انتہا ہوتی ہے مگر خدا کے ذکر کے لئے کوئی حد اور انتہا نہیں ہے۔ خدا کی طرف سے جو واجبات ہیں۔ ان کے بجالانے کی حد ہے۔ رمضان المبارک کا روزہ محدود ہے۔ حج بھی محدود ہے کہ جسے اس کے موسم میں بجالانے سے ختم ہوجاتا ہے۔ مگر اللہ کے ذکر کے لئے کوئی حد نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے تھوڑے ذکر کرنے پر اکتفاء نہیں کی پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔

یا ایہا الذین امنوا ذکرُوا اللہَ ذکراً کثیراً و سبحوہ بکرة و اصیلاً۔ ایمان والو اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ ذکر کیا کرو اور اس کی صبح اور شام تسبیح کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ذکر کے لئے کوئی مقدار اور حد معین نہیں کی آپ نے اس کی بعد فرمایا کہ میرے والد بہت زیادہ ذکر کیا کرتے تھے۔ میں آپ کے ساتھ راستے میں جا رہا تھا۔ تو آپ ذکر الہی میں مشغول تھے اگر آپ کے ساتھ کھانا کھاتا تھا تو آپ ذکر الہی کیا کرتے تھے یہاں تک کہ آپ لوگوں کے ساتھ بات کر رہے ہوتے تھے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ ہوتے تھے اور میں دیکھ رہا ہوتا تھا کہ آپ کی زبان مبارک آپ کے دھن مبارک کے اندر ہوتی تھی تو آپ لا الہ الا اللہ فرما رہے ہوتے تھے۔ صبح کی نماز کے بعد ہمیں اکٹھا بٹھا دیتے اور حکم دیتے کہ دن نکلتے تک ذکر الہی کرو۔ اور پھر آپ نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے کہ کیا میں تمہیں بہترین عمل کی خبر نہ دوں جو ہر عمل سے پہلے تمہارے درجات کو بلند کر دے؟ اور خدا کے نزدیک تمام چیزوں سے زیادہ پاکیزہ اور پسندیدہ ہو؟ اور تمہارے لئے در ہم اور دینار سے بہتر ہو یہاں تک کہ خدا کی راہ میں جہاد سے بھی افضل ہو؟ عرض

کیا یا رسول اللہ۔ ضرور فرمائیے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر زیادہ کیا کرو پھر امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک

آدمی نے رسول خدا کی خدمت میں عرض کی کہ مسجد والوں میں سب سے زیادہ بہتر کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جو دوسروں سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے۔ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " جو شخص ذکر کرنے والی زبان رکھتا ہو اس کو دنیا اور آخرت کی خیر عطاء کی جا چکی ہے۔ (354)

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا کہ " قرآن کی تلاوت کر اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت زیادہ کر تیرے لئے ذکر کا اجر آسمان میں ہوگا اور زمین میں تیرے لئے نور ہوگا۔ (355)

امام حسن علیہ السلام نے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم سے نقل کیا ہے کہ " آپ نے فرمایا ہے کہ جنت کے باغات کی طرف سبقت اور جلدی کرو اصحاب نے عرض کیا کہ بہشت کے باغ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا ذکر کے حلقے اور دائرے۔ (356)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " جو غافل لوگوں میں اللہ تعالیٰ کے فکر کرنے والا ہو تو گویا وہ جہاد سے بھاگنے والوں کے درمیان مجاہد ہے اور اس طرح کے مجاہد کے لئے بہشت واجب ہے۔ (357)

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا ہے کہ " بہشت کے باغوں سے استفادہ کرو۔ عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہ۔ بہشت کے باغ کیا ہیں؟ آپ (ص) نے فرمایا کہ ذکر کی مجالس۔ صبح شام اللہ کا ذکر کرو۔ جو شخص چاہتا ہے کہ خدا کے ہاں اپنی قدر اور منزل معلوم کرے تو دیکھے کہ خدا کی قدر اور منزلت اس کے نزدیک کیا ہے کیونکہ خدا اپنے بندے کو اس مقام تک پہنچاتا ہے کہ جس مقام کو بندے نے خدا کے لئے اختیار کر رکھا ہے اور جان لو کہ تمہارے اعمال میں سے بہترین عمل خدا کے نزدیک اور اعمال میں پاکیزہ ترین عمل جوہر ایک عمل سے بہتر ہو اور تمہارے درجات کو بلند کرے اور تمہارے لئے اس سے بہتر ہو کہ جس پر سورج چمکتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ (358)

195

یہ آیات اور روایات کہ جو بطور نمونہ ذکر ہوتی ہیں ان سے ذکر الہی کی قدر اور قیمت کو آپ نے معلوم کر لیا ہے۔ اب یہ دیکھا جائے کہ ذکر خدا سے مراد کیا ہے؟

ذکر خدا کا مراد

یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر عبادت میں سے ایک بڑی عبادت ہے اور نفس کے پاک و پاکیزہ اور اس کی تکمیل اور سیر و سلوک الی اللہ کا بہترین وسیلہ ہے اب دیکھیں کہ ذکر خدا سے جو آیات اور روایات میں وارد ہوا ہے کیا مراد ہے کیا اس سے مراد یہی لفظی ذکر مثل سبحان و الحمد لله و لا اله الا الله یا اس سے مراد کوئی اور چیز ہے؟ کیا یہ الفاظ بغیر باطنی توجہ کے اتنا بڑا اثر رکھتے ہیں یا نہ؟

لغت میں ذکر کے معنی لفظی ذکر کے بھی آئے ہیں کہ جو زبان سے کئے جاتے ہیں اور توجہ قلب اور حضور باطن کے معنی بھی آئے ہیں احادیث میں بھی ذکر ان دو معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مناجات کرتے وقت عرض کی کہ " اے خالق۔ اس کی جزاء اور ثواب کہ جس نے تجھے زبان اور دل میں یاد کیا ہو کیا ہے؟ جواب آیا اے موسیٰ (ع) میں اسے قیامت میں عرش کے سایہ اور اپنی پناہ میں قرار دوںگا۔ (359) " اس حدیث کو دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ اس میں ذکر لفظی جو زبان پر ہوتا ہے اور قلبی ذکر دونوں میں استعمال ہوا ہے اور دوسری بہت سی روایات موجود ہیں کہ جن میں ذکر ان دونوں میں استعمال ہوا ہے لیکن غالباً اور اکثر ذکر کو توجہ قلبی اور حضور باطنی میں استعمال کیا گیا ہے اور حقیقی اور کامل ذکر ابھی یہی ہوا کرتا ہے۔ خدا کے ذکر سے مراد ایک ایسی حالت ہے کہ خدا کو روح کے لحاظ سے دیکھ رہا ہو اور باطن میں جہاں کے خالق کی طرف اس طرح متوجہ ہو کہ خدا کو حاضر اور ناظر جانے اور اپنے آپ کو خدا کے سامنے جانے جو شخص اس طرح کی حالت میں خدا کو یاد کرتا ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرے گا اور واجبات کو بجالائیگا اور حرام چیزوں کو ترک کرے گا۔ اس معنی کے لحاظ سے اللہ کا ذکر آسان ہے۔ امام جعفر صادق

196

علیہ السلام نے فرمایا ہے " سب سے مشکل ترین عمل کہ جو ہر شخص سے نہیں ہو سکتا۔ تین ہیں اپنے آپ سے لوگوں کو اس طرح انصاف دینا اور عدل کرنا کہ را ضی نہ ہو دوسروں کے لئے وہ چیز کہ جس کو وہ خود اپنے لئے پسند نہیں کرتا۔

2_ مومن بھائی کے ساتھ مال میں مساوات اور غمگساری کرنا_ 3_ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا_
 ذکر سے فقط سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ مراد نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا ذکر یہ ہے کہ جب کوئی واجب کام سامنے آئے تو
 اسے بجالانے اور جب حرام کام سامنے آئے تو اسے ترک کرے۔ (360)
 رسول خدا نے فرمایا کہ " تین چیزیں ایسی ہیں جو اس امت کے لئے بلند و بالا اور مشکل ہیں_ 1_ مومن بھائی کے ساتھ مال
 میں مساوات اور برابری اور غمگساری_ 2_ اپنے آپ سے لوگوں کو انصاف دینا_ 3_ تمام حالات میں خدا کا ذکر_ یہاں
 ذکر سے مراد سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ نہیں ہے بلکہ ذکر سے مراد انسان کا خدا کو اس طرح یاد کرنا ہے کہ جب کوئی
 حرام کام سامنے آئے تو خدا سے ڈرے اور اسے ترک کر دے۔ (361)
 امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " خدا کا سہو اور غفلت میں ذکر نہ کر اور اسے فراموش نہ کر_ اللہ تعالیٰ کا
 کامل ذکر اس طرح کر کہ تیرا دل اور زبان ایک دوسرے کے ہمراہ ہوں تیرا باطن اور ظاہر ایک دوسرے کے مطابق ہو تو اللہ
 تعالیٰ کا حقیقی ذکر سوائے اس حالت کے نہیں کر سکتا مگر تب جب کہ تو ذکر کی حالت میں اپنے نفس کو فراموش کر دے
 اور بالآخرہ تو اپنے آپ کو نہ پائے۔ (362)
 امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے جو شخص حقیقتاً اللہ تعالیٰ کی یاد میں ہو گا وہ اللہ کا مطیع اور فرمانبردار ہوگا
 جو شخص اللہ سے غافل ہوگا وہ اللہ کی معصیت اور نافرمانی کرے گا_ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہدایت کی علامت ہے اور اللہ
 تعالیٰ کی نافرمانی گمراہی کی نشانی ہے_ ذکر اور غفلت معصیت اور اطاعت کی بنیاد میں ہے۔ "
 لہذا اپنے دل کو قبلہ قرار دے اور زبان کو سوائے دل کے حکم اور عقل اور

197

رضا الہی کی موافقت کے حرکت نہ دے کیونکہ اللہ تیرے باطن ظاہر سے آگاہ ہے اس شخص کی طرح ہو کہ جس کی روح
 قبض ہو رہی یا اس شخص کی طرح جو اعمال کے حساب دینے میں اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑا ہے_ اپنے نفس کو سوائے
 الہی احکام کے جو تیرے لئے بہت اہم ہیں_ یعنی اوامر اور نواہی الہی اور اس کے وعدے اور عہد کے علاوہ کسی میں
 مشغول نہ کر حزن اور ملال کے پانی سے اپنے دل کو دھوئے اور پاک و پاکیزہ کرے_ جب کہ خدا تجھے یاد کرتا ہے تو
 تو بھی خدا کو یاد کر کیونکہ خدا نے تجھے اس حالت میں یاد کیا کہ وہ تجھ سے بے نیاز ہے اسی لئے خدا کا تجھے یاد
 کرنا زیادہ ارزش اور قیمت رکھتا ہے اور زیادہ لذیذ اور کاملتر ہے اور تیرے یاد کرنے سے بہت پہلے ہے۔
 تیری اللہ تعالیٰ کی صفت اور اس کا ذکر تیرے لئے خضوع اور حیاء اور اس کے سامنے تواضع کا موجب ہوگا اور اس کا
 نتیجہ اس کے فضل اور کرم کا مشاہدہ ہے اس حالت میں اگر تیری اطاعت زیادہ بھی ہوئی تو وہ اللہ تعالیٰ کے عطاء کے
 مقابلے میں کم ہوگی لہذا اپنے اعمال کو صرف خدا کے لئے بجالا_ اگر اپنے خدا کے ذکر کرنے کو بڑا سمجھے تو یہ ریا
 اور خود پسندی جہالت اور لوگوں سے بد اخلاقی اپنی عبادت کو بڑا قرار دینے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے غفلت کا
 موجب ہوگا_ اس طرح کا ذکر سوائے اللہ تعالیٰ سے دور ہونے کے اور کوئی ثمر اور نتیجہ نہیں دے گا اور زمانے کے
 گذرنے سے سوائے غم اور اندوہ کے کوئی اور اثر نہیں رکھے گا_ اللہ تعالیٰ کا ذکر دو قسم پر تقسیم ہوجاتا ہے_ ایک
 خالص ذکر کہ جس میں دل بھی ہمراہی کر رہا ہو_ دوسرا وہ ذکر جو غیر خدا کی یاد کی نفس کر دیتا ہو جیسے کہ رسول
 خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا کہ میں تیری مدح نہیں کر سکتا تو اس طرح ہے کہ جس طرح تو نے اپنی صفت
 خود بیان کی ہے۔

لہذا رسول خدا نے اپنے ذکر کی کوئی وقعت اور ارزش قرار نہیں دی کیونکہ اس مطلب کی طرف متوجہ تھے کہ بندے کا
 خدا کے ذکر کرنے پر اللہ تعالیٰ کا بندے کا ذکر

198

کرنا مقدم ہے لہذا وہ لوگ جو رسول خدا(ص) سے کمتر ہیں وہ اپنے اللہ کے ذکر کو ناچیز اور معمولی قرار دینے کے
 زیادہ سزاوار ہیں لہذا جو شخص اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا چاہتا ہے اسے معلوم ہونا چاہئے کہ جب تک اللہ اسے توفیق نہ دے اور
 خود بندے کو یاد نہ کرے وہ اللہ کے ذکر کرنے پر قدرت نہیں رکھے سکتا۔ (363)
 جیسے کہ ملاحظہ کر رہے ہیں ان روایات میں قلبی توجہ اور باطنی حضور کو ذکر کرنے کا مصداق بتلایا گیا ہے نہ
 صرف قلبی خطور اور بے اثر ذہنی تصور کو بلکہ باطنی حضور جو یہ اثر دکھلانے کے جس کی علامتوں میں سے اوامر
 اور نواہی الہی کی اطاعت کو علامت قرار دیا گیا ہے لیکن یہ اس امر کی دلیل نہیں ہے کہ لفظی اور زبانی ذکر و اذکارش لا

الہ الا اللہ سبحان اللہ الحمد و غیرہ کے اللہ کے حقیقی ذکر کا مصداق نہیں ہیں بلکہ خود یہ کلمات بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر کا ایک مرتبہ اور درجہ ہیں علاوہ اس کے کہ یہ اذکار بھی قلب اور دل سے پھوٹتے ہیں۔ جو شخص ان لفظی اذکار کو زبان پر جاری کرتا ہے وہ بھی دل میں گرچہ کم ہی کیوں نہ ہو خدا کی طرف توجہ رکھتا ہے اس لئے کہ وہ خدا کی طرف توجہ رکھتا تھا تب ہی تو اس نے ان اذکار کو زبان پر جاری کیا ہے۔ اسلام کی نگاہ میں ان کلمات اور اذکار کا کہنا بھی مطلوب ہے اور ثواب رکھتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ قصد قربت سے ہوں جیسے کہ ظاہری نماز انہیں الفاظ اور حرکات کا نام ہے کہ جس کے بجالانے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے گرچہ نماز کی روح قلب کا حضور اور باطنی توجہ ہے۔

ذکر کے مراتب
ذکر کے لئے کئی ایک مراتب اور درجات ہیں کہ سب سے کمتر مرتبہ اور درجہ لفظی اور زبانی ذکر سے شروع ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ انقطاع کامل اور شہود اور فتا تک جا پہنچتا ہے۔

199

پہلا درجہ

پہلے درجے میں چونکہ ذکر کرنے والا خدا کی طرف توجہ کرتا ہے اور قصد قربت سے خاص اور مخصوص زبان پر بغیر معانی سمجھے اور متوجہ ہوئے جاری کر دیتا ہے۔

دوسرا درجہ۔
قصد قربت سے ذکر کرتا ہے اور ذکر کرنے کی حالت میں ان کے معانی کو بھی ذہن میں خطور دیتا ہے۔

تیسرا درجہ

زبان قلب کی پیروی کرتی ہے اور ذکر کہتی ہے اس معنی میں کہ جب دل خدا کی طرف توجہ کرتا ہے اور اپنے باطن ذات میں ان اذکار کے معانی پر ایمان رکھتا ہے تو پھر وہ زبان کو حکم دیتا ہے کہ وہ خدا کا ذکر شروع کر دے۔

چوتھا درجہ

خدا کی طرف رجوع کرنے والا انسان خالق جہان کے بارے میں حضور قلبی اور توجہ کامل رکھتا ہے اور اسے حاضر اور ناظر اور اپنے آپ کو اس ذات کے سامنے حاضر دیکھتا ہے۔ خدا کی طرف رجوع کرنے والے انسان اس حالت میں درجات رکھتے ہیں اور مختلف ہوتے ہیں بعض کاملتر ہیں جتنی مقدار غیر خدا سے قطع کرے گا اتنی ہی مقدار خدا سے مانوس اور اس سے علاقمند ہوگا یہاں تک کہ انقلاع کامل اور لقاء اور فتاء کی حد تک پہنچ جائیگا۔ اس درجے میں خدا کی طرف رجوع کرنے والا انسان اعلیٰ ترین درجے پر ہوتا ہے۔ اس کے سامنے دنیا کے حجاب اٹھ جاتے ہیں۔ اور غیر حقیقی اور مجازی علاقہ اور ربط اس نے ختم کر دینے ہوتے ہیں اور خیرات اور کمال کے مرکز سے متصل ہوجاتا ہے لہذا اس کے سامنے تمام چیزیں یہاں تک کہ وہ اپنی ذات کو کبھی

200

چھوڑ کر خدا کی طرف رجوع کرتا ہے۔ غیر خدا سے قطع روابط رکھتا ہے اور صرف ذات الہی سے اپنی محبت کو مختص کر دیتا ہے۔ سوائے خدا کے اور کوئی کمال نہیں دیکھتا تا کہ اس سے دل کو لگائے اور وابستہ کرے کسی کو مونس نہیں دیکھتا تا کہ اس سے انس اور محبت کرے۔ اس طرح کے خاص بندوں نے عظمت اور جلال و کمال اور رخیر اور نور و ایمان کے سرچشمہ کو پالیا ہوتا ہے اور اپنی باطنی آنکھ سے جمال الہی کا مشاہدہ کر رہے ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک لحظہ بھی وہ دنیا کی مجازی چیزوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور انہیں اپنا دل نہیں دیتے چونکہ وہ کمالات کے منبع تک پہنچ چکے ہیں لہذا ان کی نگاہ میں مجازی اور عارضی کمالات کوئی حیثیت نہیں رکھتے وہ اللہ تعالیٰ کے لقاء اور عشق اور محبت میں جلتے رہتے ہیں اور خدا سے انس اور محبت کی لذت کو دنیاوی چیزوں سے تبادلہ نہیں کرتے اور اگر جہاں کی ظاہری چیزوں کو بھی دیکھتے ہیں تو اس میں بھی نو جمال الہی اور وجود کامل کی نشانی اور علامت کا عکس مشاہدہ

کرتے ہیں۔ (364)

امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ " کس طرح تیرے وجود کے ثابت کرنے کے لئے اس چیز سے استدلال کیا جائے کہ جو وہ خود تیری محتاج ہے؟ کیا تیرے غیر کے لئے ظہور ہے جو تیری ذلت کے لئے موجود نہیں ہے تاکہ تو اس کے ظہور کے ذریعے ظاہر کیا جائے؟ کب تو دور تھا تاکہ آثار اور علائم تیرے ٹک پہنچنے کے اسباب بن سکیں؟ وہ آنکھ اندھی ہے جو تجھے اپنا مراقب اور مشاہدہ کرنے والا نہیں دیکھتی؟ کتنا نقصان میں ہے وہ بندہ کہ جسے تو نے اپنی محبت سے کچھ حصہ نہیں دیا؟" (365)

امیر المومنین علیہ السلام شعبانیہ مناجات میں فرماتے ہیں۔ " اے خدا پوری طرح اپنے میں غرق اور کامل ہونے کو مجھے عطا کر اور میرے دل کی آنکھوں کو اپنے جمال کے نور کے مشاہدہ کرنے کا نور عطا فرما تاکہ میرے دل کی آنکھیں نور کے حجاب کو پار کر کے تیری عظمت تک پہنچ جائیں اور ہماری روحوں تیرے مقام قدس سے جا وصل ہوں۔ (366)

201

امام زین العابدین علیہ السلام اس طرح کے خاص بندوں کے حق میں یوں ارشاد فرماتے ہیں:

" خدایا تیری ثناء اور تعریف جو تیرے لائق اور سزاوار ہے زبان سے بیان کرنے میں وہ تیرے بندے عاجز ہیں تیری ذات کے جمال حقیقت تک پہنچنے سے وہ عاجز ہیں۔ تیرے جمال کے انوار کو دیکھنے کی آنکھیں قدرت نہیں رکھتی۔ تو اپنے بندوں کے لئے تیری معرفت کے مقام تک پہنچنے کے لئے سوائے عجز کے اظہار کے اور کچھ نہیں رکھا۔ خدایا ہمیں ان بندوں سے قرار دے کہ تیرے لقاء کے شوق کا پودا جن کے دلوں میں بویا گیا ہے۔ اور محبت کی آتش نے ان کی دلوں کو گھیر رکھا ہے لہذا وہ عالی افکار کے اشیانہ میں اترتے ہیں اور مقام قرب و شہود الہی کے باغات سے نعمتیں حاصل کرتے ہیں اور محبت کے چشمے سے لطف و کرم کے جام پیتے ہیں۔ صفا اور محبت اور مودت کے چشمہ میں وارد ہوتے ہیں۔ ان کے دل کی آنکھوں سے پردہ اٹھ گیا ہے اور عقائد میں شک و تردید اور تاریکی ان کے دلوں سے دور ہو گئی ہے اور ان کے دلوں میں شک کا گذر زائل ہو چکا ہے۔ تحقیق کے ذریعے ان کے دلوں کی معرفت نے وسعت پیدا کر لی ہے۔ اور زہد کی دوڑ لگانے میں ان کی ہمت بلند ہو چکی ہے۔ خدا کے ساتھ معاملہ کرنے میں پسندیدہ خاطر ہوتے ہیں اور خدا کے ساتھ انس کی مجلس میں پاکیزہ باطن رکھتے ہیں اور خوف کے مقامات میں امن اور آرام کا راستہ موجود پاتے ہیں اور اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرنے میں مطمئن نفس رکھتے ہیں۔ سعادت اور نجات کے راستے میں یقین کے مرتبہ تک پہنچے ہوئے ہیں۔ محبوب کے مشاہدہ کرنے میں ان کی آنکھیں روشن ہیں اور اس کے پانے میں کہ جس کی امید کرتے باطنی آرام اور اطمینان رکھتے ہیں۔ دنیا کے معاملات میں آخرت کے لئے فائدہ حاصل کیا۔ اے خدا۔ تیرے ذکر کے الہام کے تصورات دلوں پر کتنے لذت آور ہوتے ہیں۔ اور تیری طرف غیب کے تفکر کے ذریعے آنے میں کتنا مٹھاس اور شرمیلی ہے۔ اور تیری محبت کا طعام کتنا مزے دار ہے۔

202

اور تیرے قرب کا پانی کتنا لذیذ اور خوشگوار ہے۔ ہمیں دور کرنے اور نکال دینے انے سے پناہ دے اور ہمیں مخصوص تر عارف اور اپنے بندوں میں صالح ترین بندہ اور اطاعت کرنے میں صادق ترین اور عبادت کرنے والوں میں خالص ترین عبادت کرنے والا قرار دے۔ اے بزرگتر اور عظیم اور کریم اور احسان کرنے والا خدا۔ تجھے تیری عطا اور رحمت کی قسم۔ اے ارحم الراحمین۔" (367)

خلاصہ چوتھا مرتبہ اور مقام بہت ہی عالی اور بلند و بالا ہے اور پھر اس کے کئی ایک درجات اور مراتب ہیں جو ذات مقدس واجب الوجود اور کمال و جمال غیر متناہی تک جاتے ہیں۔ اہل اللہ اور عارفین کی اصطلاح میں ان کے مختلف نام ہیں جیسے مقام ذکر مقام انس مقام انقطاع مقام محبت، مقام شوق، مقام رضا، مقام خوف، مقام شہود، مقام عین الیقین، مقام حق الیقین، اور آخری مقام جسے مقام فنا نام دیتے ہیں یہ تعبیرات اکثر آیات اور احادیث سے لی گئی ہیں اور ہر ایک نام کی کچھ نہ کچھ مناسبت بھی ہے۔

جب عارف اور عبادت گزار واجب الوجود ذات الہی کے جمال اور عظمت غیر متناہی کی طرف توجہ کرے اور اس کی محبت اور فیوضات کو سامنے رکھے اور اپنی تقصیر اور ناتوانی اور مقام اعلیٰ تک نہ پہنچنے کی مسافت سے دور ہونے کا احساس کرے تو پھر اس کے دل میں شوق اور عشق سوز اور گداز پیدا ہوتا ہے تو اس کیفیت اور مقام کا نام شوق کا مقام دیا جاتا ہے۔ جب کمالات کے درجات اور مقامات پر کوئی پہنچ جائے تو وہ انہیں درجات اور معلومات سے انس کرنے لگتا

ہے اور خوش اور شاد ہوجاتا ہے تو اسی مناسبت سے اس درجے اور رتبے کو مقام انس سے تعبیر کرتے ہیں اور جب عظمت اور کمال غیر متنہابی ذات الہی کی طرف توجہ کرے اور اس عظمت کے مقام کے پائے میں اپنی کمزوری اور عجز اور قصور پر مطلع اور واقف ہو تو اس کا دل لرزتا اور دکھتا ہے اس کے تمام وجود پر خوف اور ڈر چھاجاتا ہے تو پھر وہ گریہ و زاری کرنے لگتا ہے تو اسی مناسبت سے اس حالت کا نام مقام خوف رکھ دیا جاتا ہے۔ اسی طرح باقی تمام مقامات کسی نہ کسی انسان کی کیفیت اور حالت کی مناسبت سے رکھے جاتے ہیں۔

203

بہتر یہی ہے کہ یہ ناچیز بندہ جو یہ کتاب لکھ رہا ہے اور رجو خواہشات نفس اور مادی تاریکیوں اور ظلمات کا قیدی۔ مقامات معنوی کے حاصل کرنے سے محروم ہے اس بحر بیکران میں وارد نہ ہو اور ان مقامات عالیہ کی شرح اور توضیح انہیں لوگوں کے لئے چھوڑ دے جو اس کی قابلیت اور اہلیت رکھتے ہیں کیونکہ جس نے محبت اور انس اور لقاء اللہ کا ذائقہ ہی نہ چکا ہو وہ ان مقامات عالیہ کی توضیح اور تشریح سے عاجز اور ناتوان ہوگا۔ نیکوں کو دوست رکھتا ہوں اگر چہ انہیں سے نہیں ہوں۔

خدایا ہمیں اپنے ذکر کی حلاوت عنایت فرما اور ہمیں حالات چکھنے والے افراد سے قرار دے یہاں بہتر ہوگا کہ جو اس کے اہل تھے ان کی بات اور گفتگو کو نقل کیا جائے۔ عارف ربانی فیلسوف عالی ملاصدرا شیرازی لکھتے ہیں۔ اگر کسی بندے پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سائے پڑ جائیں تو وہ خواب غفلت اور جہالت سے بیدار ہوجاتا ہے اور جان لیتا ہے کہ اس محسوس جہان کے علاوہ بھی کوئی دوسرا جہان ہے۔ حیوانی لذت سے اعلیٰ اور بھی لذت ہیں تو اس حالت میں وہ باطل اور بے ارزش امور سے روگردانی کر لیتا ہے اور گناہوں کے ارتکاب سے اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کی آیات اور نشانوں میں فکر اور غور شروع کر دیتا ہے اور مواظظ الہی کو سنتا ہے اور پیغمبر اکرم کی احادیث میں غور کرتا ہے اور شریعت کے مطابق عمل کرتا ہے اور آخرت کے کمالات حاصل کرنے کے لئے دنیا کے لغویات اور فضولیات جیسے جاہ و جلال مقام و منصب مال اور متاع سے دستبردار ہوجاتا ہے اور اگر اس سے زیادہ اللہ کی رحمت اس کے شامل حال ہوجائے تو حتمی ارادہ کر لیتا ہے کہ غیر خدا سے چشم پوشی کرے اور اللہ تعالیٰ کی جانب حرکت کرے اور خواہش نفس کے مقام کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف حرکت کرے اس حالت میں اس پر اللہ تعالیٰ کے انوار ملکوتی ظاہر ہو جاتے ہیں اور عالم غیب کا دروازہ اس کے لئے کھل جاتا ہے اور عالم قدس کے صفحات آہستہ آہستہ اس کے لئے آشکار ہوجاتے ہیں اور غیبی امور کی مثالی صورت میں مشاہدہ کرتا ہے جب وہ امور غیبی کے مشاہدے کی لذت کو چکھ لے تو پھر خلوت اور دائمی ذکر

204

کرنے سے علاقمند ہوجاتا ہے اس کا دل حسی مشاغل سے خالی ہوجاتا ہے اور تمام وجود کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ پیدا کر لیتا ہے۔ اس حالت میں اس پر علوم لدنی آہستہ آہستہ اترنے لگتے ہیں اور معنوی انوار کبھی کبھی اس کے لئے ظاہر ہونے لگتے ہیں یہاں تک کہ کامل تمکن اور تحقق حاصل کر لیتا ہے۔ تلون مزاجی اور تغیر دور ہو جاتی ہے اور آرام اور سکون اس پر نازل ہوجاتا ہے اس حالت میں وہ عالم جبروت میں وارد ہوجاتا ہے اور عقول مفارقہ کا مشاہدہ کرتا ہے اور ان کے انوار سے نورانی ہوجاتا ہے اور اس کے لئے قدرت اور سلطان الہی اور عظمت اور کبریاء کا نور آشکار ہوجاتا ہے اور اس کی انانیت اور وجود کو متلاشی اور ہباء منشوراء کر دیتا ہے اور ذات احدیت کی عظمت اور قدرت کے سامنے ساقط ہوجاتا ہے اس حالت اور مقام کو مقام احدیت کہا جاتا ہے اور اغیار سالک کی نگاہ میں مستہلک ہوجاتے ہیں اور لمن الملك اليوم الواحد القہار کی آواز کوسنتا ہے۔ (368)

عارف ربانی ملا فیض کاشانی لکھتے ہیں کہ خدائی محبت اور اس کی تقویت اور رویت خدا اور اس کے لقاء کے لئے اسباب مہیا کرنے کا طریقہ معرفت اور اس کو تقویت دینا ہوا کرتا ہے۔ معرفت حاصل کرنے کا طریقہ قلب کو دنیاوی علائق اور مشاغل اور کامل طور پر انقطاع الی اللہ کا وسیلہ اور ذریعہ صرف ذکر اور فکر اور غیر خدا کی محبت کو دل سے نکالنا ہے۔ کیونکہ دل ایک برتن کی مانند ہے۔ اگر برتن پانی سے بھرا ہوا ہو تو پھر اس میں سرکہ ڈالنے کی گنجائش نہیں ہوتی پانی کو برتن سے خالی کیا جائے تا کہ اس میں سرکہ ڈالا جاسکے۔ خداوند کریم نے کسی کے لئے دو دل پیدا نہیں کئے کامل محبت یوں ہوگی کہ سارے دل میں خدا کو دوست رکھے جب غیر خدا کی طرف توجہ رکھے گا تو دل کا چھ حصہ غیر خدا میں مشغول ہوگا پس انسان جتنا غیر خدا کے ساتھ مشغول رہے گا اتنی مقدار خدا کی محبت میں کمی

واقع ہوگی مگر غیر خدا کی طرف توجہ اس نیت سے ہو کہ وہ بھی خدا کی مخلوق اور خدا کا فعل ہے اور ہ اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات کا مظہر ہے۔ خدا نے قرآن مجید میں اسی مطلب کی طرف اشارہ کیا ہے

205

قل اللہ تم ذرہم یہ حالت شوق کے غلبہ سے حاصل ہوتی ہے بایں معنی کہ انسان کو شش کرے کہ جو کچھ اس کے لئے آشکار ہوا ہے اس سے زیادہ آشکار ہو اور اس کی طرف جو اسے ابھی تک حاصل نہیں ہوا ہے شوق پیدا کرے کیونکہ شوق اس چیز سے متعلق ہوتا ہے کہ کوئی چیز کچھ آشکار ہو اور کچھ آشکار نہ ہو ہمیشہ ان دو میں رہے گا کہ جس کی کوئی انتہا نہیں ہے اس واسطے کہ جو درجات اور مراتب اسے حاصل ہوئے ہیں ان کی کوئی انتہا نہیں ہے اس واسطے کہ جو درجات اور مراتب اسے حاصل ہوئے ہیں ان کی کوئی انتہا نہیں ہے اسی طرح خدا کے کمال اور جمال جو باقی ہیں ان کی زیادتی کا کوئی کنارہ نہیں۔ بلکہ وصال کے حاصل ہوجانے سے وہ لذت بخش شوق کا احساس کرتا ہے کہ جس میں کوئی الم اور درد نہیں ہوا کرتا پس شوق کبھی بھی ختم نہیں ہوتا بالخصوص جب بہت سے بالا درجا کو مشاہدہ کرتا ہے۔ یسعی نورہم بین ایدیہم و بایمانہم یقولون ربنا اتمم لنا نورا۔ (369)

خودسازی

یعنی

تزکیہ و تہذیب نفس

206

ذکر اور بقاء کے آثار اور علائم

جیسے کہ پہلے ذکر ہوچکا ہے کہ ذکر اور شہود اور لقاء ایک باطنی مقام اور معنوی اور روحانی پایہ تکمیل نفس کا ذریعہ ہے۔ عارف انسان اس مقام تک جب پہنچ جائے تو وہ ایک ایسے مقام تک پہنچا ہے کہ وہ اس سے پہلے یہاں تک نہیں پہنچا تھا اگر یہ کہا جاتا ہے کہ مقام شہود ایک حقیقت اور واقعیت ہے اور اسی طرح جب کہا جاتا ہے کہ مقام انس یا مقام رضا یا مقام محبت یا مقام شوق یا مقام وصال یا مقام لقاء تو یہ مجاز گوئی اور مجازی معنی مراد نہیں ہوتے بلکہ یہ سب حقیقت ہیں لہذا مقام ذکر وجود واقعی کا ایک مرتبہ ہے اور رتبہ اور وہ نئے علائم اور آثار رکھتا ہے اس کمال کا وجود اس کے آثار اور علامتوں سے پہچانا جاتا ہے۔ ہم یہاں اسکے کچھ اثرات بتلاتے ہیں:

خداوند عالم کی اطاعت

جب کوئی آدمی مقام شہود اور ذکر تک پہنچ چکا ہو اور اپنے باطن میں ذات احدیت کے جمال کا مشاہدہ کرلے اور اپنے آپ کو اس ذات کے سامنے پائے تو پھر بغیر کسی شک کے سو فیصدی اس کے احکام کی پیروی کرے گا اور جو کچھ خدا کہے گا اس بجالائیگا اور جس سے روکا ہوگا اسے ترک کرے گا اگر انسان یہ معلوم کرنا چاہے کہ آیا اس مقام تک پہنچا ہے یا نہ تو اسے اوامر اور نواہی الہی کی پابندی سے معلوم کرے اور جتنی اس میں پابندی کی نسبت ہو اسی نسبت سے اس مقام تک پہنچنے کو سمجھ لے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ انسان مقام شہود اور انس تک پہنچا ہو اور پھر اللہ تعالیٰ کے

207

احکام کی کامل طور سے پابندی نہ کرے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے ذکر کی شناسائی اور تعریف میں فرمایا ہے کہ " ذکر کے یہ معنی ہیں کہ جب تیرے

سامنے اللہ تعالیٰ کی کوئی حکم آئے تو اسے بجالائے اور اگر منع کیا ہو تو اس سے رک جائے۔ (370)

امام حسین علیہ السلام نے عرفہ کی دعا میں فرمایا ہے " اے وہ ذات کہ جس نے اپنے ذکر کی مٹھاس اور شرینی کو اپنے

دوستوں کے موبنہ میں ڈالا ہے کہ جس کی وجہ سے وہ تیری عبادت کے لئے تیرے سامنے اکھڑے ہوتے ہیں۔ (371)

اور تیرے سامنے خضوع اور خشوع کرتے ہیں۔ اے وہ ذات کہ جس نے بیبت کا لباس اپنے اولیاء کو پہنایا ہے کہ وہ تیرے سامنے کھڑے ہوں اور استغفار کریں۔
خدا قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ " ان سے کہہ دو کہ اگر واقعی خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو تا کہ خدا بھی تمہیں دوست رکھے۔ (372)
امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " جو شخص واقعی خدا کا ذکر کرنے والا ہوگا تو وہ ذات الہی کا فرمانبردار اور مطیع بھی ہوگا اور جو شخص غافل ہوگا وہ گنہگار ہوگا۔ (373)

خضوع اور عاجزی

جو انسان خدا کی عظمت اور قدرت کا مشاہدہ کرے گا تو وہ مجبوراً اس کے سامنے خضوع کرے گا اور اپنے قصور اور ناتوانی سے شرمندہ اور شرمسار ہوگا۔
امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " تیرا یہ جان لینا کہ تو خدا کا مورد توجہ ہے تو یہ تیرے خضوع اور حیا اور شرمندگی کا باعث بنے گا۔ (374)
عشق اور محبت۔ مقام شہود کی ایک علامت اور اثر عبادت سے زیادہ علاقہ اور اس سے لذت حاصل کرنا ہوتا ہے کیونکہ جس نے لذت الہی کی عظمت اور قدرت کو پالیا ہو اور اپنے آپ کو اس کے حضور میں سمجھتا ہو اور عظمت اور کمال الہی کا مشاہدہ کر لیا

208

ہو تو پھر وہ مناجات اور انس اور راز و نیاز کی لذت کو ہر دو سری لذت پر ترجیح دے گا۔ جو لوگ معنوی لذات سے محروم ہیں وہ مجازی لذات اور جلدی ختم ہوجانے والی لذات سے جو در حقیقت سوائے الم اور غم کے ختم کرنے کے علاوہ کچھ نہیں ہوتیں اپنا دل لگا لیتے ہیں۔ لیکن جنہوں نے حقیقی لذات اور پروردگار کی مناجات اور عبادت کو چکھ لیا ہو تو وہ اپنی خوش حالی اور رزیبانی کو کسی دوسری لذت سے معاملہ نہیں کرتے۔ یہی وہ اللہ کے خالص بندے ہیں کہ جو خدا کی عبادت اس لحاظ سے کرتے کہ وہ عبادت کا سزاوار ہے نہ ثواب کی امید رکھتے ہیں اور نہ سزا کا خوف۔
پیغمبر علیہ السلام اور حضرت علی علیہ السلام اور امام زین العابدین علیہ السلام اور دیگر ائمہ علیہم السلام کی عبادات اور سوز و گداز کو آپ نے سنا ہی ہے۔
اطمینان اور آرام۔ دنیا مصائب اور گرفتاری رنج و بلا کا گھر ہے۔ دنیا کے ابتلات اور گرفتاریوں کو تین قسم پر تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

- 1_ کئی طرح کی مصیبتیں جیسے اپنی اور اپنے رشتہ داروں کی بیماریاں۔ خود مرنا اور لواحقین کی موت۔ ظلم اور تجاوز دوسروں کی حق کشی اور ایک دوسرے سے مزاحمت اور لڑائی جھگڑنے۔
- 2_ دنیاوی امور کے نہ ہونے کہ جنہیں حاصل نہیں کرسکتا۔
- 3_ اس کا خوف کہ جو ہاتھ میں وہ نہ نکل جائے اپنے مال کے چوری ہوجانے یا تلف ہوجانے کا ڈر یا زمانے کے حوادث کیوجہ سے اولاد نہ چلی جائے اپنے بیمار ہونے یا اپنی موت کا خوف اور ڈر اور اس طرح کے دوسرے امور کے اکثر انسان کے آرام اور سکون کو ختم کردیتے ہیں ان تمام کی اصل وجہ دنیا سے علاقمندی اور محبت اور خدا کے ذکر سے غافل رہنا ہوا کرتا ہے۔
قرآن مجید میں ہے کہ " جو ہمارے ذکر سے روگردانی کرتا ہے۔ اس کی زندگی سخت ہوگی۔ (375)

209

لیکن اللہ کے خالص بندے جو کمالات اور خیرات کے مقامات تک پہنچ چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بے نہایت کمال اور جمال کا مشاہدہ کر لیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی ذات کی محبت میں خوش ہیں اور کوئی غم اور غصہ نہیں رکھتے کیونکہ وہ جب خدا کو رکھتے ہیں تو سب چیزیں رکھتے ہیں دنیاوی امور سے لگاؤ نہیں لگا رکھا تا کہ ان کے نہ ہونے سے خوف اور ڈر رکھتے ہوں۔ کمالات اور خیرات کے منبع اور مرکز سے دل لگا رکھا ہے اور خود بھی صاحب کمال ہیں۔
امام حسین علیہ السلام عرفہ کی دعا میں فرماتے ہیں۔ " خدایا تیری ذات ہے کہ جس نے اجنبیوں کو اپنے اولیاء کے دلوں

سے باہر نکال دیا ہے کہ جس کی وجہ سے وہ تیرے سوا کسی کو دوست نہیں رکھتے اور تیرے غیر سے پناہ نہیں مانگتے وہ خوفناک مصائب میں تجھ سے انس اور محبت رکھتے ہیں اگر ان میں معرفت اور شناسائی حاصل ہوئی ہے تو وہ بھی تیری ہدایت کی وجہ سے ہے۔ جو تجھے نہیں پاتا وہ کس چیز کو پاسکتا ہے؟ جو تجھے رکھتا ہو وہ کس چیز کو نہیں رکھتا؟ کتنا نقصان میں ہے وہ انسان جو تیرے عوض کسی دوسرے کو اختیار کرے؟ کتنا بدبخت ہے وہ انسان جو تیرے سوا کسی دوسرے کی طرف رجوع کرے۔ کس طرح انسان کسی دوسرے سے امید رکھے جب کہ تیرے احسان اس سے قطع اور ختم نہیں ہوئے؟ کس طرح انسان اپنی حاجات کو دوسرے سے طلب کرے جب کہ تیرے احسان کرنے کی عادت نہیں بدلی؟ (376)

خلاصہ مقام ذکر اور شہود تک پہنچنے کی ایک علامت اور اثر انسان میں آرام اور سکون اور اطمینان قطب ہے اور سوائے خدا کے کوئی اور نہیں جو دل کی کشتی کو زندگی کی متلاطم امواج سے آرام اور سکون دے سکے۔ خداوند عالم قرآن مجید میں فرماتا ہے " جو لوگ ایمان لے آئے ہیں ان کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے آرام اور اطمینان میں ہیں اور یاد رکھو کہ دل کو تو صرف خدا کے ذکر سے ہی آرام اور اطمینان اور سکون حاصل ہوتا ہے۔ (377)

210

خدا کی بندے کی طر توجہ۔

جب بندہ خدا کو یاد کرتا ہے تو خدا بھی اس کے عوض بندے کو مورد عنایت اور توجہ قرار دیتا ہے۔ یہ مطلب آیات اور روایات سے مستفاد ہوتا ہے۔

خدا فرماتا ہے "مجھے یاد کرو تا کہ میں تمہیں یاد کروں۔ (378)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " خدا نے فرمایا ہے۔ اے آدم کے فرزند مجھے اپنے دل میں یاد کر تا کہ میں تجھے اپنے دل میں یاد کروں۔ اے آدم کے فرزند مجھے خلوت اور تنہائی میں یاد کر تا کہ میں تجھے خلوت میں یاد کروں۔ اے آدم زاد مجھے مجمع میں یاد کر تا کہ میں تیرے مجمع سے مجمع میں یاد کروں آپ نے فرمایا کہ جو انسان خدا کو لوگوں کے درمیان یاد کرے خدا اسے ملائکہ کے درمیان یاد کرتا ہے۔ (379)

اللہ تعالیٰ کا بندے کی طرف متوجہ ہونا اور لطف و کرم کرنا ایک اعتباری اور تشریفاتی چیز نہیں ہے بلکہ یہ ایک حقیقت اور واقعیت ہے اس کی دو میں سے ایک سے توجیہ کی جا سکتی ہے۔

1_ جب بندہ خدا کو یاد کرتا ہے تو اس کے ذریعے فیض الہی کو قبول کرنے کے لئے آمادہ ہو جاتا ہے خداوند عالم بھی اس پر کمال کو نازل کرتا ہے اور اس کے درجات کو بلند کر دیتا ہے۔

2_ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا انسان خدا کو یاد کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف حرکت کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے لطف اور کرم کا مورد قرار پاتا ہے۔ اسے خدا عالی مرتبہ کے لئے جذب اور جذب کر دیتا ہے اور اس کے دل کے کنٹرول کرنے کو اپنے ذمہ لے لیتا ہے۔

پیغمبر گرامی نے فرمایا ہے کہ " خداوند عالم فرماتا ہے کہ جب میں بندے کو اپنے میں مشغول اور متوجہ پاتا ہوں تو اسے سوال اور مناجات کرنے کا علاقہ بنا دیتا ہوں اور اگر بھی اس پر غفلت طاری ہو جائے تو اس کے عارض ہونے سے رکاوٹ کھڑی کر دیتا

211

ہوں۔ یہ بندے میرے حقیقی اولیاء ہیں یہ واقعی بہادر اور شجاع ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر میں چاہتا ہوں کہ زمین والوں کو ہلاک کر دوں تو ان کے وجود کی برکت سے زمین والوں سے عذاب کو دور کر دیتا ہوں۔ (380)

خلاصہ خدا کو اپنی بندے کی طرف توجہ کرنا ایک اعتباری اور تشریفاتی کام نہیں ہے بلکہ اس کی ایک حقیقت ہے جو ان دو میں سے ایک توجیہ کی جا سکتی ہے اگر چہ دونوں کو بھی اکٹھا کیا جا سکتا ہے۔

خدا کا بندے سے محبت کرنا۔

ذکر خدا کی آثار میں سے ایک اثر اور علامت خدا کا ایسے بندے سے محبت کا ہو جانا ہوتا ہے۔ آیات اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب بندہ خدا کی یاد میں ہو اور خدا اور اس کے پیغمبر علیہ السلام کے احکام پر عمل کرنے والا ہو تو خدا

بھی اس کے عوض ایسے بندے کو دوست رکھتا ہے۔ خدا قرآن میں فرماتا ہے " اے لوگو اگر واقعاً خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو تا کہ خدا بھی تمہیں دوست رکھے۔ (381)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے پیغمبر علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ " جو شخص اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ ذکر کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کا مورد محبت قرار پائے گا۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی یاد میں بہت زیادہ ہو گا اس کے لئے دو برات کے نامے لکھ دیئے جائیں گے ایک دوزخ سے برات اور دوسرے نفاق سے برات۔ (382)

اللہ تعالیٰ کی بندے سے محبت کوئی اعتبار اور تشریفاتی امر نہیں ہوتا اور یہ اس معنی میں بھی نہیں ہوتی جو محبت بندے کو خدا سے ہوتی ہے۔ انسان میں محبت کے ہونے کے معنی اس کا کسی چیز سے کہ جس کا وہ محتاج ہے ولی لگاؤ اور علاقمندی ہوا کرتی ہے لیکن خدا کے محبت کرنے کے ایسے معنی مراد نہیں ہوا کرتے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ میں یہ معنی صحیح ہے۔ خدا کے محبت کرنے کی یوں وضاحت کی جائے کہ خدا بندے پر اپنا لطف و کرم زیادہ کرتا ہے اور اسے عبادت اور توجہ اور اخلاص کی زیادہ توفیق

212

عنایت فرماتا ہے کہ جس ذریعے کمالات اور قرب کے درجات کی طرف اسے جذب اور جلب کرتا ہے اور چونکہ خدا اپنے بندے کو دوست رکھتا ہے اور چاہتا ہے کہ وہ راز اور نیاز کو سنے تو اسے دعا نماز ذکر اور مناجات کرنے کی توفیق عطا کرتا ہے اور چونکہ اس کے تقرب کو دوست رکھتا ہے تو اس کے لئے کمال تک رسائی کا وسیلہ فراہم کر دیتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ خدا اپنے بندے کو دوست رکھتا ہے لہذا اس کے دل کو اپنے کنٹرول میں لے لیتا ہے اور توفیق دیتا ہے کہ وہ بہتر اور سریع تر اس کے مقام قرب کی طرف حرکت کرے۔

اہم اثر:

اس مقام ذکر میں اس کے حاصل کرنیوالے کو بہت عالی فوائد حاصل ہو جاتے ہیں کہ جن کے بیان کرنے کے لئے قلم اور زبان عاجز اور ناتوان ہے اور سوائے اس مقام تک پہنچنے والوں کے اور کوئی بھی اس سے مطلع نہیں ہو سکتا۔

عارف اپنے نفس کے صاف اور پاک اور اپنے باطن کو تصفیہ کرنے عبادت اور ریاضت تفکر اور دائمی ذکر کرنے کے ذریعے اسے ایسے مقام تک پہنچتا ہے کہ وہ اپنی باطنی آنکھ اور کان کے ذریعے حقائق اور واقعات کا مشاہدہ کرتا ہے اور انہیں سنتا ہے کہ جو ظاہری آنکھ اور کان کے ذریعے دیکھنے اور سننے کے قابل نہیں ہوتے۔ کبھی کبھی وہ موجودات کی تسبیح اور تقدیس بلکہ ملائکہ کی تسبیح کو بھی سنتا ہے اور ان کے ساتھ ہم آواز ہو جاتا ہے جب کہ وہ اسی دنیا میں زندگی کر رہا ہوتا ہے اور دنیا کے لوگوں کے ساتھ معاشرت کر رہا ہوتا ہے لیکن اپنے اندر میں ایک اعلیٰ نقطہ کو دیکھتا ہے اور کسی دوسرے جہان میں اس طرح زندگی کر رہا ہوتا ہے کہ گویا وہ اس جہان میں زندہ نہیں ہے دوسرے جہان کی دوزخ اور بہشت کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اور نیک اور صالح افراد اور فرشتوں سے ربط رکھتا ہے۔ دوسرے جہان سے مانوس اور دوسری طرح کی نعمتوں کو پا رہا ہے لیکن وہ ان چیزوں کے بارے میں غالباً کسی سے ذکر نہیں کرتا کیونکہ

213

اس طرح کے افراد راز کو چھپانے والے ہوتے ہیں اور اس طرح کی شہرت کو پسند نہیں کرتے۔

عارف کے قلب پر علوم اور معارف وارد ہوتے ہیں اور بعض ایسے کشف اور شہود رکھتا ہے جو متعارف علوم جیسے نہیں ہوتے۔ عارف ایک ایسے مقام تک پہنچتا ہے کہ وہ تمام چیزوں سے یہاں تک کہ اپنے نفس سے بھی غافل ہوتا ہے اور سوائے ذات الہی کے اسماء اور صفات کے اور کسی طرف متوجہ نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہر جگہ حاضر اور ناظر دیکھتا ہے کہ خود اس نے فرمایا کہ وہی اول ہے اور وہی آخر ہے اور وہی ظاہر ہے اور وہی باطن ہے۔ ہو الاول و الاخر و الظاہر و الباطن۔

تمام دنیا کو اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر اور تمام کمال اور جمال کو اسی ذلت سے جانتا ہے۔

تمام دنیا کو اللہ کی صفات کا مظہر اور تمام کمال اور جمال کو اسی ذات سے جانتا ہے۔ تمام موجودات کو ذات کے لحاظ سے فقیر اور محتاج سمجھتا ہے اور صرف غنی مطلق ہے نیاز اللہ تعالیٰ کی ذات کو دیکھتا ہے۔ اور ذات الہی کے جمال اور کمال مطلق کے مشاہدے میں غرق رہتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم رہے کہ خود مقام فناء کے کئی درجات اور مقامات ہیں کہ بہتر یہی ہے کہ یہ مولف ان سے محروم ان مقامات کے بیان کرنے سے احتراز ہی کرے۔ خدا ان کو مبارک کرے جو ان

خودسازي
یعنی
تزکیہ و تہذیب نفس

214

پہنچنے کے راستے

ایمان کے کامل کرنے اور مقام ذکر اور شہود تک پہنچنے کے لئے مندرجہ ذیل امور سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

1_ فکر اور دلیل

وہ دلائل اور استدلالات جو توحید اور وجود خدا کے ثابت کرنے کے لئے لائے جاتے ہیں وہ ایمان کو کامل کرنے کا سبب بن سکتے ہیں یا وہ دلیلیں جو فلسفہ اور علم کلام اور علم عرفان کی کتابوں میں بیان کی گئی ہیں ان سے ثابت کیا جاتا ہے کہ تمام موجودات عالم ذات کے لحاظ سے محتاج اور فقیر بلکہ عین احتیاج اور فقر ہیں وہ اپنے وجود کو باقی رکھنے میں اور تمام افعال اور حرکات میں ایک ایسی ذات کے محتاج ہیں جو بے نیاز اور غنی ہو بلکہ اسی ذات سے ان کا ربط اور اتصال ہے۔ تمام موجودات عالم محتاج اور محدود ہیں صرف ایک ذات ہے جو اپنے وجود میں مستغنی بالذات ہے اور کمال غیر متناہی رکھتی ہے اور وہ ذات واجب الوجود ہے کہ جس میں کوئی نقص اور احتیاج نہیں اور اسکے وجود میں کوئی احتیاج نہیں ہے۔ وہ ذات تمام کمالات کی مالک ہے۔ اس کے علم اور قدرت اور حیات اور تمام کمالات کی کوئی حد اور انتہا نہیں ہے پر جگہ حاضر اور ناظر ہے اور کوئی چیز اس سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ تمام موجودات سے نزدیک ہے یہاں تک کہ وہ شاہ رگ سے خود انسان سے زیادہ نزدیک ہے۔ بہت سی آیات اور احادیث خدا کی انہی صفات کو بیان کرتی ہیں۔

215

خدا قرآن میں فرماتا ہے کہ " مشرق اور مغرب خدا کی ملکیت ہے پس تم جس طرف توجہ کرو گے خدا وہاں موجود ہے (383) نیز خدا فرماتا ہے کہ " خدا تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو اور تمہارے کاموں کو جانتا ہے اور ان سے باخبر ہے (384)

نیز خدا فرماتا ہے کہ " ہم انسان سے اس کی شاہ رگ سے زیادہ نزدیک ہیں (385)

نیز خدا فرماتا ہے کہ " خدا ہر چیز کو دیکھنے والا اور حاضر ہے (386)

خدا کے پہنچانے میں غور اور فکر کرنا انسان کو کفر کی تاریکی سے نکال کر خدا پر ایمان لے آنے کی طرف لے جاتا ہے اور تکامل اور کمال تک پہنچنے کا راستہ کھول دیتا ہے اور عمل کی طرف جو ایمان کا لازمہ ہے دعوت دیتا ہے۔

2_ آیات الہی میں غور کرنا

خدا اس دنیا کی ہر ایک چیز کو خدا کی نشانی قرار دیتا ہے۔ خدا متعدد آیات میں تاکید فرماتا ہے کہ خدا کی نشانیوں اور آیات میں خوب غور اور فکر کرو تا کہ ان کی رعنائیوں اور حسن سے اور ان کے نظم اور حساب سے ہونے کیوجہ سے جو تمام عالم پر برقرار ہے ایک دانا اور قادر اور علیم اور حکیم خدا کو معلوم کر لو گے۔ انسان سے اس کا مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ اپنی خلقت اور وہ اسرار اور رموز اور حیرت انگیز قدرت جو اس کے جسم اور روح میں رکھ دیئے گئے ہیں اور اسی طرح مختلف زبانوں اور رنگوں اور شکلوں اور ہمسر کے وجود کو خوب غور سے سوچو اور فکر کرو۔ اسی طرح انسان سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ سورج اور ستاروں کی خلقت اور ان کی منظم حرکت اور حسن اور زیبائی میں غور اور فکر کرے اسی طرح انسان سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ زمین اور پہاڑوں اور درخت نباتات اور مختلف سمندری اور خشکی کے حیوانات میں غور اور فکر کرے۔ قرآن مجید میں اس طرح کے مطالبے کے بہت سے نمونوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے

بہت ہی صحیح اور درست ہے کہ یہ جہان حسن اور تعجب میں ڈالنے والی چیزوں سے ہے۔ جس شی کو دیکھیں اس میں سینکڑوں مصلحتیں تعجب اور موجود ہیں۔ سورج ستارے کہکشاں بادل حیرت انگیز ایٹم زمین آسمان، پہاڑ، درخت، نباتات، مختلف دریائی اور خشکی کے حیوانات معدنیات، سمندر دریا، بڑے بڑے جنگل، چھوٹے بڑے، درخت

216

اور نباتات، بڑے حیوانات، ہاتھی، اونٹ یہاں تک کہ چیونٹیوں اور مچھر بلکہ حیوانات جو دور بین سے دیکھے جاتے ہیں جیسے ویرس اور جراثیم و غیرہ انسان ان کی زیبائی اور ظرافت کو جب مشاہدے کرے اور موجودات جہاں میں جو رموز اور مصالح، ہیں اور اس جہاں کے نظم اور ضبط اور اس میں ربط اور اتصال کو جو ان پر حاکم ہے دیکھے تو ان تمام چیزوں سے ایک ایسے خالق اور پیدا کرنے والے کا جو عظیم اور صاحب قدرت اور بے انتہا علم اور حکمت رکھنے والا ہے کا علم پیدا کریگا۔ اور حیرت اور تعجب میں غرق ہوجائیگا اور تہ دل سے کہے گا اے میرے رب تو نے ان چیزوں کو بیہودہ اور لغو پیدا نہیں کیا۔ رہنا ما خلقت ہذا باطلا۔ آسمان کو جو ستاروں سے اوپر ہے اسے دیکھے اور ان میں خوب غور اور فکر کرے جنگل کے پاس بیٹھ جائے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت اور قدرت کا نظارہ کرے کہ کتنا عمدہ اور زیبا اور خوشمنا جہان ہے۔

3_ عبادت

ایمان اور معرفت کے بعد انسان کو نیک اعمال اور اپنے فرائض کے بجالانے میں سعی اور کوشش کرنی چاہئے اس واسطے کے عمل کے ذریعے ہی ایمان کامل سے کاملتر ہوتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے قرب کے مقام تک پہنچتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ایمان اور معرفت اور توحید بلندی کی طرف لے جاتی ہے لیکن نیک عمل اس میں اس کی مدد کرتے ہیں۔ خداوند عالم قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ " جو شخص عزت چاہتا ہے اسے معلوم ہونا چاہئے کہ تمام عزت خدا کے ہاں ہوتی ہے توحید کا نیک کلمہ خدا کی طرف جاتا ہے اور نیک عمل اسے اوپر لے جاتا ہے۔ (387) نیک عمل کی نسبت ایمان اور معرفت کے لئے پٹرول کی ہے جو ہوائی جہاز میں ڈالا جاتا ہے جب تک ہوائی جہاز میں پٹرول ہو گا وہ بلندی کی طرف پرواز کرتا جائیگا اور جب بھی اس کا پٹرول ختم ہوجائیگا وہ تمام کا تمام گر جائیگا اسی طرح ایمان اور معرفت جب تک اس کے ساتھ نیک عمل انجام پاتا رہے گا وہ انسان کو اعلیٰ مقامات کی طرف لے جاتا رہے گا لیکن جب اس کی نیک عمل مدد کرنا چھوڑ دے گا ایمان ختم ہوجائیگا۔ خدا قرآن میں فرماتا ہے کہ " اپنے پروردگار کی عبادت کرتا کہ تجھے یقین کا مقام حاصل ہوجائے۔ (388)

217

نفس کی تکمیل اور اس کی تربیت اور مقام یقین تک پہنچنے کا تنہا ایک راستہ ہے اور وہ ہے خدا کی عبادت اور بندگی اور اپنے فرائض کی بجا آوری۔ اگر کوئی خیال کرے کہ عبادت کے علاوہ کسی اور راستے سے اعلیٰ مقامات پر فائز ہو سکتا ہے تو وہ بہت ہی سخت اشتباہ کر رہا ہے۔ انشاء اللہ بعد میں نیک عمل کے متعلق بھی بحث کریں گے۔

4_ انکار اور دعائیں۔

اسلام دعاؤں کے ہمیشہ پڑھنے رہنے کو بہت اہمیت دیتا ہے۔ انکار اور دعائیں پیغمبر اور ائمہ علیہم السلام سے نقل ہوئی ہیں اور ان کے پڑھنے پر ثواب بھی بتلائے گئے ہیں۔ ذکر انکار در حقیقت عبادت کی ایک قسم ہے جو نفس کی تکمیل اور قرب الہی کا سبب ہوتے ہے جیسے پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " پانچ چیزیں ہیں جو انسان کے میزان عمل کو بھاری کر دیتی ہیں۔ سبحان اللہ۔ الحمد للہ اور لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر اور نیک بیٹے کی موت پر صبر کرنا۔ (389) آپ(ص) نے فرمایا کہ " جب مجھے معراج پر لے جایا گیا اور میں بہشت میں داخل ہوا تو میں نے ملائکہ کو دیکھا کہ وہ سونے چاندی کا محل بنانے میں مشغول تھے لیکن کبھی کام کرنا چھوڑ دیتے تھے اور کبھی کام کرنا شروع کر دیتے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ کیوں کام کرنے لگ جاتے ہو اور کام کرنا چھوڑ دیتے ہو؟ انہوں نے کہا جب محل تعمیر کرنے کا میٹرل آجاتا ہے تو کام کرتے ہیں اور جب وہ ختم ہو جاتا ہے تو کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ تمہارے کام کرنے میٹرل کونسا ہوتا ہے؟ انہوں نے کہا کہ سبحان اللہ و الحمد للہ، لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر ہے۔

جب مومن دنیا میں یہ ذکر کرتا رہتا ہے ہمیں میٹریبل ملتا رہتا ہے اور ہم بھی کام کرتے رہتے ہیں اور جب وہ اس ذکر سے غافل ہو جاتا ہے اور اسے پڑھنا چھوڑ دیتا ہے تو ہم بھی کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ (390)

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے کہ " جو شخص سبحان اللہ کہے تو اس کے لئے بہشت میں ایک درخت لگا دیا جاتا ہے اور جو شخص الحمد للہ کہے تو خدا

218

اس کے لئے بہشت میں درخت لگا دیتا ہے اور جو شخص لا الہ الا اللہ کہے اس کے لئے خدا بہشت میں درخت لگا دیتا ہے۔ اس وقت قریشی مرد نے عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پھر تو ہمارے لئے بہشت میں بہت ہی درخت ہونگے؟ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا کہ ہاں اسی طرح ہی ہوگا لیکن خیال رکھنا کہ کوئی آگ نہ بھیجنا کہ جو ان درختوں کو جلا دے کیونکہ خداوند قرآن میں فرماتا ہے کہ اے وہ لوگو جو ایمان لے آئے ہو تم خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔ (391)

جو کلام بھی انسان کو خدا کی یاد دلانے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی تعریف اور تسبیح اور تمجید ہو تو وہ کلام ذکر کہلانگیا لیکن احادیث میں خاص خاص دعاؤں اور انکار کا ذکر ہوا ہے اور ان کے پڑھنے کے اثرات اور ثواب بھی بتلایا گیا ہے کہ جن میں سے زیادہ اہم لا الہ الا اللہ سبحان اللہ۔ الحمد للہ۔ اللہ اکبر۔ لا حول و لا قوۃ الا باللہ۔ حسبنا اللہ و نعم الوکیل۔ لا الہ الا اللہ سبحانک انی کنت من الظالمین۔ یا حی یا قیوم یا من لا الہ الا انت افوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد۔ لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ یا اللہ۔ یا رب۔ یا رحمن۔ یا ارحم الراحمین۔ یا ذالجلال و الاکرام۔ یا غنی یا مغنی اسی طرح اور دوسرے اسماء حسنی کے جو دعاؤں اور احادیث میں نقل ہوئے ہیں۔ یہ تمام کے تمام ذکر ہیں اور انسان کو خدا کی یاد دلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں تقرب کا وسیلہ بنتے ہیں۔ اللہ کی طرف رجوع کرنے والا انسان ان میں سے کسی ایک کو انتخاب کر کے اسے ہمیشہ پڑھتا رہے لیکن بعض اہل معرفت ان میں سے بعض کو ترجیح دیتے ہیں۔ بعض لا الہ الا اللہ کے پڑھنے کی سفارش کرتے ہیں اور دوسرے بعض نے سبحان اللہ و الحمد للہ و لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر کو انتخاب کیا ہے اور بعض نے دوسرے بعض کلمات کو ترجیح دی ہے لیکن بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سب پر لا الہ الا اللہ ترجیح رکھتا ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے کہ بہترین عبادت لا الہ الا اللہ کہا ہے۔ (392)

آپ (ص) نے فرمایا کہ " لا الہ الا اللہ انکار کا سردار اور ان سے بڑا ہے۔ (393)

219

پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے جبرائیل (ع) سے نقل کیا ہے کہ " خداوند عالم فرماتا ہے کہ لا الہ الا اللہ کا کلمہ میری پناہ گاہ اور قلعہ ہے جو اس میں داخل ہو جائے وہ عذاب دینے جانے سے امان میں ہوگا۔ (394)

لیکن ذکر کرنے کی غرض اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنا ہوتا ہے لہذا کہا جا سکتا ہے کہ جو کلام بھی اللہ تعالیٰ کی طرف زیادہ توجہ دلانے اس کا ذکر کرنا زیادہ مناسب ہوگا۔ حالات اور افراد اور مقامات مختلف ہوتے ہیں۔ لہذا ہو سکتا ہے کہ یا اللہ کا کلمہ بعض افراد کے لئے یا بعض حالات میں زیادہ مناسب افراد کے لئے لا الہ الا اللہ کا کلمہ اور دوسرے بعض افراد کے لئے یا غفار یا ستار مناسب ہو اسی طرح دوسرے انکار۔ اسلئے اگر کوئی انسان کسی استاد یا کامل مربی تک رسائل رکھتا ہو تو اس کے لئے بہتر ہے کہ وہ اس سے مدد طلب کرے اور اگر اسے کسی تک رسائی نہ ہو تو وہ دعاؤں اور احادیث کی کتابوں اور پیغمبر اکرم اور ائمہ علیہم السلام کے فرامین سے استفادہ کرے تمام انکار اور عبادات اچھی ہیں جب کہ ان کو صحیح بجا لایا جائے تو وہ ان کے ذریعے اللہ کا تقرب حاصل کر سکتا ہے اور مقامات عالیہ تک رسائل حاصل کر لے گا۔ انسان ان تمام سے یا ان میں سے بعض سے استفادہ کر سکتا ہے لیکن مشائخ اور ماہرین استادوں نے مقام ذکر اور شہود تک پہنچنے کے لئے بعض مخصوص انکار کا انتخاب کیا ہوا ہے کہ جنہیں خاص کیفیت اور خاص عدد کے ساتھ ہمیشہ پڑھنے کی سفارش کی ہے تاکہ وہ اس مقصد کو حاصل کر سکے۔

لیکن اس نقطہ کی طرف بہت زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ جو دعائیں اور انکار شریعت میں وارد ہوئی ہیں گرچہ سب عبادت ہیں اور اجمالاً تقرب کا موجب بھی ہوتی ہیں لیکن ان کی اصلی غرض غیر خدا سے بالکل اور کامل طور سے قطع کرنا اور حضور قلب سے ذات الہی کی طرف توجہ کرنا ہے۔ لہذا ہمیں صرف انکار کے الفاظ کے تکرار پر ہی اکتفاء کرنی چاہیئے اور نہ ہی اصلی اعلیٰ غرض و غایت اور معنی کی طرف توجہ کرنے سے غافل ہو جائیں کیونکہ الفاظ کا تکرار بلکہ انہیں ہمیشہ پڑھتے رہنا اتنا مشکل نہیں ہے اس واسطے کہ الفاظ کے ذکر کرتے وقت کئی قسم کے افکار

طرح کے خیالات انسان پر ہجوم کرتے رہتے ہیں اور اسے خدا کی یاد سے غافل کر دیتے ہیں اور جب تک خیالات اور افکار کو دور نہیں کیا جاتا اس وقت تک نفس افاضات اور اشراقات الہی کے قبول کرنے کی لیاقت پیدا نہیں کر سکتا۔ صرف یہی کام انسان کو اصلی غرض تک نہیں پہنچا سکتا وہ جو مفید اور فائدہ مند ہے وہ ذات الہی کی طرف حضور قلب اور خیالات کا دور کرنا اور فکر کا ایک مرکز پر برقرار رکھنا ہوتا ہے اور یہ کام بہت زیادہ مشکل ہے اس واسطے کہ ذکر کرتے وقت کئی طرح کے فکر اور مختلف خیالات انسان پر ہجوم اور ہوتے ہیں اور اس کو خدا کی یاد سے غافل کر دیتے ہیں اور جب تک دل سے خیالات کو دور نہ کرے اس وقت تک انسانی نفس اللہ تعالیٰ کے فیض اور اشراق کی لیاقت پیدا نہیں کرتا وہ دل اللہ تعالیٰ کے انوار کا محل بنتا ہے کہ جو اغیار سے خالی ہو۔ خیالات کا دور کرنا اور فکر کو ایک جگہ جمع کرنا ایک حتمی ارادے اور جہاد اور محافظ اور پائیداری کا محتاج ہوتا ہے اور اس طرح نہیں ہوتا کہ ایک دفعہ بغیر کسی ممارست اور دوام کے ایسا ممکن ہو جائے نفس کے ساتھ نرمی برتنی چاہئے اور آہستہ آہستہ اسے اس کی عادت دی جانی چاہئے۔

خودسازی
یعنی
ترکیہ و تہذیب نفس

وظائف اور دستور

بعض عرفاء نے اس راستے کو طے کرنے کے لئے مندرجہ ذیل امور کے بجالانے کی سفارش کی ہے۔
1_ اس مقام کے طالب کو سب سے پہلے توبہ کے ذریعے اپنے نفس کو گناہوں اور باطنی گندگیوں اور برے اخلاق سے پاک اور صاف کرنا چاہئے پہلے توبہ کی نیت سے غسل کرے اور غسل کی حالت میں اپنے گناہوں اور باطنی کثافتوں کو دل میں لائے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کرے اے خالق۔ میں نے اپنے گناہوں سے توبہ کی ہے اور تیری طرف لوٹ آیا ہوں اور ارادہ کر لیا ہے کہ پھر سے گناہ نہیں کروں گا جیسے میں اپنے جسم کو پانی سے پاک کرتا ہوں اپنے دل کو گناہوں اور برے اخلاق سے پاک کر رہا ہوں۔
2_ اپنے آپ کو ہر حالت اور ہر وقت خدا کے سامنے دیکھے اور کوشش کرے کہ تمام حالات میں خدا کی یاد میں رہے اور اگر غفلت طاری ہو جائے تو فوراً لوٹ آئے۔
3_ اپنے آپ پر اچھی طرح کنٹرول کرے تاکہ وہ پھر گناہ کو بجا نہ لائے۔ اس خاص وقت دن اور رات میں نفس کے محاسبے کے لئے معین کر دے اور پوری وقت سے دن اور رات کے اعمال کا حساب کرے اور اپنے نفس کو مورد مواخذہ

قرار دے۔

4_ سوائے ضرورت کے چپ رہے اور زیادہ کلام نہ کرے۔
5_ صرف ضرورت جتنی غذا کھائے اور زیادہ کھانے سے پرہیز کرے۔
6_ ہمیشہ با وضو رہے اور جس وقت وضوء باطل ہو جائے فوراً وضو کر لے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا کہ " خداوند عالم فرماتا ہے کہ جو شخص وضو کے باطل ہو جانے کے بعد دوبارہ وضو نہ کرے اس نے مجھ پر ظلم کیا ہے اور جو شخص وضو کرنے کے بعد دو رکعت نماز نہ پڑھے اس نے مجھ پر ظلم کیا ہے اور اگر کوئی انسان پڑھے اور نماز کے بعد دنیا اور آخرت کے لئے دعا کرے اور میں اسے قبول نہ کروں تو میں نے اس پر ظلم کیا ہے لیکن میں ظلم

کرنے والا خدا نہیں ہوں۔ (395)

7_ دن اور رات میں ایک خاص وقت اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے کے لئے مخصوص کر دے اور اگر یہ رات میں بالخصوص سحری کے وقت ہو تو بہتر ہے خلوت اور تنہائی میں بیٹھ جائے اور اپنے سر کو زانوں میں رکھے اور تمام حواس کو اپنے آپ میں سموئے اور غلط خیالات اور افکار کو روکے۔ ایک مدت تک اس عمل کو بجالاتے اس عمل سے توجہ کچھ مکاشفات حاصل ہونگے۔

8_ یا حی یا قیوم اور یا من لا الہ الا انت کے ذکر کو اپنی زبان کو ورد قرار دے اور حضور قلب سے ہمیشہ اس کا تکرار کرے۔

9_ دن اور رات میں ایک طویل سجدہ بجالاتے اور جتنا ہوسکتا ہے حضور قلب سے اس ذکر کا اس میں تکرار کرے۔ لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین۔ اس سجدہ کو طولانی بجالانا مجرب ہے اور اچھے اثرات رکھتا ہے۔ بعض عرفا سے نقل ہوا ہے کہ وہ اس ذکر کو چار ہزار دفعہ پڑھا کرتا تھا۔

10_ دن اور رات میں ایک خاص وقت کو معین کر کے اس ذکر یا غنی یا مغنی کو کئی

223

بار پڑھے۔

11_ ہر روز حضور قلب سے کچھ مقدار قرآن مجید پڑھے اور آیات کے معانی میں غور اور فکر کرے اور اگر کھڑے ہو کر پڑھے تو بہتر ہے۔

12_ سحری کے وقت بیدار ہو اور وضو کرے اور خلوت اور تنہائی کی جگہ میں حضور قلب سے نماز تہجد پڑھے اور وتر نماز کے قنوت کو طویل کرے اور اپنے اور مومنین کے لئے مغفرت کو طلب کرے تہجد کی نماز کے بعد آیت سخرہ کو ستر دفعہ پڑھے یقین حاصل کرنے اور خیالات دور ہونے کے لئے مفید اور مجرب ہے۔ آیت سخرہ یہ ہے " ان ربکم اللہ الذی خلق السموات و الارض فی ستہ ایام ثم استوی علی العرش یغشی اللیل النہار یطلبہ حثیثا و الشمس و القمر و النجوم مسخرات بامرہ الا لہ الخلق و الامر تبارک اللہ رب العالمین ادعوا ربکم تضرعا و خفیة انہ لا یحب المعتدین و لاتفسدوا فی الارض بعد اصلاحہا و ادعوه خوفا و طمعا ان رحمۃ اللہ قریب من المسحنین (396) نتیجہ حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ چالیس شب و روز تک ان دستورات اور وظائف پر عمل کرے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لطف کا مورد توجہ قرار پاسکے اور اس کے لئے کچھ مکاشفات حاصل ہوجائیں اور پہلے چالیسویں میں اس طرح توفیق حاصل نہ ہو تو مایوس نہیں ہونا چاہئے اور دوسرا چالیسواں حتمی اور کوشش سے شروع کر دے اور جب تک نتیجہ حاصل نہ ہو اسے بجالاتے رہنا چاہئے تیسرا اور چوتھا اور جب تک نتیجہ حاصل نہ ہو اس دستور العمل پر عمل کرتے رہنا چاہئے اور کبھی کوشش اور عمل کرنے سے دست بردار نہیں ہونا چاہئے۔ س طریقے پر محنت کرے اور خداوند عالم کی ذات سے توفیق طلب کرے اور جب بھی قابلیت اور استعداد پیدا ہوگئی تو اللہ تعالیٰ کے فیض کا محل قرار پاجائیگا اور اگر انسان ابتداء میں ان تمام دستورات العمل پر

224

عمل کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو تو پھر ان میں تھوڑے سے دستور العمل پر عمل کرنا شروع کر دے اور پھر آہستہ آہستہ ان میں اضافہ کرتا جائے لیکن ان میں سے اہم عمل غور اور فکر کرنا اور اپنے نفس پر کنٹرول اور حضور قلب اور خدا کی طرف توجہ کرنا ہوتا ہے اور اہم یہ ہے کہ عارف کو اپنے نفس سے تصورات اور خیالات اور بیہودہ افکار اور غیر کو دور کرنا ہوتا ہے اور تمام کا تمام خدا کی طرف توجہ ہو لیکن یہ کام بہت ہی مشکل اور سخت ہے خیالات کا دور کرنا تین مرحلوں میں انجام دیا جا سکتا ہے۔

1_ پہلے مرحلے میں کوشش کرے کہ پوری توجہ صرف اسی ذکر پر ہو کہ جسے ادا کر رہا ہے اور دوسرے تمام خیالات کو اپنے سے دور رکھے اس کام کو اتنا زیادہ کرے کہ اپنے نفس پر پوری طرح کنٹرول کر لے اور اپنے سے دوسرے فکر روکے رکھے۔

2_ دوسرے مرحلے میں پہلے مرحلے والے کام میں مشغول رہے اور ساتھ ہی یہ کوشش بھی کرے کہ ذکر کو ادا کرتے وقت اس کے معانی اور مفہوم پر توجہ کرے اور ان معانی کو ذہن پر جاری کرے اور دوسرے خیالات اور تصورات کے بجوم و روکے رکھے اور اسی حالت میں ذکر کے معنی اور مفہوم کی طرف بھی پوری طرح متوجہ رہے۔

3_ تیسرے مرحلے میں کوشش کرے کہ معافی کو پہلے اپنی دل میں قرار دے اور جب دل نے معافی کو قبول کر لیا اور اس پر ایمان لے آیا تو پھر اس ذکر کو زبان پر جاری کرے کہ گویا زبان دل کی پیروی کر رہی ہے۔

4_ چوتھے مرحلے میں کوشش کرے کہ تمام خیالات اور تصورات اور معافی یہاں تک کہ ان کے تصویری مفہوم کو بھی دل سے دور کرے اور نفس کو اللہ تعالیٰ کے فیوضات اور برکات کے نازل ہونے کے لئے آمادہ اور مہیا کرے اپنے تمام وجود کے ساتھ ذات الہی کی طرف متوجہ رہے اور تمام غیر خدا کو دل سے دور کرے اور اشراقات اور افاضات سے استفادہ کرے اور اللہ تعالیٰ کی توجہ سے سیر اور

225

صعود کے کمال کے درجات طے کرنے لگے۔ عارف انسان اس حالت میں ممکن ہے کہ اس طرح مستغرق ہوجائے کہ سوائے خدا کے اور کوئی چیز نہ دیکھے اور صرف خدا سے ہی مانوس ہوجائے۔ ایسے افراد کو یہ کیفیت مبارک ہو بہت ہی بہتر ہے کہ اس موضوع کو اولیاء خدا کے سپرد کردیں کہ جنہوں نے ان مراحل اور ان طریقوں کو طے کیا ہوا ہے اور مقام شوق اور ذوق انس اور بقاء کا مزہ چکھا ہوا ہے۔

امیر المومنین (ع) کا حکم

نوف کہتے ہیں کہ میں نے امیر المومنین علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ جلدی سے جا رہے تھے۔ میں نے عرض کی۔ اے مولای۔ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا اے نوف مجھے میری حالت پر چھوڑ دے کیونکہ میری آرزو اور تمنا مجھے اپنے محبوب کی طرف لے جا رہی ہے۔ میں نے عرض کی۔ اے میری مولای۔ آپ کی آرزو کیا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ وہ ذات جو میری آرزو کو جانے وہ جانتی ہے کہ میری آرزو کیا ہے اور دوسروں کو اس آرزو کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے؟ ادب کا تقاضا یہی ہے کہ خدا کا بندہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور حاجات میں کسی دوسرے کو شریک قرار نہ دے۔ میں نے عرض کی۔ یا امیر المومنین میں خوابشات نفس اور دنیاوی امور کی طمع سے اپنے اوپر ڈرتا ہوں؟ آپ نے فرمایا کہ تم کیوں اس ذات سے جو خوف کرنے والوں اور عارفین کی حفاظت کرنے والی ہے سے غافل ہو؟ میں نے عرض کی کہ اس ذات کی مجھے نشاندہی فرمائیے آپ نے فرمایا کہ وہ خداوند عالم ہے کہ جس کے فضل اور کرم سے تو اپنی آرزو کو حاصل کرتا ہے۔ تو ہمت کر کے اس کی طرف متوجہ رہ اور جو کچھ دل پر خیالات آتے ہیں انہیں باہر نکال دے اور اگر پھر تجھ پر یہ کام دشوار ہوا تو میں اس کا ضامن ہوں۔ خدا کی طرف لوٹتے جا اور اپنی تمام توجہ خدا کی طرف کر خداوند عالم فرماتا ہے کہ مجھے اپنی ذات اور جلال کی قسم کہ اس کی امید جو میرے سوا کسی دوسرے سے امید رکھتا ہو قطع کر

226

دیتا ہوں اور اسے ذلت اور خواری کا لباس پہناتا ہوں اور اپنے قرب سے دور کر دیتا ہوں اور اس کا اپنے سے ربط توڑ دیتا ہوں اور اس کی یاد کو مخفی رکھتا ہوں۔ ویل اور پھٹکار ہو اس پر کہ جو مشکلات میں میرے سوا کسی دوسرے سے پناہ لیتا ہے جب کہ تمام مشکلات کا حل کرنا میرے ہاتھ میں ہے۔ کیا وہ میرے غیر سے امید رکھتا ہے جب کہ میں زندہ اور باقی ہوں۔ کیا مشکلات کے حل کرنے میں میرے بندوں کے دروازے پر جاتا ہے جب کہ ان کا دروازہ بند ہے۔ کیا میرے دروازہ کو چھوڑ رہا ہے جب کہ وہ کھلا ہوا ہے؟ کس نے مجھ سے امید رکھی ہو اور میں نے اسے نا امید کیا ہو؟ میں نے اپنے بندوں کی امیدوں کو اپنے ذمہ لیا ہوا ہے اور میں ان کی ان میں حفاظت کرتا ہوں میں نے آسمان کو ان سے پر کر دیا ہے جو میری تسبیح کرنے سے تھکتے نہیں ہیں اور فرشتوں سے کہہ رکھا ہے کہ کسی وقت بھی میرے اور میرے بندوں کے درمیان دروازہ بند نہ کریں۔ جب کسی کو مشکل پیش آئے کیا وہ نہیں جانتا کہ میری اجازت کے بغیر کوئی بھی اس کی مشکل کو حل نہیں کر سکتا؟ کیوں بندہ اپنی ضرورت میں میری طرف رجوع نہیں کرتا جب کہ میں اسے وہ دیتا ہوں کہ جسے اس نے چاہا بھی نہیں ہوتا کیوں مجھ سے سوال نہیں کرتا اور میرے غیر سے سوال کرتا ہے؟ کیا تم یہ سوچ سکتے ہو کہ بغیر سوال کئے تو میں بندے کو دیتا ہوں اور جب وہ مجھ سے سوال کرے گا تو میں اسے نہیں دونگا؟ کیا میں بخیل ہوں کیا بندہ مجھے بخیل جانتا ہے؟ کیا دنیا اور آخرت میرے ہاتھ میں نہیں ہے؟ کیا جو داور سخا میری صفت نہیں ہے؟ کیا فضل اور رحمت میرے ہاتھ میں نہیں ہے؟ کیا تمام آرزوئیں میرے پاس نہیں آتیں؟ کون ہے جو انہیں قطع کرے گا؟ مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم اگر تمام لوگوں کی خوابشات اور آرزو کو زمین پر اکٹھا کردیں اور ہر ایک کو ان تمام کے برابر بھی دے دوں تو ذرہ بھر میرے ملک میں کمی واقع نہ ہوگی۔ جو کچھ میری طرف سے دیا جاتا ہے وہ

کس طرح نقصان والا ہوگا؟ کتنا بیچارہ اور فقیر ہے وہ شخص کہ جو میری رحمت سے ناامید ہے؟ کتنا بیچارہ ہے وہ شخص جو میری نافرمانی کرتا ہے اور حرام کاموں کو بجا لاتا ہے اور میری عزت کی حفاظت نہیں کرتا اور طغیان کرتا ہے؟ امیر المومنین علیہ السلام نے اس کے بعد نوف سے فرمایا کہ اے نوف طغیان کرتا ہے؟ امیر المومنین علیہ السلام نے اس کے بعد نوف سے فرمایا کہ اے نوف یہ دعا پڑھنا۔

"الہی ان حمدتک فیموا بہک، و ان مجدتك فیمرادک و ان قدستک فبقوتک و ان ہللنتک فبقدرتک، و ان نظرت فالی رحمتک، و ان غضبت فعلى یعنتک، الی انہ من لم یسغله الو لوع بذکرک، و لم یزوه السفر بقربک، کانت حیاتہ علیہ میتہ علیہ حسرہ، الہی تنابت ابصارت ردون ما یریدون، ہتکت بینک و بینہم حجت الغفلتہ، فسکنوا فی نورک، تنفسوا بروحک، فصارت قلوبہم مغارسا لہیبتک و ابصارہم معا کفا لقدرتک و قربت ازواجہم من قدسک، فجالسوا اسفک بوقار المجالستہ، و خضوع المخاطبتہ، فاقبلت الیہم اقبال الشفیق، انصت لہم انصات الرفیق، واجبتہم اجابات الاحباء و انا جیتہم مناجاة الاخلائی، فبلغ بی المحل الذی الیہ و صلوا، و انقلبی من ذکرى الی ذکرک، و لا تترك بینی و بین ملکوت عزک بابا الافتحتہ، و لا حجابا من حجب الغفلتہ الا بتکتہ حتی تقیم روحی بین ضیاء عرشک، و تجفل لہا مقاما نص نورک انک علی کل شیء قدیر۔

الہی ما اوحش طریقا لا یكون رفیقی فیہ املی فیک، و ابعد سفر الا یكون رجائی عنہ دلیلی منک، خاب

من اعتصم بحبل غیرک، وضعف رکن من استند الی غیر رکنک، فیا معلم موملیہ الامل فیذیب عنہم کایتہ الوجہ، یا تخرمنی صالح العمل، و اکلاء نی کلاۃ من فیارقتہ الحیل، فكیف یلحق موملیک ذل الفقر و انت الغنی، عن مضار المذنبین، الہی و ان کل حلاوة منقطعہ، و حلاوة الایمان تزداد حلاوتہا اتصالا بک، الہی و ان قلبی قد بسط املہ فیک، فاذقہ من حلاوة بسطل ایاہ البلوغ لما امل، انک علی کل شیء قدیر۔

الہی اسئلک مسئلتہ من یعرفک کنتہ معرفتک من کل خیر ینتبعی للمومن ان یسلکہ، و اعوذ بک من کل شر و فتنتہ اعذت بہا احباء ک خلقک، انک علی کل شیء قدیر۔

الہی اسئلک مسئلتہ المسکین الذی قد تحیر فی رجاہ، فلا یجد ملجا و لا مسندا یصل بہ الیک، و لا یستدل بہ علیک الا بک و باز کانک و مقامتک الی لا تعطیل لہا مسئلک، فاسئلک باسمک الذی طہرت بہ لخاصتہ اولیانک، فوحدوک، و اعر فوک فعبودک بحقیقتک ان تعرفنی نفسک لا قرلک بربوبیتک علی حقیقتہ الایمان بک و لا تجعلنی یا الہی من یعبد الاسم دون المعنی

و الحظنی بالحظتہ من لحظتک تنور بہا قلبی بمعرفتک خاصتہ و معرفتہ اولیانک انک علی کل شیء قدیر۔ (397)

امام جعفر صادق (ع) کا حکم

عنوان بصری چورا نوے سال کا کہتا ہے کہ میں علم حاصل کرنے کے لئے مالک بن انس کے پاس آتا جاتا تھا۔ جب جعفر صادق علیہ السلام ہماری شہر آئے تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا کیونکہ میں دوست رکھتا تھا کہ میں آپ سے بھی کسب فیض کروں ایک دن آپ نے مجھ سے فرمایا کہ میں ایک ایسا شخص ہوں کہ جو مورد نظر اور توجہ قرار پاچکا ہوں یعنی میرے پاس لوگوں کی زیادہ آمد و رفت ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود میں دن اور رات میں خاص ورد اور ذکر بجا لاتا ہوں تم میرے اس کام میں مزاحم اور رکاوٹ بنتے ہو تم علوم کے حاصل کرنے کے لئے پہلے کی طرح مالک بن انس کے پاس جایا کرو۔ میں آپ کی اس طرح کی گفتگو سے غمگین اور افسردہ خاطر ہوا اور آپ کے ہاں سے چلا گیا اور اپنے دل میں کہا کہ اگر امام مجھ میں کوئی خیر دیکھتے تو مجھے اپنے پاس آنے سے محروم نہ کرتے میں رسول خدا کی مسجد میں گیا اور آپ پر سلام کیا دوسرے دن بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے روضہ میں گیا اور دو رکعت نماز پڑھی اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور کہا اے میرے اللہ تعالیٰ میرے لئے جعفر صادق علیہ السلام کا دل نرم کر دے اور اس علم سے مجھے وہ عطا کر کہ جس کے ذریعے میں صراط مستقیم کی ہدایت پاؤں۔ اس کے بعد غمگین اور اندوہناک حالت میں گھر لوٹ آیا اور مالک بن انس کے ہاں نہ گیا کیونکہ میرے دل میں جعفر صادق علیہ السلام کی محبت اور عشق پیدا ہو چکا تھا بہت مدت تک سوائے نماز کے میں اپنے گھر سے باہر نہیں نکلتا تھا یہاں تک میرا صبر ختم ہوچکا اور ایک دن جعفر صادق کے دروازے پر گیا اور اندر جانے کی اجازت طلب کی آپ کا خادم باہر آیا اور کہا

کہ تجھے کیا کام ہے؟ میں نے کہا کہ میں امام کی خدمت میں مشرف ہونا چاہتا ہوں اور سلام کرنا چاہتا ہوں خادم نے جواب دیا کہ آقا محراب میں نماز میں مشغول ہیں اور وہ واپس گھر کے اندر چلا گیا اور میں آپ کے دروازے پر بیٹھ گیا۔ زیادہ دیر نہیں ہوئی کہ وہ خادم دوبارہ لوٹ آیا اور کہا کہ اندر آجاؤ میں گھر میں داخل ہوا اور آنحضرت پر سلام کیا آپ نے میرے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ بیٹھ جاؤ خدا تجھے مورد مغفرت قرار دے۔ میں آپ کی خدمت میں بیٹھ گیا آپ نے اپنا سر مبارک جھکا دیا اور بہت دیر کے بعد اپنا سر بلند کیا اور فرمایا تمہاری کنیت کونسی ہے؟ میں نے عرض کی کہ ابو عبد اللہ آپ نے فرمایا کہ خدا تجھے اس کنیت پر ثابت رکھے اور توفیق عنایت فرمائے۔ تم کیا چاہتے ہو میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر اس ملاقات میں سوائے اس دعا کہ جو آپ نے فرمائی ہے اور کچھ بھی فائدہ حاصل نہ ہو تو یہ بھی میرے لئے بہت قیمتی اور ارزشمند ہے۔ میں نے عرض کی کہ میں نے خدا سے طلب کیا ہے کہ خدا آپ کے دل کو میرے بارے میں مہربان کر دے اور میں آپ کے علم سے فائدہ حاصل کروں۔ امیدوار ہوں کہ خداوند عالم نے میری یہ دعا قبول کر لی ہوگی۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ اے عبد اللہ۔ علم پڑھنے سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ علم ایک نور ہے جو اس انسان کے دل میں کہ خدا جس کی ہدایت چاہتا ہے روشنی ڈالتا ہے پس اگر تو طالب علم ہے تو پہلے اپنے دل پر حقیقی بندگی پیدا کر اور علم کو عمل کے وسیلے سے طلب کر اور خدا سے سمجھنے کی طلب کرنا کہ خدا تجھے سمجھائے۔ میں نے کہا۔ اے شریف۔ آپ نے فرمایا اے ابو عبد اللہ۔ کہہ میں نے کہا کہ بندگی کی حقیقت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا بندگی کی حقیقت تین چیزوں میں ہے۔ پہلی بندہ کسی چیز کے مالک نہیں ہوا کرتا بلکہ مال کو اللہ تعالیٰ کا مال سمجھے اور اسی راستے میں کہ جس کا خدا نے حکم دیا ہے خرچ کرے۔ دوسری۔ اپنے امور کی تدبیر میں اپنے آپ کو ناتواں

اور ضعیف سمجھے۔ تیسری۔ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواہی کے بجلانے میں مشغول رکھے اگر بندہ اپنے آپ کو مال کا مالک نہ سمجھے تو پھر اس کے لئے اپنے مال کو اللہ کے راستے میں خرچ کرنا آسان ہو جائیگا اور اگر اپنے کاموں اور امور کی تدبیر اور نگاہ داری اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے تو اس کے لئے مصائب کا تحمل کرنا آسان ہو جائیگا اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری میں مشغول رہے تو اپنے قیمتی اور گران قدر وقت کو فخر اور مباہات اور ریاکاری میں خرچ نہیں کرے گا اگر خدا اپنے بندے کو ان تین چیزوں سے نواز دے تو اس کے لئے دنیا اور شیطن اور مخلوق آسان ہو جائے گی اور وہ اس صورت میں مال کو زیادہ کرنے اور فخر اور مباہات کے لئے طلب نہیں کرے گا اور جو چیز لوگوں کے نزدیک عزت اور برتری شمار ہوتی ہے اسے طلب نہیں کرے گا اور اپنے قیمتی وقت کو سستی اور بطالت میں خرچ نہیں کرے گا اور یہ تقویٰ کا پہلا درجہ ہے اور خدا قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ یہ آخرت کا گھر ہم اس کے لئے قرار دیں گے کہ جو دنیا میں علو اور فساد برپا نہیں کریں گے اور عاقبت اور انجام تو متقیوں کیلئے ہے۔

تلك الدار الآخرة نجعلها للذين لا يريدون علواً في الأرض ولا فساداً والعاقبة للمتقين۔

میں نے عرض کیا کہ اے امام (ع)۔ مجھے کوئی وظیفہ اور دستور عنایت فرمائیے آپ نے فرمایا کہ میں تجھے نو چیزوں کی وصیت کرتا ہوں اور یہ میری وصیت اور دستور العمل ہر اس شخص کے لئے ہے جو حق کا راستہ طے کرنا چاہتا ہے اور میں خدا سے سوال کرتا ہوں کہ خدا تجھے ان پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ تین چیزیں اور دستور العمل نفس کی ریاضت کے لئے ہیں اور تین دستور العمل حلم اور بردباری کے لئے ہیں اور تین دستور العمل علم کے بارے میں ہیں۔ تم انہیں حفظ کر لو اور خبردار کہ ان کے بارے میں سستی کرو۔ عنوان بصری کہتا ہے کہ میری تمام توجہ آپ کی فرمائشوں کی طرف تھی آپ نے فرمایا کہ وہ تین دستور العمل جو

نفس کی ریاضت کے لئے ہیں وہ یہ ہیں۔

1_ خبردار ہو کہ جس چیز کی طلب اور اشتہاء نہ ہو اسے مت کھاؤ۔ 2_ اور جب تک بھوک نہ لگے کھانا مت کھاؤ۔ 3_ جب کھانا کھاؤ تو حلال کھانا کھاؤ اور کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھو۔ آپ نے اس کے بعد رسول اللہ کی حدیث نقل کی اور فرمایا کہ انسان بر تن کویر نہیں کرتا مگر شکم کا پر کرنا اس سے بدتر ہوتا ہے اور اگر کھانے کی ضرورت ہو تو شکم کا ایک حصہ کھانے کے لئے اور ایک حصہ پانی کے لئے اور ایک حصہ سانس لینے کے لئے قرار دے۔

وہ تین دستور العمل جو حلم کے بارے میں ہیں وہ یہ ہیں۔

- 1_ جو شخص تجھ سے کہے کہ اگر تو نے ایک کلمہ مجھ سے کہا تو میں تیرے جواب میں دس کلمے کہوں گا تو اس کے جواب میں کہے کہ اگر تو نے دس کلمے مجھے کہے تو اس کے جواب میں مجھ سے ایک کلمہ بھی نہیں سنے گا۔
- 2_ جو شخص تجھے برا بھلا کہے تو اس کے جواب میں کہہ دے کہ اگر تم سچ کہتے ہو تو خدا مجھے معاف کر دے اور اگر تم جھوٹ کہہ رہے تو خدا تجھے معاف کر دے۔
- 3_ جو شخص تجھے گالیاں دینے کی دھمکی دے تو اسے نصیحت اور دعا کا وعدہ کرے وہ تین دستور العمل جو علم کے بارے میں ہیں وہ یہ ہیں۔

1_ جو کچھ نہیں جانتا اس کا علماء سے سوال کر لیکن ملتفت رہے کہ تیرا سوال کرنا امتحان اور اذیت دینے کے لئے نہیں ہونا چاہئے۔ 2_ اپنی رائے پر عمل کرنے سے پرہیز کر اور جتنا کر سکتا ہے احتیاط کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔ 3_ اپنی رائے سے (بغیر کسی مدرک شرعی) کے فتویٰ دینے سے پرہیز کر اور اس سے اس طرح بچ کے جیسے پہاڑ دینے والے شیر سے بچتا ہے۔ اپنی گردن کو لوگوں کے لئے پل قرار نہ دے اس کے بعد آپ نے مجھ سے فرمایا کہ اب یہاں سے اٹھ کر چلے جاؤ۔ بہت کافی مقدار میں نے تجھ نصیحت کی ہے اور میرے ذکر اور انکار کے بجلانے میں زیادہ مزاحم اور رکاوٹ نہ بنو کیونکہ میں اپنی جان کی قیمت اور ارزش کا قائل ہوں اور سلام ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی

233

کرتا ہے۔

"و السلام علی من اتبع الهدی" (398)

مرحوم مجلسی کا دستور العمل

بہت بڑے بزرگوار عالم جو مقام عرفان میں عارف ربانی ملا محمد تقی مجلسی ہیں انہوں نے لکھا ہے کہ میں نے اپنے آپ کو صاف کرنے اور ریاضت کرنے میں کچھ حاصل کیا ہے اور یہ اس وقت تھا جب میں قرآن کی تفسیر لکھنے میں مشغول تھا۔ ایک رات نیم نیند اور بیداری میں پیغمبر علیہ السلام کو دیکھا۔ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ میں آنحضرت کے کمالات اور اخلاق میں خوب اور دقت کروں۔ میں نے جتنی زیادہ وقت کی اتنا ہی آنحضرت کی عظمت اور نورانیت کو اس طرح وسیع تر پایا کہ آپ کے نور نے تمام جنگوں کو گھیرا ہوا تھا اسی دوران میں جاگ اٹھا اور اپنے آپ میں آیا تو مجھے القاء ہوا کہ رسول خدا کا اخلاق عین قرآن ہے لہذا ہمیں قرآن میں غور اور فکر کرنا چاہئے میں جتنا قرآن میں زیادہ غور اور فکر کرتا جاتا تھا اتنا ہی زیادہ حقائق سامنے آتے جاتے تھے یہاں تک کہ ایک ہی دفعہ مجھ میں بہت زیادہ قرآن کے معارف اور حقائق آ موجود ہوئے میں جس آیت میں تدبر اور فکر کرتا تھا تو مجھے عجیب موحبت اور مطالب عطا کئے جاتے تھے گرچہ یہ مطالب اس شخص کے لئے کہ جس نے ایسی توفیق حاصل نہ کی ہو بہت دشوار اور ارشاد کرنا ہے۔ نفس کی ریاضت اور اپنے آپ کو سنوارنے کا دستور العمل یہ ہے کہ بے فائدہ گفتگو کرنے بلکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر بغیر بات کرنے سے اپنے آپ کو روکیں۔ کھانے پینے اور لباس وغیرہ کی لذیذ چیزوں اور بہترین اور خوبصورت مکان اور عورتوں کو ترک کریں اور بقدر ضرورت استعمال کرنے پر اکتفاء کریں اولیاء خدا کے علاوہ لوگوں سے میل جول نہ رکھیں زیادہ سونے سے پرہیز کریں اور اللہ کے ذکر کو دائماً

234

اور پابندی سے بجلائیں۔ اولیاء خدا نے یا حی یا قیوم اور یا۔ من لا الہ الا انت کا زیادہ تجربہ کیا ہے اور میں نے بھی اسی ذکر کا تجربہ کیا ہے لیکن میرا غالباً ذکر۔ یا اللہ۔ جب کہ دل کو خدا کے علاوہ سے نکال کر اور خداوند عالم کی طرف پوری توجہ سے ہوا کرتا تھا۔

لیکن سب سے زیادہ اہم اللہ تعالیٰ کا پوری توجہ اور پابندی سے ذکر کرنا ہوا کرتا ہے باقی چیزیں اللہ تعالیٰ کے ذکر کے برابر نہیں ہوا کرتیں اگر اللہ کا ذکر چالیس دن اور رات تک متصل کیا جائے تو حکمت اور معرفت اور محبت کے انوار کے دروازے ایسے کرنے والے پر کھول دینے جاتے ہیں اس وقت وہ فناء فی اللہ اور بقاء باللہ کے مقام تک ترقی کر جاتا ہے۔

(399)

ملا آخوند حسین قلی کا خط

آخوند ملا حسین قلی ہمدانی جو عالم ربانی اور زاہد اور عارف تھے انہوں نے ایک خط تبریز شہر کے ایک عالم کو لکھا کہ جس میں آپ نے فرمایا _ بسم الله الرحمن الرحيم الحمد لله رب العالمين و الصلوة و السلام على محمد و آله الطاهرين و لعنة الله على اعدائهم اجمعين _ دینی اور ایمانی بھائیوں پر واضح ہونا چاہئے کہ ذات الہی تک قرب حاصل کرنا سوائے اس کے اور کوئی نہیں ہے کہ انسان کو تمام حرکات اور سکانات اور تمام اوقات میں شریعت اسلامی کا پابند ہونا چاہئے۔ جاہل صوفیاء کی لغویات اور خرافات سے جو ان کی عادت بن چکی ہے اس کے اپنا نے سے اجتناب کرنا چاہئے کیونکہ ان کے طریقے اور ذکر اور ورد پر عمل کرنا اللہ سے دور ہو جانے کے اور سوا اور کچھ حاصل نہیں ہوتا یہاں تک کہ اگر کوئی شخص موجهوں کو بڑھانے رکھے جیسے کہ یہ ایران کے صوفیوں کی جو اپنے آپ کو شیعہ کہلاتے ہیں علامت ہے) اور اسے ضروری سمجھتے ہیں اور گوشت کو نہ کھائے تو یہ بھی خرافات اور لغویات میں شمار ہوتا ہے اگر کوئی شخص ائمہ علیہم السلام کے معصوم ہونے

235

پر ایمان رکھتا ہے تو اسے سمجھنا چاہئے کہ وہ ایسے اعمال سے جو ایران کے شیعہ صوفی انجام دیتے ہیں اور اسی طرح خاص ذکر جو ائمہ علیہم السلام سے وارد نہیں ہوئے بجا لاتے ہیں ان سے وہ ذات خدا کے قرب سے دور ہو رہے ہوتے ہیں اور ان سے انہیں قرب الہی حاصل نہیں ہوتا۔ لہذا سب سے پہلے شریعت اسلامی کو مقدم کرے اور جو کچھ شریعت میں وارد ہوا اس پر عمل کرنے کا پابند بنے۔ اس ناتوان اور کمزور بندے نے عقل اور روایات سے جو کچھ سمجھا اور استفادہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے سب سے زیادہ اہم خدا کی معصیت اور نافرمانی کو ترک کرنا ہوگا اور جب تک یہ نہیں کرے گا تب تک نہ کوئی ذکر اور نہ کوئی فکر تیرے دل کو فائدہ پہنچا سکے گا کیونکہ شیطان کی اطاعت اور خدمت کرنے والا جو ذات الہی کا نافرمان اور انکاری ہے کس طرح اس ذات کا قرب حاصل کر سکے گا کیا کوئی بادشاہ اور اس کی سلطنت خداوند عالم کی سلطنت سے عظیم الشان ہے۔

جو کچھ میں نے ذکر کیا ہے اسے خوب سمجھ تیرا اللہ تعالیٰ کی محبت کو طلب کرنا جب کہ تو اس کی معصیت بجالا رہا ہے ایک غلط اور فاسد کام ہے۔ کس طرح تم پر مخفی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نفرت کا سبب ہوا کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا نفرت کرنا محبت کے ساتھ اکٹھا نہیں ہوا کرتا۔ جب تیرے نزدیک ثابت ہوچکا ہے کہ نافرمانی نہ کرنا اول اور آخر ظاہر اور باطن دین ہے تو پھر مجاہدہ اور کوشش کرنے کی طرف جلدی کر اور پوری کوشش سے نیند سے بیدار ہونے سے لے کر تمام اوقات میں مراقبہ میں مشغول رہ اور اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کے ادب بجالانے کی پابندی کر اور یہ جان لے کہ تو اپنے تمام وجود کے ذرہ ذرہ میں اس کی قدرت کا قیدی ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور کا احترام کر اور اس کی یوں عبادت کر کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو وہ ذات تجھے دیکھ رہی ہے۔ ہمیشہ اس کی عظمت اور اپنے حقیر ہونے اس کی بلندی اور اپنی پستی اس کی عزت اور اپنی ذلت اور اس کا مستقی ہوتا اور تیرا محتاج ہونے کی طرف متوجہ رہ۔ اور اس ذات کی طرف غفلت سے جب کہ وہ تیری

236

طرف ہمیشہ ملتفت رہے غافل نہ رہ۔ اس ذات کے سامنے ایک ذلیل ضعیف بندے کی طرح کھڑا ہو اور اپنے قدموں کو اس کے سامنے یوں جھکا جیسے ایک کمزور کتا اپنے قدم زمین پر رگڑتا ہے۔ کیا تیرے لئے یہ شرف اور فخر کافی نہیں کہ اس نے تجھے اپنے عظیم نام لینے کی تیری کثیف اور معصیت کی گندگی سے نجس زبان سے ذکر کرنے کی اجازت دی ہے۔

عزیز من۔ اس رحیم اور کریم ذات نے زبان کو اپنے شریف ذکر کا مرکز قرار دیا ہے کتنی بے حیائی ہوگی کہ اس کے مرکز کو غیبت جھوٹ گالیاں دینا آزار اور اذیت اور دوسری نافرمانیوں کی گندگی اور نجاست سے آلودہ کیا جائے۔ ذات الہی کے مرکز کو خوشبو اور گلاب سے معطر ہونا چاہئے نہ کہ گندگیوں سے نجس ہو۔ بلا شک جب مراقبت اور حفاظت کرنے میں وقت نہیں کرے گا تو تجھے علم نہ ہوگا کہ تیرے سات اعضاء یعنی کان زبان ہاتھ پاؤں پیٹ اور شرمگاہ کیا کیا نافرمانی کرتے ہیں اور کتنی آگ لگاتے ہیں؟ اور تو ان سے قتل نہ کیا جا چکا ہو۔ اگر میں ان مفاسد کی شرح بیان کروں تو اس خط میں ممکن نہیں ہے میں ایک ورقہ پر کیا کچھ لکھ سکتا ہوں۔ تم نے ابھی تک اپنی اعضاء کو معصیت سے پاک نہیں کیا پھر تو کس طرح انتظار رکھتا ہے کہ میں دل کے حالات کی تیرے لئے شرح لکھ دوں پس سچی توبہ کرنے کی طرف

جلدی کر اور پھر مراقبت اور کوشش کرنے کی طرف دوڑ لگا۔ خلاصہ مراقبت اور حفاظت نفس کے بعد قرب الہی کو طلب کر اور سحری کے وقت بیدا ہو اور تہجد کی نماز کو آداب اور حضور قلب سے بجا لا اور اگر زیادہ وقت مل سکے تو اللہ کے ذکر اور اس کی مناجات میں مشغول ہوجا لیکن رات کے ایک خاص وقت میں حضور قلب کے ساتھ ذکر الہی میں مشغول رہ اور تمام حالات میں حزن اور رنج سے خالی نہ رہتا اور اگر حزن اور رنج موجود نہ ہو تو اسے اس کے اسباب سے حاصل کر اور فارغ ہونے کے بعد حضرت زہرا علیہ السلام کی تسبیح اور بارہ دفعہ سورہ توحید دس مرتبہ لا الہ الا اللہ و حدہ لا

237

شریک لہ لہ الملک کو آخر تک اور سہ مرتبہ لا الہ الا اللہ اور ستر مرتبہ استغفار۔ اور تھوڑا سا قرآن پڑھ اور دعا صباح بھی ضرور پڑھا کر اور ہمیشہ با وضو رہ اور اگر ہر وضو کے بعد دو رکعت نماز پڑھ لے تو بہت اچھا ہے۔ مومنین کی حاجات اور بالخصوص علما اور بالخاص جو متقی ہیں کے بجالانے میں بہت کوشش کر اور جس محفل میں گناہ کے واقع ہونے کا گمان ہو حتمی طور سے اس کے جانے سے پرہیز کر بلکہ غافل لوگوں کے ساتھ بغیر ضروری کام کے اٹھ بیٹھ کرنا نقصان وہ ہے گرچہ اس میں معصیت بھی نہ ہوتی ہو۔ مباح چیزوں میں زیادہ مشغول رہنا زیادہ مزاح کرنا اور لغویات کہنا اور غلط چیزوں کو سننا انسان کے دل کو مار دیتے ہیں اور اگر مراقبہ کے بغیر ذکر اور فکر میں مشغول ہو تو وہ بھی بے فائدہ ہوگا گرچہ حال بھی لے آئے کیونکہ ایسا حال دائمی نہ ہوگا بغیر مراقبہ کے حال پیدا ہونے سے دھوکا نہ کھا۔ اس سے زیادہ کہنے کی مجھ میں طاقت نہیں ہے۔ التماس دعا اور تم تمام سے دعا کا ملتمس ہوں۔ اس بندہ حقیر پر تقصیر اور معاصی کو فراموش نہ کرنا۔ شب جمعہ میں سو دفعہ اور جمعہ کے عصر میں سو دفعہ سورہ قدر کو پڑھا کرو۔ (400)

میرزا جواد آقا تبریزی کا دستور العمل

عالم ربانی عارف کامل آقا ملکی تبریزی لکھتے ہیں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے طویل سجدہ کرنے کی بہت زیادہ سفارش فرمائی ہے کہ یہ ایک بہت ہی اہم کام ہے۔ طویل سجدہ کرنا بندگی کی قریب ترین کیفیت اور علامت ہے اسی لئے تو ہر ایک رکعت میں دو سجدے قرار دیئے گئے ہیں۔ ائمہ اطہار اور خالص شیعوں سے طویل سجدے کے بارے میں مہم مطالب ثقل ہوئے ہیں۔ امام زین العابدین علیہ السلام کو ایک سجدے میں ایک ہزار مرتبہ لا الہ الا اللہ حقا حقا لا الہ الا اللہ تعبداً و رقا لا الہ الا ایمانا و صدقا پڑھتے سنا گیا۔ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ کبھی آپ کا سجدہ صبح کی

238

نماز کی بعد ظہر تک ہوا کرتا تھا اور ائمہ علیہم السلام کے اصحاب میں سے ابن ابی عمیر و جمیل و خربود کے بارے میں بھی ایسا نقل کیا گیا ہے۔ نجف اشرف میں طالب علمی کے زمانے میں میرے ایک استاد تھے جو متقی طلبہ کے لئے مرجع تھے میں نے آپ سے سوال کیا آپ نے کون سے عمل کا تجربہ کیا ہے کہ جو سالک الی اللہ کے حق میں موثر اور مفید ہو؟ آپ نے فرمایا کہ دن اور رات میں اسیک طویل سجدہ بجا لایا جائے اور سجدہ کی حالت میں یہ کہا جائے لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین اور اس کے ذکر میں اس طرح توجہ کرے کہ میرا خدا کسی پر ظلم کرنے سے پاک و پاکیزہ ہے بلکہ میں خود ہوں جو اپنے اوپر ظلم کرتا ہوں اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالتا ہوں۔ میرے یہ استاد اپنے مریدوں اور علاقمندوں سے ایسے سجدہ کی سفارش کیا کرتے تھے اور جو بھی یہ سجدہ بجالاتا تھا اس کے اثرات کا مشاہدہ کیا کرتا تھا۔ بالخصوص وہ حضرات جو اس سجدے کو بہت زیادہ طویل انجام دیتے تھے ان میں سے بعض اس ذکر کو سجدہ میں تکرار کیا کرتے تھے بعض تھوڑا اور بعض زیادہ تکرار کرتے تھے میں نے سنا ہے کہ ان میں سے بعض اس ذکر کو تین ہزار مرتبہ سجدہ میں پڑھا کرتے تھے۔ (401)

شیخ نجم الدین کا دستور العمل

شیخ نجم الدین رازی لکھتے ہیں کہ آداب اور شرائط کے بغیر زیادہ ذکر کرنا مفید نہیں ہوتا۔ پہلے شرائط اور ترتیب سے قیام کیا جائے اور جب سچے مرید کو سلوک الی اللہ کا دل میں درد پیدا ہوجائے تو یہ علامت ہوگی کہ اس نے ذکر سے انس پیدا کر لیا ہے اور اسے مخلوق سے وحشت اور نفرت پیدا ہوگئی ہے جو تمام مخلوق سے نامید ہو کر ذکر الہی کی پناہ میں چاہنچا ہے۔ قل اللہ ثم ذرہم (یعنی اللہ کا ذکر کر اور تمام مخلوق کو چھوڑ دے کہ وہ اپنی لغویات میں کھیلتے رہیں) جب

ذکر کو پے در پے بجالانے جو صحیح اور خالص توبہ کے بعد ہو اور ذکر کرنے کی حالت میں با غسل ہو اور اگر یہ نہ کر

239

سکے تو با وضو ہو کیونکہ ذکر الہی کرنا دشمن کے ساتھ جنگ کرنے کے مانند ہوا کرتا ہے اور بغیر اسلحے کے دشمن کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا اور وضو مومن کا اسلحہ ہوا کرتا ہے۔ الوضوء سلاح المومون پاک کپڑے پہنے ہوا ہو اور کپڑے کے پاک ہونے کی چار شرطیں ہیں۔ 1_ نجاست سے پاک ہو۔ 2_ لوگوں پر ظلم کئے ہوئے مال سے پاک ہو۔ 3_ حرام سے یعنی ابریشم سے پاک ہو یعنی ابریشمی کپڑا نہ ہو۔ 4_ رعونت اور تکبر سے پاک ہو یعنی کپڑا کوتاہ ہو بہت لمبا نہ ہو۔ ثيابك فطہر سے مراد کوتاہ کرنا ہے۔ اور گھر میں خلوت اور تاریکی اور صفات ستھرا کر کے بیٹھے اور اگر تھوڑی خوشبو یعنی دھونی کرے تو بہتر ہے۔ قبلہ رخ بیٹھے اور چار زانوں یعنی پلٹھی مار کر گرچہ تمام حالا میں بیٹھنا منع ہے لیکن ذکر کرنے کی حالت میں خواجہ علیہ السلام جب صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تھے تو اسی جگہ پلٹھی مار کر یعنی چار زانوں سورج کے نکلنے تک بیٹھے رہتے تھے۔ ذکر کرنے کے وقت اپنے ہاتھوں کو رانوں پر رکھے اور دل کو حاضر کرے اور آنکھیں بند کر لے اور پوری تعظیم کے ساتھ ذکر کرنا شروع کر دے اور لا الہ الا اللہ کے جملے کو پوری طاقت سے گویا اس کی ناف لا الہ سے اٹھے اور لا الہ اللہ دل پر بیٹھ جائے اور اس کا تمام اعضاء پر اثر ظاہر ہو رہا ہو لیکن اپنی آواز کو بلند نہ کرے اور جتنا ہو سکے آہستہ اور کمتر آواز سے ذکر کرے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ و انکر ربك فی نفسك تضرعا و خيفة و دون الجہر من القول اس طرح سے تحت ذکر کرتے ہوئے اس کے معنی کو دل میں فکر کرے دوسرے خیالات کو دور کرے جیسے کہ لا الہ کے معنی سے یہی مراد ہے کہ جو بھی خدا کے علاوہ خیالات ہوں انہیں دور کرے اور گویا یوں سوچے کہ میں سوائے الا اللہ کے کوئی چیز نہیں چاہتا اور میرا مقصود اور محبوب صرف الا اللہ ہے اور تمام خیالات کو الا اللہ کے ذریعے دور کر رہا ہوں اور اللہ تعالیٰ کو اپنا مقصود اور محبوب اور مطلوب الا اللہ کے ذریعے سے کر رہا ہوں اور جان لینا چاہئے کہ ہر ذکر میں اول سے لے کر آخر تک دل نفی اور اثبات میں

240

حاضر ہو اور لگا رہے۔ اور جس وقت دل کے اندر نگاہ کرے اگر کوئی چیز دل کو لہانے والی ہو تو اسے نظر انداز کر کے دل کو ذات الہی کی طرف توجہ دے اور الا اللہ کے ذریعے اس چیز کو دل سے اکھیڑ دے اور اس کے ربط کو باطل کر دے اور الا اللہ کو اس چیز کی محبت کی جگہ قرار دے دے اسی روش کو دوام دے تا کہ دل آہستہ آہستہ تمام چیزوں کی محبت اور انس سے خالی ہو کر ذکر الہی سے سرشار ہو جائے۔ اس کا باحال ہونا ذکر کے غالب ہوجانے سے ہو۔ ذکر کرنے والے کا وجود ذکر کے نور میں مضمحل ہو جائے اور ذاکر کو ذکر مفرد بنا دے اور تمام تعلقات اور موانع کو اس کے وجود سے ختم کر دے اور اسے جسمانی دنیا سے اخروی دنیا کے لئے آمادہ کر دے جیسے وارد ہوا ہے کہ سبروا فقد سبق المفردون جان لے کہ دل اللہ تعالیٰ کے لئے خلوت کی جگہ ہے۔ لا یسعی ارضی و لا سمانی و انما یسعی قلب عبیدی المومن یعنی مجھے نہ زمین اور نہ آسمان سمو سکتا ہے مجھے صرف مومن کا دل سمو سکتا ہے۔ اور جب تک دل میں اغیار کا وجود ہوگا اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی عظمت کی غیرت اس سے نفرت کرے گی لیکن جب لا الہ کا چابک دل کو اغیار سے خالی کر دے گا اس وقت الا اللہ کی بادشاہ کی تجلی کا انتظار کیا جا سکتا ہے۔ اذا فرغت فانصب و الی ربك فارغب(402) جیسے کہ آپ نے ملاحظہ فرما لیا ہے کہ عرفان کے استاذ نے ذکر کے دوامی بجالانے کو سیر و سلوک کے لئے بہترین طریقہ قرار دیا ہے اور اس کے پہنچنے کے لئے مختلف طریقے اور تجربات اور وصیتیں فرمائی ہیں۔ اس مطلب کی علت یہ ہے کہ جتنے ذکر کے طریقے شریعت میں وارد ہوئے ان کے بنانے کی اصلی غرض غیر خدا سے قطع تعلق کرنا اور پوری توجہ خدا تعالیٰ کی طرف کرنے کو حاصل کرنا ہے لیکن یہ کام افراد اور مقامات اور حالات کے لحاظ سے فرق رکھتا ہے لہذا کسی نہ کسی استاذ اور مربی کی ضرورت ہے کہ جو اس کام میں رہبری انجام دے احادیث اور دعاؤں کی کتابوں میں بہت زیادہ دعائیں نقل ہوئی ہیں۔ اور ہر ایک کے لئے ثواب اور خاصیت ذکر کی گئی ہے۔ مطلق دعا اور ذکر دو طرح کے ہوتے ہیں ایک مطلق اور دوسرا مقید۔ بعض ذکر

241

کے لئے خاص زمانہ اور خاص ترکیب اور خاص عدد بتلایا گیا ہے ایسے ذکر کو اسی طرح بجالانا چاہئے جیسکہ ائمہ علیہم السلام سے نقل ہوا ہے تا کہ اس کے ثواب اور خاص اثر کو حاصل کیا جا سکے۔ اس کے بر عکس بعض ذکر مطلق

ہیں جن میں کوئی قید نہیں ہے اسے انسان اپنے اختیار سے خاص شرائط اور حالات اور عدد اور زمانے کا تعین کر سکتا ہے۔ اور اسے دائمی بجالاتا رہے یا اپنے کسی استاد اور رہنما سے اس میں راہنمائی حاصل کرے آپ اس بارے میں احادیث اور دعاؤں کی کتابوں کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔

آخر میں دو مطلب کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے۔ پہلا۔ عارف انسان کو معلوم ہونا چاہئے کہ ذکر کرنے کی اصلی غرض و غایت خداوند عالم کی طرف حال اور حضور قلب کا حاصل کرنا ہوتا ہے لہذا ذکر کی تعداد اور زمانے اور کیفیت میں یہ مطلب مد نظر رہے اور پھر اس کو دائمی بجالاتے اور جب تھک جائے یا بے میل اور رغبت ہو تو اسے چھوڑ دے اور پھر مناسب وقت میں دوبارہ شروع کر دے۔ امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "دل اور روح کبھی حالت اقبال اور توجہ رکھتی ہے اور کبھی سب اور بے میل اور بے رغبت نہ ہوتی ہے لہذا جب دل مائل اور رغبت رکھتا ہو اس وقت عمل کیا جائے کیونکہ اگر روح کو عمل کرنے پر مجبور کیا جائے تو وہ اندھا ہو جاتا ہے۔ (403) البتہ اس بارے میں افراد اور مقامات اور حالات کا فرق ہوا کرتا ہے۔

دوسرا۔ یہ جاننا چاہئے کہ ریاضت نفس اور ذکر کی اصلی غرض اور غایت نفس اور روح کا تکامل اور قرب خداوند ہے۔ اللہ تعالیٰ کا تقرب بغیر احکام پر عمل کرنے سے ممکن نہیں ہوا کرتا اگر کوئی انسان شرعی یا اجتماعی ذمہ داری رکھتا ہو تو وہ اسی حالت میں اللہ تعالیٰ کی یاد میں ہو سکتا ہے اور جتنا ہو سکے ذکر کو بھی انجام دے اور فراغت کی حالت میں ذکر کو دائمی بجالاتے گوشہ نشین نہیں ہو جانا اور اجتماعی اور شرعی ذمہ داری کو نظر کر دینے سے انسان اللہ کا قرب اور تقرب حاصل نہیں کر سکتا۔

خودسازی
یعنی
تزکیہ و تہذیب نفس

242

مواع (رکاوٹیں)

کمالات اور مقامات عالیہ تک پہنچنا اتنا سادہ اور آسان کام نہیں ہے بلکہ یہ راستہ طے کرنا بہت مشکل اور دشوار ہے اس راستے میں کئی ایک مواع اور رکاوٹیں موجود ہیں اور جو انسان کمال حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اسے ان کو دور کرنا ہوگا ورنہ وہ کبھی کمال تک نہیں پہنچ سکے گا۔

پہلی رکاوٹ

قرب الہی حاصل کرنے اور سر و سلوک الی اللہ کی سب سے بڑی رکاوٹ انسان کی قابلیت کا نہ ہونا ہے۔ جو روح اور دل گناہوں کے ارتکاب کرنے کی وجہ سے تاریک اور آلودہ ہو چکا ہو وہ انوار الہی کی تابش کا مرکز قرار نہیں پا سکتا۔ جب انسان کا دل گناہوں کی وجہ سے شیطن کی حکومت کا مرکز پا چکا ہو وہاں کس طرح اللہ کے مقرب فرشتے داخل ہو سکے ہیں؟ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جب انسان کسی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ پیدا ہو جاتا ہے اگر تو اس نے توبہ کر لی تو وہ نقطہ مٹ جاتا ہے۔ اور اگر وہ اسی طرح گناہ بجالاتا رہا

243

تو وہ سیاہ نقطہ تدریجاً بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کے تمام دل کو گھیر لیتا ہے اس حالت میں وہ کبھی کامیابی اور چھٹکارا حاصل نہیں کر سکے گا۔ (404)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "میرے والد فرمایا ہے کہ انسان کے دل اور روح کے لئے گناہ سے کوئی چیز بدتر نہیں ہوا کرتی کیونکہ گناہ انسان کی روح اور قلب سے جنگ کرنا شروع کر دیتا ہے یہاں تک کہ اس پر قابو اور غلبہ حاصل کر لیتا ہے اس صورت میں اس کا دل الٹا اور سرنگوں ہو جاتا ہے۔ (405) گناہ گار انسان کی روح سرنگوں

اور الہی ہوجاتی ہے اور وہ اللہ راستے چلتی ہے تو پھر وہ کس طرح قرب الہی کے رساتے کی طرف حرکت کر سکی گی اور اللہ تعالیٰ کے فیوضات اور اشراقات کو قبول کرے گی؟ لہذا کمال تک رسائی حاصل کرنے والے انسان کے لئے ضروری اور واجب ہوجاتا ہے کہ وہ ابتداء ہی سے اپنے نفس اور روح کو گناہوں سے پاک اور صاف کرے اور پھر ریاضت اور ذکر الہی میں داخل ہو ورنہ اس کا ذکر اور عبادت میں کوشش کرنا اس کو قرب الہی تک نہیں پہنچا سکے گا۔

دوسری رکاوٹ

کمال حاصل کرنے سے ایک بڑی رکاوٹ مادی اور دنیاوی تعلقات ہیں جیسے مال اور دولت سے اہل و عیال سے یا مکان اور زندگی کے اسباب سے جاہ و جلال مقام اور منصب سے مال باپ سے بہن بھائی سے یہاں تک کہ علم اور دانش سے اور اس طرح کی دوسری چیزوں سے علاقہ اور تعلق یہ وہ تعلقات ہیں کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کے قرب حاصل کرنے اور اس کے طرف حرکت اور ہجرت کرنے سے روک دیتے ہیں۔ جس دل نے محسوسات سے محبت اور انس کر رکھا ہو اور اس کا فریقہ اور عاشق ہو کس طرح وہ ان چیزوں کو چھوڑ کر عالم بالا کی طرف حرکت کرے گا جو دل دنیاوی

244

امور کا مرکز اور مکان بن چکا ہو وہ کب انوار الہی کی تابش کا مرکز قرار پاسکتا ہے؟ بہت سی روایات کے مطابق دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ گناہ گار انسان اللہ تعالیٰ سے قرب کے مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " دنیا کی محبت ہر ایک گناہ کی جڑ ہے (406)

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے کہ " سب سے پہلی چیز کہ جن سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی گئی وہ چھ تھیں دنیا سے محبت حکومت اور مقام منصب سے محبت۔ عورت سے محبت۔ خوراک سے محبت نیند سے محبت اور آرام اور سکون سے محبت (407)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " انسان اللہ تعالیٰ سے اس حکومت میں زیادہ دور ہوتا ہے جب اس کی غرض و غایت صرف پیٹ کا بھرنا اور شہوات حیوانی کا پورا کرنا ہو۔

جناب جابر فرماتے ہیں کہ میں امام باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے مجھ سے فرمایا اے جابر۔ میں محزون اور مشغول دل والا ہوں۔ میں نے عرض کی کہ میں آپ پر قربان جاؤں آپ کا محزون اور غمگین ہونا اور مشغول ہونا کس سبب اور وجہ سے ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جس کے دل میں خالص اور صاف دین داخل ہو چکا ہو اس کا دل غیر خدا سے خالی ہوجاتا ہے۔ اے جابر۔ دنیا کیا ہے اور کیا قیمت رکھتی ہے؟ کیا وہ صرف لقمہ نہیں ہے کہ جسے تو کھاتا ہے اور لباس ہے کہ جسے تو پہنتا ہے یا عورت ہے کہ جس سے شادی کرتا ہے کیا اس کے علاوہ کچھ اور ہے؟ اے جابر۔ مومنین دنیا اور زندگی پر بھروسہ نہیں کرتے اور آخرت کے جہاں میں جانے سے اپنے آپ کو امان میں نہیں دیکھتے۔ اے جابر۔ آخرت ہمیشہ رہنے والی منزل اور مکان ہے اور دنیا مرنے اور چلے جانے کا محل اور مکان ہے۔ لیکن دنیا والے اس مطلب سے غافل ہیں صرف مومنین جو فکر اور عبرت اور سمجھ رکھتے ہیں انہیں جو ان کے کانوں پر پڑتا ہے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے نہیں روکتا۔ زرو جو اہرات کا دیکھنا انہیں اللہ تعالیٰ کے

245

ذکر سے غافل نہیں کرتا وہ آخرت کے ثواب کو پالیتے ہیں گویا کہ انہوں نے اس کے علم حاصل کر لیا ہے۔ (409) رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے کہ " انسان ایمان کی شرینی کو نہیں چکھ سکتا مگر جب وہ جسے کھاتا ہے اس سے لاپرواہی نہ برتے۔ (410)

لہذا عارف انسان کے لئے ضروری ہے کہ اس طرح کا علاقہ اور محبت اپنے دل سے نکال دے تا کہ اللہ تعالیٰ کی قرب اور مقامات عالیہ کی طرف اس کا حرکت اور ہجرت کرنا ممکن ہو سکے۔ دنیا کے اور فکر کو اپنے دل سے باہر نکال دے تا کہ اللہ کی یاد اس کے دل میں جگہ پاسکے۔ یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ دنیاوی امور سے علاقہ مندی اور دل دے دنیا صرف قابل خدمت ہے نہ کہ خود دنیا مذموم ہے کیونکہ عارف انسان دوسرے انسانوں کی طرح زندگی کو باقی رکھنے میں غذا اور لباس اور مکان اور بیوی کا محتاج ہے اور ان کے حاصل کرنے کے لئے اسے ضرور کام کرنا ہوگا۔ نسل کی بقاء کے لئے اسے شادی ضرور کرنی ہوگی۔ اجتماعی زندگی بسر کرنے کے لئے اسے اجتماعی ذمہ داریاں قبول کرنی ہونگی

اسلامی شریعت میں ان میں کسی کی مذمت نہیں کی گئی بلکہ ان کے بجالانے میں اگر قصد قربت کر لے تو وہ عبادت بھی بوجائیں گی اور اللہ سے تقرب کا موجب ہونگے خود یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کے قرب حاصل کرنے کی مانع نہیں ہوا کرتیں وہ جو مانع ہے ان امور سے وابستگی اور محبت ہے۔

اگر یہی امور زندگی کی غرض اور غایت قرار پائیں اور اللہ تعالیٰ کے ذکر اور فکر سے غافل بنادیں تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ انسان خدا سے غافل ہو جائے اور پیسہ اور عورت مقام اور منصب اور علم پرست ہو جائے جو قابل مذمت ہے اور انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف حرکت کرنے سے روک دیتا ہے ورنہ خود پیسہ اور زن علم اور مقام منصب اور ریاست قابل مذمت نہیں ہیں۔ کیا پیغمبر اسلام امام سجاد اور امیر المومنین علیہ السلام اور دوسرے ائمہ اطہار کام اور کوشش نہیں کیا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے استفادہ نہیں کیا کرتے تھے، اسلام کی سب سے بزرگ خصوصیت یہ ہے کہ

246

دنیاوی اور اخروی امور کے لئے کسی خاص حد اور مرز کا قائل نہیں ہے۔

تیسری رکاوٹ

خواہشات نفس اور اس کی ہوی اور ہوس سے پیروی کرنا قرب الہی حاصل کرنے کا بہت بڑا مانع ہے۔ نفسانی خواہشات دل کے گھر کو سیاہ دھوئیں کی طرح سیاہ کر دیتے ہیں اس طرح کا دل اللہ تعالیٰ کے انوار کی تابش کی قابلیت نہیں رکھتا۔ نفسانی خواہشات انسان کے دل کو ادھر ادھر کھینچتے رہتے ہیں اور اسے مہلت نہیں دیتے کہ وہ خداوند عالم سے خلوت کرسکے اور اس ذات سے انس اور محبت کرسکے۔ وہ دن رات نفسانی خواہشات کے پورا کرنے کی تلاش اور کوشش میں لگا رہتا ہے۔ وہ کب دنیا کو چھوڑ سکتا ہے تا کہ بارگاہ الہی کی طرف پرواز کرسکے۔ خداوند عالم قرآن مجید میں فرماتا ہے " ہوی اور ہوس کی پیروی نہ کر کیونکہ وہ تجھے خدا کے راستے سے دور کئے رکھیں گے۔ (411) امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " سب سے بہادر انسان وہ ہے جو خواہشات نفس پر غلبہ حاصل کرے۔ (412)

چوتھی رکاوٹ

خدا کی یاد سے ایک رکاوٹ اور مانع شکم پرستی ہے۔ جو شخص دن رات کوشش کرتا رہتا ہے کہ اچھی اور لذیذ غذا مہیا کرے اور اپنے پیٹ کو مختلف قسم کی غذاؤں سے پر کرے وہ کس طرح اپنے خدا سے خلوت اور راز و نیاز اور انس کرسکتا ہے۔ غذا سے بھرا ہوا پیٹ کس طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت اور دعا کرنے کی حالت پیدا کرسکتا ہے۔ غذا سے بھر ہوا پیٹ کس طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت اور دعا کرنے کی حالت پیدا کرسکتا ہے۔ جو انسان کھانے اور پینے میں لذت سمجھتا ہے وہ کس طرح اللہ تعالیٰ سے مناجات کی لذت کو محسوس کرسکتا ہے؟ اسی لئے تو اسلام نے شکم پرستی کی مذمت کی ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابوبصیر سے فرمایا ہے کہ " انسان کا پیٹ بھر جانے

247

سے طغیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ سے زیادہ نزدیک ہونے کی حالت انسان کے لئے اس وقت ہوتی ہے جب کہ اس کا پیٹ خالی ہو اور بدترین حالت اس وقت ہوتی ہے جب اس کا پیٹ بھرا ہوا ہو۔ (413)

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " مومن کے دل کے لئے پر خوری سے اور کوئی چیز نقصان دہ نہیں ہے۔ پر خوری قساوت قلب کا سبب ہوا کرتی ہے اور رشہوت کو تحریک کرتی ہے۔ بھوک مومن کا سالن اور روح کی غذا اور طعام ہے اور بدن کی صحت ہے (414) امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی مصلحت دیکھتا ہے تو اسے کم غذا کم کلام اور کم خواب کا الہام کرتا ہے۔ (415)

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " نفس پر کنٹرول کرنے اور عادت کے ختم کرنے کے لئے بھوک بہترین مددگار ہے (416) امیر المومنین علیہ السلام نے روایت کی ہے کہ " خداوند عالم نے معراج کی رات رسول خدا سے فرمایا۔ اے احمد۔ کاش تم بھوک اور ساکت رہنے اور تنہائی اور اس کے آثار کی شیرینی کو چکھتے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے عرض کی اے میرے خدا۔ بھوک کا کیا فائدہ ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ دا۔ نانی دل کی حفاظت میرا تقرب ہمیشگی حزن تھوڑا خرچ۔ حق گوئی اور آسانشے اور تنگی میں بے خوف۔ (417)

درست ہے کہ عارف انسان بھی دوسرے انسانوں کی طرح زندہ رہنے اور عبادت کی طاقت کے لئے غذا کا محتاج ہے اسے اتنی مقدار جو بدن کی ضرورت کو پورا کرے کھانا کھانا چاہئے اور شکم پری سے پرہیز کرنا چاہئے۔ کیونکہ شکم پری سستی ہے میلی اور عبادت کی طرف ہے رغبتی قساوت قلب اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے غفلت کا سبب ہوا کرتی ہے اور اگر تھوڑا کھائے اور بھوکا رہے تو عبادت کے لئے آمادگی اور خداوند عالم کی ذات کی طرف توجہ کرنے کا سبب ہوا کرتی ہے۔ اس کا تجربہ کیا جا چکا ہے انسان بھوک کی حالت میں با نورانیت روح با صفا اور ہلکا پھکا رہتا ہے لیکن پیٹ بھری ہوئی حالت میں ایسا نہیں ہوا کرتا لہذا ایک عارف انسان کے لئے ضروری ہے کہ جتنی بدن

248

کو غذا کی ضرورت ہے اتنا ہی کھائے بالخصوص جب عبادت اور دعا اور ذکر میں مشغول ہو تو بھوکا ہی رہے۔

پانچویں رکاوٹ

عارف اور سالک انسان کو اس کے قرب الہی کے مقصد اور حضور قلب اور خدا کی طرف توجہ سے ایک رکاوٹ غیر ضروری اور بے فائدہ گفتگو کرنا ہوا کرتی ہے۔ خداوند عالم نے انسان ضرورت کی مقدار تک گفتگو کرے تو اس نے اس بہت بڑی نعمت سے صحیح فائدہ حاصل کیا ہوگا اور اگر بیہودہ اور غیر ضروری گفتگو کرے تو اس نے اس بہت بڑی نعمت کو ضائع اور بردبار کر دیا ہوگا اس کے علاوہ زیادہ اور ادھر ادھر کی گفتگو اور باتیں کرنا انسان کی فکر کو پریشان کر دیتی ہیں اور پھر وہ پوری طرح سے اللہ تعالیٰ کی طرف حضور قلب اور توجہ پیدا نہیں کر سکتا۔ اسی لئے احادیث میں زیادہ اور بے فائدہ باتیں کرنے کی مذمت وارد ہوئی ہے۔

پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "سوائے اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے کے زیادہ کلام کرنے سے پرہیز کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے علاوہ زیادہ باتیں کرنا قساوت قلب کا سبب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ دور انسان وہ ہے کہ جس کا دل تاریک ہو۔ (418)

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "اپنی زبان کی حفاظت کر اور اپنی گفتگو کو شمار کرتا رہے تا کہ تیری گفتگو امر خیر کے علاوہ کمتر ہو جائے۔ (419)

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے کہ "گفتگو تین قسم کی ہوا کرتی ہے۔ مفید۔ سالم۔ شاحب یعنی بیہودہ۔ مفید گفتگو ذکر خدا۔ سالم گفتگو وہ ہے کہ جسے خدا دوست رکھے۔ شاحب گفتگو وہ ہے جو لوگوں کے متعلق بیہودہ بات کی جائے۔ (420)

249

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے کہ "اپنی زبان کو قابو اور اس کی حفاظت کر یہ نفس کے لئے بہترین ہدیہ ہے۔ انسان صحیح اور حقیقی ایمان تک نہیں پہنچتا مگر یہ کہ وہ اپنی زبان کی نگاہ داری اور حفاظت کرے۔ (421)

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "تین چیزیں فہم اور فقہ کی علامت ہیں تحمل اور بردباری۔ علم اور سکوت۔ ساکت رہنا دانائی کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ ساکت رہنا محبت کا سبب ہوتا ہے اور ہر نیکی کی دلیل ہے۔ (422)

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے "جب عقل کامل ہوتی ہے تو گفتگو ہو جاتی ہے۔ (423)

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے "کوئی بھی عبادت ساکت رہنے اور خانہ کعبہ کی طرف پیدل جانے سے افضل نہیں ہے۔ (424)

رسول خدا نے جناب ابوذر سے فرمایا کہ "میں تجھے زیادہ ساکت رہنے کی سفارش کرتا ہوں اس واسطے کہ اس وسیلے سے شیطن تم سے دور ہو جائے گا۔ دین کی حفاظت کے لئے ساکت رہنا بہتر مددگار ہے۔ (425)

خلاصہ انسان سالک اور عارف پر ضروری ہے کہ وہ اپنی زبان پر پوری طرح کنٹرول کرے اور سنجیدہ اور سوچ سمجھ کر بات کرے اور زیادہ اور بیہودہ باتیں کرنے سے پرہیز کرے دنیاوی امور میں ضرورت کے مطابق باتیں کرے جو اسے زندگی کرنے کے لئے ضروری ہیں اور اس کے عوض اللہ تعالیٰ کا ذکر اور ورد اور علمی مطالب اور فائدہ مند اور اجتماع کے لئے مفید گفتگو کرنے میں مشغول رہے۔ ہمارے بزرگوار عارف ربانی استاد علامہ طباطبائی فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ساکت رہنے کے گراں قدر آثار مشاہدہ کئے ہیں۔ چالیس شب و روز ساکت رہنے کو اختیار کیجئے اور سوائے ضروری کاموں کے باتیں نہ کریں اور فکر اور ذکر خدا میں مشغول رہیں تا کہ تمہارے لئے نورانیت اور صفاء قلب حاصل

چھٹی رکاوٹ

اپنی ذات اور اپنے آپ سے محبت ہے اگر عارف انسان نے تمام رکاوٹیں دور کر لی ہوں تو پھر اس کے سامنے ایک بڑی رکاوٹ سامنے آتی ہے اور وہ ہے اس کا جب ذات یعنی اپنی ذات سے محبت کرنا۔ وہ متوجہ ہوگا کہ اس کے تمام کام اور حرکات یہاں تک کہ اس کی عبادت و غیرہ کرنا سب کے سب اپنی ذات کی محبت کیوجہ سے انجام پارہے ہیں۔ عبادت ریاضت ذکر اور دعا نماز اور روزے اس لئے انجام دے رہا ہے تا کہ اپنے نفس کو کامل کرے اور اسے ان کی اجزاء آخرت میں دی جائے گرچہ اس طرح کی عبادت کرنا بھی انسان کو بہشت اور آخرت کے ثواب تک پہنچا دیتی ہے لیکن وہ ذکر اور شہود کے بلند و بالا مقام اور رتبہ تک نہیں پہنچاتی جب تک اس کا نفس حب ذات کو ترک نہ کرے اور وہ اللہ تعالیٰ کے بے مثال جمال کا مشاہدہ نہیں کر سکے گا جب تک تمام حجاب اور موانع یہاں تک کہ حب ذات کا حجاب اور مانع بھی ترک نہ کرے اس صورت میں وہ انوار الہی کا مرکز بننے کی قابلیت اور استعداد پیدا نہیں کر سکے گا۔ لہذا عارف اور سالک انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ ریاضت اور مجاہدہ کر کے اپنے آپ کو حب ذات کی حدود سے باہر نکالے اپنی ذات کی محبت کو خدا کی محبت میں تبدیل کر دے اور تمام کاموں کو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے بجا لائے اگر غذا کھاتا ہے تو اس غرض سے کھائے کہ اس کے محبوب نے زندہ رہنے کے لئے اسے ضروری قرار دیا ہے اور اگر عبادت کرتا ہے تو اسے اس نیت سے بجالائے کہ ذات الہی ہی عبادت اور پرستش کی سزاوار اور مستحق ہے۔ اس طرح کا انسان نہ دینا کا طلب کرنے والا ہوتا ہے اور نہ آخرت کا بلکہ وہ صرف خدا کا طلب کرنے والا ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ کشف اور کرامت کا طلبکار بھی نہیں ہوتا اور سوائے حقیقی معبود کے اس کا کوئی اور مطلوب اور منظور نظر نہیں ہوتا۔ اگر کوئی اس مرحلے کو طے کر لے یہاں تک کہ اپنی شخصیت اور ذات کو اپنے آپ سے جدا کر دے تو وہ مقام توحید میں

قدم رکھ لے گا اور شہود اور لقاء اللہ کے بلند اور بالا مقام تک ترقی کر جائیگا اور بارگاہ مقعد صدق عند ملیک مقتدر میں نازل ہو جائیگا۔

ساتویں رکاوٹ

کمال اور عرفان کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ اور شاید یہ سابقہ تمام رکاوٹوں سے بھی زیادہ ہو وہ ہے ارادہ کا ضعیف ہونا۔ اور حتمی فیصلے کرنے کی قدرت نہ رکھنا۔ یہ رکاوٹ اور مانع انسان کو عمل شروع کرنے سے روک دیتی ہے۔ شیطن اور نفس کرتا ہے کہ انسان کو ظاہری ذمہ داری اور وظائف شرعی کی بجالانے کو کافی قرار دے گرچہ اس میں حضور قلب اور توجہ نہ بھی ہو۔ شیطن انسان کو کہتا ہے کہ تو صرف انہیں عبادت کے بجالانے کے سوا اور کوئی شرعی وظیفہ نہیں رکھتا تجھے حضور قلب اور توجہ اور ذکر سے کیا کام ہے؟ اور اگر کبھی انسان اس کی فکر کرنے بھی لگے تو اسے سینکڑوں حیلے اور بہانوں سے روک دیتا ہے اور کبھی اس مطلب کو اس کرے لئے اتنا سخت نمایاں کرتا ہے کہ انسان اس سے مایوس اور ناامید ہو جاتا ہے لیکن اس انسان کے لئے جو کمال حاصل کرنے کا ارادہ کرتا ہے ضروری ہے کہ وہ شیطن اور نفس امارہ کے ایسے وسوسوں کے سامنے رکاوٹ بنے اور احادیث اور آیات اور اخلاق کی کتابوں کے مطالعے کرنے سے معلوم کرے کہ سیر اور سلوک کے لئے حضور قلب اور ذکر و شہود کی کتنی ضرورت اور اہمیت ہے اور جب اس نے اس کی اہمیت کو معلوم کر لیا اور اپنی ابدی سعادت کو اس میں دیکھ لیا تو پھر حتمی طور سے اس پر عمل کرے گا اور مایوسی اور ناامیدی کو اپنے سے دور کر دے گا اور اپنے آپ سے کہے گا کہ یہ کام گرچہ مشکل ہے اور چونکہ اخروی سعادت اس سے وابستہ ہے لہذا ضرور مجھے اس پر عمل کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو ہمارے راستے

میں کوشش اور جہاد کرتے ہیں ہم اس کو اپنے راستوں کی راہنمائی کر دیتے ہیں۔
 " و الذین جاهدوا فینا لنہدینہم سبلنا۔ (426)
 ہماری یہ ساری بحث اور کلام تکامل اور تقرب الہی کے پہلے وسیلے اور ذریعے میں تھی یعنی اللہ تعالیٰ کے ذکر میں تھی
 _ بحث کی طوالت پر ہم معذرت خواہ ہیں۔

خودسازي
 یعنی
 تزکیہ و تہذیب نفس

253

دوسرا وسیلہ

فضائل اور مکارم اخلاق کی تربیت

نفس کے کمال تک پہنچنے

اور قرب الہی کے حاصل کرنے کے لئے ایک وسیلہ ان اخلاقی کی جو انسان کی فطرت اور سرشت میں رکھ دیئے گئے ہیں پرورش اور تربیت کرنا ہے۔ اچھے اخلاق ایسے گران بہا امور ہیں کہ جن کا ربط اور سنخیت انسان کے ملکوتی روح سے ہے ان کی تربیت اور پرورش سے انسان کی روح کامل سے کاملتر ہو جاتی ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے بلند و بالا مقام قرب تک پہنچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مقدس ذات تمام کمالات کا منبع اور سرچشمہ ہے۔ انسان چونکہ عالم بالا سے تعلق رکھتا ہے وہ اپنی پاک فطرت سے کمالات انسانی کو کہ جن کی عالم بالا سے مناسبت ہے انہیں خوب پہچانتا ہے اور فطرتا ان کی طرف مائل ہے اسی لئے تمام انسان تمام زمانوں میں نیک اخلاق کو جانتے اور درک کرتے ہیں جیسے عدالت۔ ایثار۔ سچائی۔ امانتداری۔ احسان۔ نیکی۔ شجاعت۔ صبر اور استقامت علم خیر خواہی مظلوموں کی مدد شکر یہ احسان شناسی سخاوت اور بخشش۔ وفا

254

عہد۔ توکل۔ تواضع اور فروتنی۔ عفو اور درگزر۔ نرمی مزاجی۔ خدمت خلق و غیرہ ان تمام کو ہر انسان خوب پہچانتے اور جانتے ہیں خداوند عالم قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ کہ قسم نفس کی اور اس کی کہ اسے نیک اور معتدل بنایا ہے اور تقویٰ اور منحرف ہوجانے کا راستہ اسے بتلایا ہے کامیاب وہ ہوا جس نے اپنے نفس کو پاک بنایا اور نقصان میں ہوگا وہ کہ جس نے اپنے نفس کو آلودہ اور ناپاک بنایا۔ (437)

جب اخلاقی کام بار بار انجام دیئے جائیں تو وہ نفس میں راسخ اور ایک قسم کا ملکہ پیدا کر لیتے ہیں وہی انسان کو انسان بنانے اور اپنا نے اور ہوجانے میں موثر اور اثر انداز ہوتے ہیں اسی واسطے اسلام اخلاق کے بارے میں ایک خاص طرح کی اہمیت قرار دیتا ہے۔ اسلام کا ایک بہت بڑا حصہ اخلاقیات پر مشتمل ہے۔ سینکڑوں آیات اور روایات اخلاق کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ قرآن مجید کی زیادہ آیتیں اخلاق کے بارے میں اور اخلاقی احکام پر مشتمل ہیں یہاں تک کہ اکثر قرآن کے قصوں سے غرض اور غایت بھی اخلاقی احکام امور ہیں اور کہا جا سکتا ہے کہ قرآن مجید ایک اخلاقی کتاب ہے۔ قاعدتاً پیغمبروں کے بھیجنے کی ایک بہت بڑی غرض اور غایت بھی نفس کو پاک اور صاف بنانا اور اخلاق کی اور پرورش کرنا ہے۔ ہمارے پیغمبر علیہ السلام نے بھی اپنی بعثت اور بھیجے جانے کی غرض اخلاق کی تکمیل کرنا اور نیک اخلاق کی تربیت کرنا بتلائی ہے اور فرمایا ہے کہ " میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں تاکہ نیک اخلاق کو پورا اور تمام

کروں (428)

پیغمبر اسلام لوگوں سے فرماتے تھے کہ " میں نیک اخلاق کی تمہیں نصیحت اور وصیت کرتا ہوں کیونکہ خداوند عالم نے مجھے اسی غرض کے لئے بھیجا ہے۔ (429)
نیز پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن اعمال کے ترازو میں اخلاق حسنہ سے کوئی چیز افضل ہو نہیں رکھی جائیگی۔ (430)

255

تیسرا وسیلہ

عمل صالح

قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کے بعد انسان کے تکامل کا وسیلہ اعمال صالح ہیں کہ جن کی وجہ سے انسان قرب خدا اور درجات عالیہ کو حاصل کر سکتا ہے اور اپنی اخروی زندگی کو پاک و پاکیزہ بنا سکتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ " جو شخص نیک اعمال بجا لائے خواہ مرد ہو یا عورت جب کہ ایمان رکھتا ہو ہم اس کو ایک پاکیزہ میں اٹھائیں گے اور اسے اس عمل سے کہ جسے وہ بجا لایا ہے بہتر جزاء اور ثواب دیں گے۔ (431)
اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے لئے دنیا کی زندگی کے علاوہ ایک اور پاک و پاکیزہ زندگی ہے اور وہ نئی زندگی اس کے ایمان اور عمل صالح کے نتیجے میں وجود میں آتی ہے۔ قرآن فرماتا ہے کہ " جو لوگ ایمان اور عمل صالح کے ساتھ خداوند عالم کی طرف لوٹیں یہی وہ لوگ ہیں جو مقامات اور درجات عالیہ پر فائز ہوتے ہیں۔ (432)
خداوند عالم فرماتا ہے کہ " جو انسان اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی امید رکھتا ہے اسے نیک عمل بجالانا چاہئے اور عبادت میں خدا کا کوئی شریک قرار نہ دینا چاہئے۔ (433)
نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص عزت کا طلبکار ہے تو تمام عزت اللہ تعالیٰ کے

256

پاس ہے کلمہ طیبہ اور نیک عمل اللہ تعالیٰ کی طرف جاتا ہے۔ (434)
اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ تمام عزت اور قدرت اللہ کے لئے مخصوص ہے اسی کے پاس ہے اور کلمہ طیبہ یعنی موحد انسان کی پاک روح اور توحید کا پاک عقیدہ ذات الہی کی طرف جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نیک عمل کو اپنے پاس لے جاتا ہے۔ نیک عمل جب خلوص نیت سے ہو تو انسان کی روح پر اثر انداز ہوتا ہے اور اسے ترقی اور کمال دیتا ہے۔ قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ آخرت کی پاک و پاکیزہ زندگی اور اللہ تعالیٰ سے قرب اور لقاء کا مرتبہ ایمان اور عمل صالح کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔ قرآن مجید نے نیک اعمال کے بجا لانے پر بہت زیادہ زور دیا ہے خدا سعادت اور نجات کا وسیلہ صرف عمل صالح کو جانتا ہے نیک عمل کا معیار اور میزان اس کا شریعت اور وحی الہی کے مطابق ہونا ہوا کرتا ہے۔
خداوند عالم جو انسان کی خصوصی غرض سے واقف ہے اس کی سعادت اور تکامل کے طریقوں کو بھی جانتا ہے اور ان طریقوں کو وحی کے ذریعے پیغمبر اسلام کے سپرد کر دیا ہے تاکہ آپ انہیں لوگوں تک پہنچا دیں اور لوگ ان سے استفادہ حاصل کریں۔

خدا قرآن میں فرماتا ہے کہ " جو لوگ ایمان لے آئے ہیں جب خدا اور اس کا رسول تمہیں کسی چیز کی طرف بلائیں جو تمہیں زندگی عطا کرتی ہیں تو اسے قبول کرو۔ (435)

نیک اعمال شریعت اسلام میں واجب اور مستحب ہوا کرتے ہیں۔ عارف اور سالک انسان ان کے بجالانے سے اللہ تعالیٰ کی طرف سیر و سلوک کرتے ہوئے قرب الہی کے مقام تک پہنچ سکتا ہے اور یہی تنہا قرب الہی تک پہنچنے کا راستہ ہے اور دوسرے جتنے راستے ہیں وہ عارف کو اس مقصد تک نہیں پہنچا سکتے بلکہ وہ ٹیڑھے راستے ہیں۔ عارف انسان کو مکمل طور سے شریعت کا مطیع اور فرمانبردار ہونا چاہئے اور سیر و سلوک کے لیے شریعت کے راستے کے علاوہ اور کوئی راستہ اختیار نہیں کرنا چاہئے اور ان انکار اور اوراد اور حرکت سے کہ جس کا شریعت اسلام میں کوئی مدرک اور

ذکر موجود نہ ہو اس سے اجتناب اور پرہیز کرنا چاہئے نہ صرف وہ مقصد تک نہیں پہنچاتے بلکہ وہ اس کو مقصد سے دور بھی کر دیتے ہیں کیونکہ شریعت سے تجاوز کرنا بدعت ہوا کرتا ہے۔ عارف اور سالک انسان کو پہلے کوشش کرنی چاہئے کہ وہ واجبات اور فرائض دینی کو صحیح اور شریعت کے مطابق بجالائے کیونکہ فرائض اور واجبات کے ترک کر دینے سے مقامات عالیہ تک نہیں پہنچ سکتا گرچہ وہ مستحبات کے بجالائے اور ورد اور ذکر کرنے میں کوشاں بھی رہے۔ دوسرے مرحلے میں مستحبات اور ذکر اور ورد کی نوبت آتی ہے۔ عارف انسان اس مرحلے میں اپنے مزاجی استعداد اور طاقت سے مستحبات کے کاموں کا بجا لائے اور جتنی اس میں زیادہ کوشش کرے گا اتنا ہی عالی مقامات اور رتبے تک جا پہنچے گا۔ مستحبات بھی فضیلت کے لحاظ سے ایک درجے میں نہیں ہوتے بلکہ ان میں بعض دوسرے بعض سے افضل ہوتے ہیں جس کے نتیجے میں بہتر اور جلدی مقام قرب تک پہنچاتے ہیں جیسے احادیث کی کتابوں میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ عارف انسان نمازیں دعائیں ذکر اور اوراد کتابوں سے انتخاب کرے اور اس کو ہمیشہ بجا لاتا رہے جتنا زیادہ اور بہتر بجا لائیگا اتنا صفا اور نورانیت بہتر پیدا کرے گا اور مقامات عالیہ کی طرف صعود اور ترقی کرے گا ہم یہاں کچھ اعمال صالح کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور باقی کو کتابوں کی طرف مراجعہ کرنے کا کہتے ہیں لیکن اس کا ذکر کر دینا ضروری ہے کہ فرائض اور نوافل ذکر اور ورد اس صورت میں عمل صالح اور موجب قرب ہونگے جب انہیں بطور اخلاص بجا لایا جائے۔ عمل کا صالح اور نیک اور موجب قرب ہونا اخلاص اور خلوص کی مقدار کے لحاظ سے ہوگا لہذا پہلے ہم اخلاص اور خلوص میں بحث کرتے ہیں پھر کچھ تعداد اعمال صالح کی طرف اشارہ کریں گے۔

اخلاص

اخلاص کا مقام اور مرتبہ تکامل اور سیر و سلوک کے اعلیٰ ترین مرتبے میں سے ایک ہے اور خلوص کی کی وجہ سے انسان کی روح اور دل انوار الہی کا مرکز بن جاتا ہے

اور اس کی زبان سے علم اور حکمت جاری ہوتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے کہ " جو شخص خدا کے لئے چالیس دن خالص اور فارغ ہوجائے تو اس کے دل سے حکمت اور دانائی کے چشمے ابلتے اور جاری ہوجاتے ہیں۔ (436)

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے " کہاں ہیں وہ لوگ جو اپنے اعمال کو خدا کے لئے خالص بجالاتے ہیں اور اپنے دلوں کو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی وجہ کا مرکز پاک رکھتے ہیں۔ (437)

حضرت زہراء علیہا السلام نے فرمایا ہے کہ " جو شخص خالص عبادت اللہ تعالیٰ کی طرف بھیجے اللہ تعالیٰ بھی بہترین مصلحت اس پر نازل فرماتا ہے۔ (438)

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے " بندوں کا پاک دل اللہ تعالیٰ کی نگاہ کا مرکز ہوتا ہے جس شخص نے دل کو پاک کیا وہ اللہ تعالیٰ کا مورد نظر قرار پائیگا۔ (439)

پیغمبر علیہ السلام نے جبرائیل علیہ السلام سے نقل کیا ہے اور اس نے اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے کہ " خلوص اور اخلاص میرے رازوں میں سے ایک راز ہے کہ جس شخص کو میں دوست رکھتا ہوں اس کے دل میں یہ قرار دے دیتا ہوں۔ (440)

خلوص کے کئی مراتب اور درجات ہیں۔ کم از کم اس کا درجہ یہ ہے کہ انسان اپنی عبادت کو شریک اور ریا اور خودنمائی سے پاک اور خالص کرے اور عبادت کو صرف خدا کے لئے انجام دے خلوص کی اتنی مقدار تو عبادت کے صحیح ہونے کی شرط ہے اس کے بغیر تو تقرب ہی حاصل نہیں ہوتا عمل کی قیمت اور ارزش اس کے شریک اور ریا سے پاک اور خالص ہونے پر موقوف ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے کہ " خداوند عالم تمہاری شکل اور عمل کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے۔ (441)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں بہترین شریک ہوں جو شخص کسی دوسرے کو عمل میں شریک قرار دے (تو تمام عمل کو اسی

کے سپرد کر دیتا ہوں) میں سوائے خالص عمل کے قبول نہیں کرتا۔ (442) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "خداوند عالم لوگوں کو قیامت میں ان کی نیت کے مطابق محشور کرے گا۔ (443)

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے "خوش نصیب ہے وہ شخص جو عبادت اور دعا کو صرف خدا کے لئے انجام دیتا ہے اور اپنی آنکھوں کو ان میں مشغول نہ کرے جو آنکھوں سے دیکھتا ہے اور اس کی وجہ سے جو اس سے کان پر پڑتا ہے اللہ تعالیٰ کے ذکر کو فراموش نہ کرے اور جو چیزیں دوسروں کو دی گئی ہیں ان پر غمگین نہ ہو۔ (444)

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ "عمل میں خلوص سعادت کی علامتوں میں سے ایک علامت ہے۔ (445) اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ عبادت قبول ہوتی ہے اور موجب قرب اور کمال ہوتی ہے جو ہر قسم کے رباہ اور خودپسندی اور خودنمائی سے پاک اور خالص ہو اور صرف اور صرف خدا کے لئے انجام دی جائے عمل کی قبولیت اور ارزش کا معیار خلوص اور اخلاص ہے جتنا خلوص زیادہ ہوگا اتنا ہی عمل کامل تر اور قیمتی ہوگا۔ عبادت کرنے والے کئی طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے عذاب اور جہنم کی آگ کے خوف اور ڈر سے عبادت بجا لاتے ہیں۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جو بہشت کی نعمتوں اور آخرت کے ثواب کے لئے اوامر اور نواہی کی اطاعت کرتے ہیں ان کا اس طرح کا عمل اس کے صحیح واقع ہونے کے لئے تو مضر نہیں ہوتا ان کا ایسا عمل صحیح اور درست ہے اور موجب قرب اور ثواب بھی ہے کیونکہ قرآن مجید اور احادیث میں لوگوں کو راہ حق کی ہدایت اور ارشاد اور تبلیغ کے لئے غالباً انہیں دو طریقوں سے استفادہ کیا گیا ہے بالخصوص پیغمبر علیہ السلام اور ائمہ اطہار اور اولیاء اللہ خداوند عالم کے عذاب سے ڈرتے تھے اور جزع اور فزع کیا کرتے تھے اور بہشت اور اس کی نعمتوں کے لئے شوق اور امید کا اظہار کیا کرتے تھے۔

260

تیسرے وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکرانہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی پرستش اور عبادت کیا کرتے ہیں اس طرح کا عمل بجا لانا اسکے منافی نہیں جو عمل کے قبول ہونے میں خلوص شرط ہے اسی واسطے احادیث میں لوگوں کو عمل بجالانے کی ترغیب اور شوق دلانے میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے تاکہ ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کریں بلکہ خود پیغمبر علیہ السلام اور ائمہ اطہار نے عبادت میں انہماک اور کوشش کرنے کا سبب یہ بتلایا ہے کہ کیا ہم اللہ کے شکر گزار بندے قرار نہ پائیں (افلا اکون عبدا شکورا) اگرچہ ان تینوں کے اعمال قابل قبول واقع ہوتے ہیں لیکن تیسرے قسم کے لوگ ایک خاص امتیاز اور قیمت رکھتے ہیں کیونکہ ان میں خلوص زیادہ ہوتا ہے۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں وہ تین قسم کے ہوتے ہیں ایک قسم وہ ہے جو آخرت کے ثواب حاصل کرنے کے لئے خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ ان لوگوں کا کردار تاجروں والا ہے دوسری قسم وہ ہے جو جہنم کے خوف سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں یہ اطاعت اور عبادت غلاموں اور نوکر والی ہے۔ تیسری قسم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکرانے کے ادا کرنے کے لئے عبادت کرتے ہیں یہ عبادت آزاد مردوں والی عبادت ہے۔ (446)

چوتھی قسم ان لوگوں کی ہے جو نفس کی تکمیل اور روح کی تربیت کے لئے عبادت کرتے ہیں اس طرح کا مقصد بھی اس خلوص کو جو عبادت کے صحیح ہونے میں شرط ضرر نہیں پہنچاتا۔

پانچویں قسم اللہ کے ان ممتاز اور مخصوص بندوں کی ہے کہ جنہوں نے خدا کو اچھی طرح پہنچان لیا ہے اور جانتے ہیں کہ تمام کمالات اور نیکیوں کا منبع اور سرچشمہ خدا ہے اس کی عبادت کرتا ہے اور چونکہ وہ اللہ کی ہے انتہا قدرت اور عظمت کی طرف متوجہ ہیں اور اس ذات کے سوا کسی اور کو موثر نہیں دیکھتے صرف اسی ذات کو پرستش اور عبادت کے لائق سمجھتے ہیں اسی لئے خدا کو دوست رکھتے ہیں اور اس کی قدرت اور

261

عظمت کے سامنے خضوع اور خشوع کرتے ہیں اور یہ اخلاص اور خلوص کا اعلیٰ ترین درجہ اور مرتبہ ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ عبادت کرنے والے تین گروہ ہیں۔ ایک گروہ ثواب کی امید میں عبادت کرتا ہے یہ عبادت حریص لوگوں کی ہے کہ جن کی غرض طمع ہوتا ہے دوسرا گروہ وہ ہے جو دوزخ کے ڈر سے عبادت کرتا ہے۔ یہ عبادت غلاموں کی عبادت ہے کہ خوف اس کا سبب بنتا ہے لیکن میں چونکہ خدا کو دوست رکھتا ہوں اسی لئے اس کی پرستش اور عبادت کرتا ہوں یہ عبادت بزرگوں اور اشراف لوگوں کی ہے اس کا سبب اطمینان اور امن ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (و ہم فزع یومئذ امنون کہ وہ قیامت کے دن امن میں ہیں۔ نیز اللہ فرماتا ہے "قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی

حبیبکم اللہ و یغفر لکم ذنوبکم (447) امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے " اے میرے مالک_ میں تیری عبادت نہ دوزخ کے خوف سے اور نہ بہشت کے طمع میں کرتا ہے بلکہ میں تیری عبادت اس لئے کرتا ہوں کہ تجھے عبادت اور پرستش کے لائق جانتا ہوں_ (448)

یہ تمام گروہ مخلص ہیں اور ان کی عبادت قبول واقع ہوگی لیکن خلوص اور اخلاص کے لحاظ سے ایک مرتبے میں نہیں ہیں بلکہ ان میں کامل اور کاملتر موجود ہیں پانچویں قسم اعلیٰ ترین درجہ پر فائز ہے لیکن یہ واضح رہے کہ جو عبادت کے اعلیٰ مرتبہ پر ہیں وہ نچلے درجہ کو بھی رکھتے ہیں اور اس کے فاقد نہیں ہوتے بلکہ نچلے درجے کے ساتھ اعلیٰ درجے کو بھی رکھتے ہیں_ اللہ تعالیٰ کے مخلص اور صدیقین بندے بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور ان کے لطف اور کرم کی امید رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے سامنے شکر ادا کرتے ہیں اور معنوی تقرب اور قرب کے طالب ہوتے ہیں لیکن ان کی عبادت کا سبب فقط یہی نہیں ہوتا اور چونکہ وہ خدا کی سب سے اعلیٰ ترین معرفت رکھتے ہیں اسی لئے اس کی عبادت اور پرستش کرتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے ممتاز اور منتخب بندے ہیں مقامات عالیہ کے علاوہ نچلے سارے درجات رکھتے ہیں کیونکہ جو انسان تکامل

262

کے لئے سیر و سلوک کرتا ہے جب وہ اعلیٰ درجے تک پہنچتا ہے تو نچلے درجات کو بھی طے کر کے جاتا ہے۔ اب تک جو ذکر ہو گیا ہے وہ عبادت میں خلوص اور اخلاص تھا لیکن خلوص صرف عبادت میں منحصر نہیں ہوتا بلکہ عارف انسان تدریجاً ایک ایسے مقام تک جا پہنچتا ہے کہ وہ خود اور اس کا دل اللہ تعالیٰ کے لئے خالص ہو جاتا ہے اور تمام غیروں کو اپنے دل سے اس طرح نکال دیتا ہے کہ اس کے اعمال اور حرکات اور افکار خداوند عالم کے ساتھ اختصاص پیدا کر لیتے ہیں اور سوائے اللہ تعالیٰ کی رضایت کے کوئی کام بھی انجام نہیں دیتا اور خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا اور خدا کے سوا کسی پر اعتماد نہیں کرتا_ اس کی کسی سے دوستی اور دشمنی صرف خدا کے لئے ہوا کرتی ہے اور یہ اخلاص کا اعلیٰ ترین درجہ ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں خوش نصیب ہے وہ شخص کہ جس کا عمل اور علم محبت اور بغض کرنا اور نہ کرنا بولنا اور ساکت رہنا تمام کا تمام خدا کے لئے خالص ہو_ (449)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " جس شخص کی محبت اور دشمنی خرچ کرنا اور نہ کرنا صرف خدا کے لئے ہو یہ ان انسانوں میں سے ہے کہ جس کا ایمان کامل ہوتا ہے_ (450) امام جعفر صادق علیہ السلام نے "فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس بندے کے دل میں سوائے خدا کے اور کوئی چیز نہ رکھی ہو تو اس کو اس سے اور کوئی شریف ترین چیز عطا نہیں کی_ (451)

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " کہاں ہے وہ دل جو اللہ تعالیٰ کو بخش دیا گیا ہو اور اس کی اطاعت کا پیمانہ اور عہد بناندا گیا ہو_ (452)

جب کوئی عارف انسان اس مرتبے تک پہنچ جائے تو خدا بھی اس کو اپنے لئے خالص قرار دے دیتا ہے اور اپنی تائید اور فیض اور کرم سے اس کو گناہوں سے محفوظ

263

کر دیتا ہے اس طرح کا انسان مخلص پہچانا جاتا ہے اور مخلص انسان اللہ تعالیٰ کے ممتاز بندوں میں سے ہوتے ہیں_ خداوند عالم قرآن میں فرماتا ہے کہ " ہم نے ان کو آخرت کی یاد کے لئے خالص قرار دے دیا ہے_ (453) قرآن کریم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے کہ " یقیناً وہ خالص ہو گیا ہے اور رسول اور پیغمبر ہے_ (454)

اللہ تعالیٰ کے خالص بندے ایک ایسے مقام تک پہنچتے ہیں کہ شیطان ان کو گمراہ کرنے سے ناامید ہو جاتا ہے قرآن کریم شیطان کی زبان نقل کرتا ہے کہ اس نے خداوند عالم سے کہا کہ " مجھے تیری عزت کی قسم کہ میں تیرے تمام بندوں کو سوائے مخلصین کے گمراہ کروں گا اور مخلصین کے گمراہ کرنے میں میرا کوئی حصہ نہیں ہے_ (455) بلکہ اخلاص کے لئے روح اور دل کو پاک کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور عبادت کرنے میں کوشش اور جہاد کرنا ہوتا ہے_ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " عبادت کا نتیجہ اور ثمر اخلاص ہوتا ہے_ (456)

جیسے کہ احادیث میں وارد ہوا ہے کہ چالیس دن تک عبادت اور ذکر کو برابر بجا لانا دل کے صفا اور باطنی نورانیت اور

مقام اخلاص تک پہنچنے کے لئے سبب اور موثر اور مفید ہوتا ہے نہ صرف ایک دفعہ بلکہ تدریجا اور اخلاص کے باطنی مراحل طے کرتے رہنے سے ایسا ہو سکتا ہے۔

خودسازي
یعنی
تزکیہ و تہذیب نفس

264

کچھ نیک اعمال

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ انسان کو تکامل تک پہنچانے اور قرب اور ارتقاء کے مقام تک لے جانے کا راستہ صرف اور صرف وحی الہی اور شریعت کی پیروی کرنے میں منحصر ہے اور یہی وہ راستہ ہے کہ جسے انبیاء علیہم السلام نے بیان کیا ہے اور خود اس پر عمل کیا ہے اور اسے واجبات اور مستحبات سے بیات کیا ہے یہی عمل صالح ہے۔ عمل صالح یعنی واجبات اور مستحبات جو اسلام میں بیان کئے گئے ہیں اور انہیں قرآن اور احادیث اور دعاؤں کی کتابوں میں لکھا گیا ہے آپ انہیں معلوم کر سکتے ہیں اور ان پر عمل کر کے استفادہ حاصل کر سکتے ہیں لیکن ہم یہاں پر ان میں سے کچھ کا ذکر کرتے ہیں۔

اول: واجب نمازیں

قرب الہی اور سیر و سلوک معنوی کے لئے نماز ایک بہترین سبب اور عامل ہے۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " ہر پرہیزگار انسان کے لئے نماز قرب الہی کا وسیلہ ہے (457) معاویہ بن وہب نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ بہترین وسیلہ جو بندوں کو خدا کے نزدیک کرتا ہے اور خدا سے دوست رکھتا ہے کیا ہے؟ آپ نے فرمایا

265

اللہ کی معرفت کے بعد میں نماز سے بہتر کوئی اور کسی چیز کو وسیلہ نہیں پاتا کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " خدا نے مجھے جب تک زندہ ہوں نماز اور زکوٰۃ کی سفارش ہے (458) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز محبوب ترین عمل ہے۔ انبیاء کی آخری وصیت نماز ہے۔ کتنا ہی اچھا ہے کہ انسان غسل کرے اور اچھی طرح وضوء کرے اس وقت ایک ایسے گوشہ میں بیٹھ جائے کہ اسے کوئی نہ دیکھے اور رکوع اور سجود میں مشغول ہو جائے جب انسان سجدے میں جائے اور سجدے کو طول دے تو شیطن داد اور فریاد کرتا ہے کہ اس بندے نے خدا کی اطاعت کی اور سجدہ کیا اور میں نے سجدے کرنے سے انکار کر دیا تھا (459)

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " ایک بندہ کی خدا کے نزدیک ترین حالت اس وقت ہوتی ہے جب وہ سجدے میں ہوتا اس واسطے کہ خداوند عالم فرماتا ہے کہ واسجد و اقترب (460)

حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "جب انسان نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو آسمان سے اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے اور اس کے ارد گرد ملائکہ گھیرا کر لیتے ہیں ایک فرشتہ کہتا ہے کہ اگر یہ نماز کی ارزش اور قیمت کو جانتا تو کبھی نماز سے روگردانی نہ کرتا (461)

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے " جب مومن بندہ نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو خداوند عالم نماز سے فارغ ہونے تک اس کی طرف نگاہ کرتا ہے اور آسمان سے اللہ تعالیٰ کی رحمت اسے گھیر لیتی ہے اور فرشتے اس کے اردگرد گھیرا ڈال دیتے ہیں خداوند اس پر ایک فرشتے کو معین کر دیتا ہے جو اسے کہتا ہے کہ اے نماز پڑھنے والے اگر تو جان لیتا کہ تو کس کی توجہ کا مرکز ہے اور کس سے مناجات کر رہا ہے تو پھر تو کسی دوسری چیز کی طرف ہرگز

نماز میں حضور قلب

نماز ایک ملکوتی اور معنوی مرکب ہے کہ جس کی ہر جزو میں ایک مصلحت اور راز مخفی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے راز و نیاز انس محبت کا وسیلہ اور ارتباط ہے۔ قرب الہی اور تکامل کا بہترین وسیلہ ہے۔ مومن کے لئے معراج ہے برائیوں اور منکرات سے روکنی والی ہے۔ معنویت اور روحانیت کا صاف اور شفاف چشمہ ہے جو بھی دن رات میں پانچ دفعہ اس میں جائے نفسانی آلودگی اور گندگی سے پاک ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ کی بڑی امانت اور اعمال کے قبول ہونے کا معیار اور ترازو ہے۔

نماز آسمانی راز و اسرار سے پر ایک طرح کا مرکب ہے لیکن اس کی شرط یہ ہے کہ اس میں روح اور زندگی ہو۔ نماز کی روح حضور قلب اور معبود کی طرف توجہ اور اس کے سامنے خضوع اور خشوع ہے۔ رکوع اور سجود قرات اور ذکر تشہد اور سلام نماز کی شکل اور صورت کو تشکیل دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور حضور قلب نماز کے لئے روح کی مانند ہے۔ جیسے جسم روح کے بغیر مردہ اور بے خاصیت ہے نماز بھی بغیر حضور قلب اور توجہ کے گرچہ تکلیف شرعی تو ساقط ہو جاتی ہے لیکن نماز پڑھنے والے کو اعلیٰ مراتب تک نہیں پہنچاتی نماز کی سب سے زیادہ غرض اور غایت اللہ تعالیٰ کی یاد اور ذکر کرنا ہوتا ہے۔ خداوند عالم پیغمبر علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ " نماز کو میری یاد کے لئے برپا کر۔ (464)

قرآن مجید میں نماز جمعہ کو بطور ذکر کہا گیا ہے یعنی " اے وہ لوگو جو ایمان لے آئے ہو موجب نماز جمعہ کے لئے آواز دی جائی تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف جلدی کرو۔ (465)

نماز کے قبول ہونے کا معیار حضور قلب کی مقدار پر قرار پاتا ہے جتنا نماز میں حضور قلب ہوگا اتنا ہی نماز مورد قبول واقع ہوگی۔ اسی لئے احادیث میں حضور قلب کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے۔ جیسے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے " کبھی آدمی نماز قبول ہوتی ہے اور کبھی تیسرا حصہ اور کبھی چوتھائی اور کبھی پانچواں حصہ

اور کبھی دسواں حصہ۔ بعض نمازیں پرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر نماز پڑھنے والے کے سر پر مار دی جاتی ہے۔ تیری نماز اتنی مقدر قبول کی جائیگی جتنی مقدار تو خدا کی طرف توجہ کرے گا۔ (466) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " جب انسان نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو خدا اس کی طرف توجہ کرتا ہے اور اپنی توجہ کو اس سے نہیں ہٹاتا مگر جب تین دفعہ وہ خدا سے غافل ہو جائے اس وقت خداوند عالم بھی اس سے اعراض اور روگردانی کر لیتا ہے۔ (467)

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " سستی اور بیہودہ حالت میں نماز نہ پڑھو۔ نماز کی حالت میں اپنی فکر میں نہ رہو کیونکہ تم خدا کے سامنے کھڑے ہو۔ جان لو کہ نماز سے اتنی مقدار قبول ہوتی ہے جتنی مقدار تیرا دل اللہ کی طرف توجہ کرے گا۔ (468)

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے کہ " جو بندہ نماز کی حالت میں خدا کے علاوہ کسی کی طرف متوجہ ہو تو خدا اس سے کہتا ہے کہ اے میرے بندے کس کا ارادہ کیا ہے اور کس کو طلب کرتے ہو؟ کیا میرے علاوہ کسی کو خالق اور حفاظت کرنے والا ڈھونڈتے ہو؟ کیا میرے علاوہ کسی کو بخشنے والا طلب کرتے ہو؟ جب کہ میں کریم اور بخشنے والوں سے زیادہ کریم اور بخشنے والا ہوں اور سب سے زیادہ عطا کرنے والا ہوں میں تمہیں اتنا ثواب دونگا کہ جسے شمار نہیں کیا سکے گا میری طرف توجہ کر کیونکہ میں اور میرے فرشتے تیری طرف توجہ کر رہے ہیں اگر نمازی نے خدا کی طرف توجہ کی تو اس دفعہ اس کے گزرے ہوئے گناہ مٹ جاتے ہیں اور اس نے دوسری دفعہ خدا کے علاوہ کسی طرف توجہ کی تو خداوند عالم دوبارہ اسے سابقہ گفتگو کی طرح خطاب کرتا ہے اگر اس نے نماز کی طرف توجہ کر لی تو اس کا غفلت کرنے والا گناہ بخشنا جاتا ہے اور اس کے آثار زائل ہوجاتے ہیں اور اگر تیسری دفعہ نماز سے توجہ ہٹا لے خدا

پھر بھی پہلے کی طرح اسے خطاب کرتا ہے اگر اس دفعہ نماز کی توجہ کر لے تو اس دفعہ اس کا غفلت والا گناہ بخش دیا جاتا ہے اور اگر چوتھی دفعہ نماز سے توجہ ہٹا لے تو خدا اور اس کے ملائکہ اس سے توجہ ہٹا لیتے ہیں۔ خدا اس سے کہتا ہے کہ تجھے اسی کی طرف چھوڑے دیا ہے کہ جس کی طرف توجہ کر رہا ہے۔ (469)

نماز کی ارزش اور قیمت خدا کی طرف توجہ اور حضور قلب سے ہوتی ہے توجہ اور حضور قلب کی مقدار جتنا اسے باطنی صفا اور تقرب الی اللہ حاصل ہوتا ہے۔ بلا وجہ انبیاء علیہم السلام اور ائمہ اطہار اور اولیاء کرام نماز کو اتنی اہمیت نہیں دیتے تھے۔ امیر المومنین علیہ السلام کے حالات میں لکھا ہے کہ جب نماز کا وقت ہوتا تھا تو آپ کے بدن پر لزرہ طاری ہوجاتا تھا اور آپکے چہرے کا رنگ بدن جاتا تھا۔

آپ سے تبدیلی اور اضطراب کا سبب پوچھا گیا تو آپ نے جواب میں فرمایا "کہ اس وقت اس امانت کے ادا کرنے کا وقت آپنچا ہے جو آسمان اور زمین پر ڈالی گئی تھی لیکن وہ ڈرگئے تھے اور اس امانت کے اٹھانے سے انکار کر دیا تھا لیکن انسان نے اس بڑے امانت کے اٹھانے کو قبول کر لیا تھا میرا خوف اس لئے ہے کہ آیا میں اس امانت کو ادا کر لوں گا یا نہ؟ (470)

امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام کے احوال میں کہا گیا ہے کہ نماز کے وقت ان کے چہرے کا رنگ زرد اور سرخ ہو جاتا تھا اور نماز کی حالت میں اس طرح ہوتے تھے کہ گویا اس گفتگو کر رہے ہیں کہ جسے وہ دیکھ رہے ہیں۔ (471)

امام زین العابدین کے حالات میں لکھا ہے کہ جب آپ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو آپ کے چہرے کا رنگ تبدیل ہوجاتا تھا اور ایک حقیر بندے کی طرح خدا کے سامنے کھڑے ہوتے تھے آپ کے بدن کے اعضاء خدا کے خوف سے لرزتے تھے اور آپ کی نماز ہمیشہ و داعی اور آخری نماز کی طرح ہوا کرتی تھی کہ گویا آپ اس کے بعد کوئی نماز نہیں پڑھ سکیں گے۔ (472)

حضرت زہرا علیہا السلام کے بارے میں ہے کہ نماز کی حالت میں سخت خوف کی

وجہ سے آپ کی سانس رکنے لگ جاتی تھی۔ (473)

امام حسن علیہ السلام کے حالات میں لکھا ہے کہ نماز کی حالت میں آپ کا بدن مبارک لرزنے لگتا تھا اور جب بہشت یا دوزخ کی یاد کرتے تو اس طرح لوٹتے پوٹتے کہ جیسے سانپ نے ڈس لیا ہو اللہ تعالیٰ سے بہشت کی خواہش کرتے اور دوزخ سے پناہ مانگتے تھے۔ (474)

حضرت عائشہ رسول خدا (ص) کے بارے میں فرماتی ہیں کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم سے گفتگو کر رہی ہوتی جب نماز کا وقت آیات تو آپ اس طرح منقلب ہوتے کہ گویا آپ مجھے نہیں پہچانتے اور میں انہیں نہیں پہچانتی۔ (475)

امام زین العابدین علیہ السلام کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ نماز کی حالت میں تھے کہ آپ کے کندھے سے عبا گر گئی لیکن آپ متوجہ نہیں ہوئے جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ کے اصحاب میں سے ایک نے عرض کی اے فرزند رسول (ص) آپ کی عبا نماز کی حالت میں گر گئی اور آپ نے توجہ نہیں کی؟ آپ نے فرمایا کہ افسوس ہو تم پر جانتے ہو کہ میں کس ذات کے سامنے کھڑا ہوا تھا؟ اس ذات کی توجہ نے مجھے عبا کے گرنے کی توجہ سے روکا ہوا تھا۔ کیا تم نہیں جانتے کہ بندہ کی نماز اتنی مقدار قبول ہوتی ہے کہ جتنا وہ خدا کی طرف حضور قلب رکھتا ہو۔ اس نے عرض کی۔ اے فرزند رسول (ص) پس ہم تو بلاک ہو گئے؟ آپ نے فرمایا "نہیں۔ اگر تم نوافل پڑھو تو خدا ان کے وسیلے سے تمہاری نماز کو پورا کر دے گا۔ (476)

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ نماز کی حالت میں آپ کا چہرہ متغیر ہوجاتا تھا اور آپ کے سینے سے غلفے کی طرح آواز اٹھتی ہوئی سنی جاتی تھی اور جب آپ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اس لباس کی طرح جو زمین پر گرا ہوا ہو حرکت نہیں کیا کرتے تھے۔

حضور قلب کے مراتب

حضور قلب اول اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے کے مختلف درجات ہیں کہ ان میں سے بعض کامل اور دوسرے بعض زیادہ کامل ہیں۔ عارف انسان آہستہ آہستہ ان درجات کو طے کرے تا کہ قرب اور شہود کے اعلیٰ درجے اور عالیتر مقام کو حاصل کر لے۔ یہ ایک طویل راستہ ہے اور متعدد مقامات رکھتا ہے کہ جس کی وضاحت مجھ جیسے محروم انسان سے دور ہے دور سے دیکھتے والا جو حسرت کی آگ میں جل رہا ہے یہ اس کی قدرت اور طاقت سے خارج ہے لیکن اجمالی طور سے بعض مراتب کی طرف اشارہ کرتا ہوں شاید کہ عارف انسان کے لئے فائدہ مند ہو۔

پہلا مرتبہ

یوں ہے کہ نماز پڑھنے والا تمام نماز یا نماز کے بعض حصے میں اجمالی طور سے توجہ کرے کہ خداوند عالم کے سامنے کھڑا ہوا ہے اور اس ذات کے ساتھ ہم کلام اور راز و نیاز کر رہا ہے گرچہ اسے الفاظ کے معانی کی طرف توجہ نہ بھی ہو اور تفضیلی طور سے نہیں جانتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔

دوسرا مرتبہ

قلب کے حضور اور توجہ کا یوں ہونا کہ نمازی علاوہ اس کے کہ وہ نماز کی حالت میں اپنے آپ کو یوں جانے کہ خدا کے سامنے کھڑا اور آپ سے راز و نیاز کر رہا ہے ان کلمات کے معانی کی طرف بھی توجہ کرے جو پڑھ رہا ہے اور سمجھے کہ وہ خدا سے کیا کہہ رہا ہے اور کلمات اور الفاظ کو اس طرح ادا کرے کہ گویا ان کے معانی کو اپنے دل پر حضور دے رہا ہے مثل اس ماں کے جو الفاظ کے ذریعے اپنے فرزند کو معافی کو تعلیم دیتی ہے۔

271

تیسرا مرتبہ

یہ ہے کہ نمازی تمام سابقہ مراتب بجا لاتے ہوئے تکبیر اور تسبیح تقدیس اور تحمید اور دیگر اذکار اور کلمات کی حقیقت کو خوب جانتا ہو اور ان کو علمی دلیلوں کے ذریعے پہچانتا ہو اور نماز کی حالت میں ان کی طرف متوجہ ہو اور خوف جانے کہ کیا کہہ رہا ہے اور کیا چاہتا ہے اور کس ذات سے ہم کلام ہے۔

چوتھے مرتبہ

یہ ہے کہ نمازی ان سابقہ مرحلوں کے ساتھ کلمات اور اذکار کے معانی اور معارف کو اچھی طرح اپنی ذات کے اندر سموئے اور کامل یقین اور ایمان کے درجے پر جا پہنچے اس حالت میں زبان دل کی پروی کرے گی اور دل چونکہ ان حقائق کا ایمان رکھتا ہے زبان کو ذکر کرنے پر آمادہ اور مجبور کرے گا۔

پانچواں مرتبہ

یہ ہے کہ نمازی سابقہ تمام مراحل کے ساتھ کشف اور شہود اور حضور کامل تک جا پہنچے اللہ تعالیٰ کے کمالات اور صفات کو اپنی باطنی آنکھوں سے مشاہدہ کرے اور سوائے خدا کے اور کسی چیز کو نہ دیکھے یہاں تک کہ اپنے آپ اور اذکار اور افعال اور حرکات کی طرف بھی متوجہ نہ ہو خدا سے ہم کلام ہے یہاں تک کہ متکلم اور کلام سے بھی غافل ہے اپنے آپ کو بھی گم اور ختم کر چکا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے جمال کے مشاہدے میں محو اور غرق ہے۔ یہ مرتبہ پھر کئی مراتب اور درجات رکھتا ہے کہ عارف انسانوں کے لحاظ سے فرق کر جاتا ہے۔ یہ مرتبہ ایک عمیق اور گہرا سمندر ہے بہتر یہی ہے کہ مجھ جیسا محروم انسان اس میں وارد نہ ہو اور اس کی وضاحت ان کے اہل اور مستحق لوگوں کی طرف منتقل کر دے۔
اللہم ارزقنا حلاوة ذكرك و

272

مشاہدہ جمالك

حضور قلب اور توجہ کے اسباب

جتنی مقدار حضور قلب اور توجہ کی ارزش اور قیمت زیادہ ہے اتنی مقدار یہ کام مشکل اور سخت دشوار بھی ہے۔ جب انسان نماز میں مشغول ہوتا ہے تو شیطان وسوسہ ڈالنا شروع کر دیتا ہے اور دل کو دائما ادھر ادھر لے جاتا ہے اور مختلف خیالات اور افکار میں مشغول کر دیتا ہے۔ اسی حالت میں انسان حساب کرنا شروع کر دیتا ہے بقتلے بناتا ہے اور گذرے ہوئے اور آئندہ کے مسائل میں فکر کرنا شروع کر دیتا ہے۔ علمی مطالب کو حل کرتا ہے اور بسا اوقات ایسے مسائل اور موضوعات کو کہ جن کو بالکل فراموش کر چکا ہے نماز کی حالت میں یاد کرتا ہے اور اس وقت اپنے آپ میں متوجہ ہوتا ہے کہ جب نماز ختم کر چکا ہوتا ہے اور اگر اس کے درمیان تھوڑا سا نماز کی فکر میں چلا بھی جائے تو اس سے فوراً منصرف ہو جاتا ہے۔

بہت سی تعجب اور افسوس کا مقام ہے۔ کیا کریں کہ اس سرکش اور بیہودہ سوچنے والے نفس پر قابو پائیں کس طرح نماز کی حالت میں مختلف خیالات اور افکار کو اپنے آپ سے دور کریں اور صرف خدا کی یاد میں رہیں۔ جن لوگوں نے یہ راستہ طے کر لیا ہے اور انہیں اس کی توفیق حاصل ہوئی ہے وہ ہماری بہتر طریقے سے راہنمائی کر سکتے ہیں۔ بہتر یہ تھا کہ یہ قلم اور لکھنا اس بات میں ہوتا لیکن یہ حقیر اور محروم بھی چند مطالب کی طرف اشارہ کرتا ہے جو حضور قلب اور توجہ کے فائدہ مند ہوں گے۔

1_ گوشہ نشینی

اگر مستحب نماز یا فرادی نماز پڑھے تو بہتر ہے کہ کسی تنہائی کے مکان کو منتخب کرے کہ جہاں شور و شین نہ ہو اور وہاں کوئی فوٹو وغیرہ یا کوئی ایسی چیز نہ ہو کہ جو نمازی کو اپنی طرف متوجہ کرے اور عمومی جگہ پر نماز پڑھے اور اگر گھر میں نماز پڑھے تو

273

بہتر ہے کہ کسی خاص گوشے کو منتخب کر لے اور ہمیشہ وہاں نماز پڑھتا رہے نماز کی حالت میں صرف سجدہ گاہ پر ن گاہ رکھے یا اپنی آنکھوں کو بند رکھے اور ان میں سے جو حضور قلب اور توجہ کے لئے بہتر ہو اسے اختیار کرے اور بہتر یہ ہے کہ چھوٹے کمرے یا دیوار کے نزدیک نماز پڑھے کہ دیکھنے کے لئے زیادہ جگہ نہ ہو اور اگر نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھے تو پھر صرف سجدہ گاہ پر نگاہ کرے اور اگر پیش نماز بلند آواز سے قرات پڑھے تو اس کی قرائت کی طرف خوب توجہ کرے۔

2_ رکاوٹ کا دور کرنا

نماز شروع کرنے سے پہلے جو حضور قلب اور توجہ کا مانع اور رکاوٹ ہے اسے دور کرے پھر نماز پڑھنے میں مشغول ہو جائے اور اگر پیشاب اور پاخانے کا زور ہو تو پہلے اس سے فارغ ہو جائے اس کے بعد وضو کرے اور نماز میں مشغول ہو اور اگر سخت بھوک اور پیاس لگی ہوئی ہو تو پہلے کھانا اور پانی پی لے اور اس کے بعد نماز پڑھے اور اگر پیٹ کھانے سے بھرا ہوا اور نماز پڑھنے کو دل نہ چاہتا ہو تو پھر ٹھہر جائے اور صبر کرے یہاں تک کہ نماز پڑھنے کو دل چاہنے لگے۔

اور اگر زیادہ تھکاوٹ یا نیند کے غلبے سے نماز پڑھنے کو دل نہ چاہتا ہو۔ تو پہلے اپنی تھکاوٹ اور نیند کو دور کرے اس کے بعد نماز پڑھے۔ اور اگر کسی مطلب کے واضح نہ ہونے یا کسی واقعہ کے رونما ہونے سے پریشان ہو اگر ممکن ہو تو پہلے اس پریشانی کے اسباب کو دور کرے اور پھر نماز میں مشغول ہو سب سے بڑی رکاوٹ دنیاوی امور سے محبت اور علاقہ اور دلبستگی ہوا کرتی ہے۔ مال و متاع۔ جاہ و جلال اور منصب و ریاست اہل و عیال یہ وہ چیزیں ہیں جو حضور قلب کی رکاوٹ ہیں ان چیزوں سے محبت انسان کے افکار کو نماز کی حالت میں اپنی طرف مائل کر دیتے ہیں اور ذات الہی کی طرف متوجہ ہونے کو دور کر دیتے ہیں۔ نماز کو ان امور سے قطع تعلق کرنا چاہئے تا کہ اس کی توجہ اور حضور قلب اللہ تعالیٰ کی طرف آسان ہو جائے۔

274

انسان کی اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اس کی معرفت اور شناخت کی مقدار کے برابر ہوتی ہے اگر کسی کا اللہ تعالیٰ پر ایمان یقین کی حد تک پہنچا ہوا ہو اور اللہ تعالیٰ کی قدرت اور عظمت اور علم اور حضور اور اس کے محیط ہونے کا پوری طرح یقین رکھتا ہو تو وہ قہر اللہ تعالیٰ کے سامنے خضوع اور خشوع کرے گا اور اس غفلت اور فراموشی کی گنجائش باقی نہیں رہے گی۔ جو شخص خدا کو ہر جگہ حاضر اور ناظر جانتا ہو اور اپنے آپ کو اس ذات کے سامنے دیکھتا ہو تو نماز کی حالت میں جو ذات الہی سے ہم کلامی کی حالت ہوتی ہے کبھی بھی اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں ہوگا۔ جیسے اگر کوئی طاقت ور بادشاہ کے سامنے بات کر رہا ہو تو اس کے حواس اسی طرف متوجہ ہونگے اور جانتا ہے کہ کیا کہہ رہا ہے اور کیا کر رہا ہے اگر کوئی اللہ تعالیٰ کو عظمت اور قدرت والا جانتا ہو تو پھر وہ نماز کی حالت میں اس سے غافل نہیں ہوگا لہذا انسان کو اپنے ایمان اور معرفت الہی کو کامل اور قوی کرنا چاہئے تاکہ نماز میں اسے زیادہ حضور قلب حاصل ہوسکے۔

پیغمبر اکرم نے فرمایا ہے کہ "خدا کی اس طرح عبادت کر کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔" (478)

ابان بن تغلب کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے امام زین العابدین علیہ السلام کو دیکھا ہے کہ آپ کا نماز میں ایک رنگ آتا تھا اور جاتا تھا؟ آپ نے فرمایا "ہاں وہ اس مبعود کو کہ جس کے سامنے کھڑے تھے کامل طور سے پہچانتے تھے۔" (479)

4_ موت کی یاد

حضور قلب اور توجہ کے پیدا ہونے کی حالت کا ایک سبب موت کا یاد کرنا ہو

275

سکتا ہے اگر انسان مرنے کی فکر میں اور متوجہ ہو کہ موت کا کوئی وقت نہیں ہوتا ہر وقت اور ہر شرائط میں موت کا واقع ہونا ممکن ہے یہاں تک کہ شاید یہی نماز اس کی آخری نماز ہو تو اس حالت میں وہ نماز کو غفلت سے نہیں پڑھے گا بہتر ہے کہ انسان نماز سے پہلے مرنے کی فکر میں جائے اور یوں تصور کرے کہ اس کے مرنے کا وقت آ پہنچا ہے اور حضرت عزرائیل علیہ السلام اس کی روح قبض کرنے کے لئے حاضر ہو چکے ہیں تھوڑا سا وقت زیادہ نہیں رہ گیا اور اس کے اعمال کا دفتر اس کے بعد بند ہو جائیگا اور ابدی جہاں کی طرف روانہ ہو جائے گا وہاں اس کے اعمال کا حساب و کتاب لیا جائے گا جس کا نتیجہ یا ہمیشہ کی سعادت اور اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں کے ساتھ زندگی کرنا ہوگا اور یا بدبختی اور جہنم کے گڑھے میں گر کر عذاب میں مبتلا ہونا ہوگا۔

اس طرح کی فرک اور مرنے کو سامنے لانے سے نماز میں حضور قلب اور توجہ کی حالت بہتر کر سکے گا اور اپنے آپ کو خالق کائنات کے سامنے دیکھ رہا ہوگا اور نماز کو خضوع اور خشوع کی حالت میں آخری نماز سمجھ کر بجا لائیگا نماز کے شروع کرنے سے پہلے اس طرح اپنے آپ میں حالت پیدا کرے اور نماز کے آخر تک یہی حالت باقی رکھے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "واجب نماز کو اس کے وقت میں اس طرح ادا کرو کہ وہ تمہاری وداعی اور آخری نماز ہے اور یہ خوف رہے کہ شاید اس کے بعد نماز پڑھنے کی توفیق حاصل نہ ہو۔ نماز پڑھنے کی حالت میں سجدہ گاہ پر نگاہ رکھے اور اگر تجھے معلوم ہو جائے کہ تیرے نزدیک کوئی تجھے دیکھ رہا ہے اور پھر تو نماز کو اچھی طرح پڑھنے لگے تو جان لے کہ تو اس ذات کے سامنے ہے جو تجھے دیکھ رہا ہے لیکن تو اس کو نہیں دیکھ رہا۔" (480)

5_ آمادگی

جب نمازی نے تمام رکاوٹیں دور کر لی ہوں تو پھر کسی خلوت اور تنہائی کی

276

مناسب جگہ جا کر نماز پڑھنے کے لئے تیار ہو جائے اور نماز شروع کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی بے پناہ عظمت اور قدرت اور اپنی ناتوانی اور کمزوری کو یاد کرے اور یہ یاد کرے کہ وہ پروردگار اور تمام چیزوں کے مالک کے سامنے کھڑا ہے اور اس سے ہمکلام ہے۔ ایسی عظیم ذات کے سامنے کھڑا ہے کہ جو تمام افکار یہاں تک کہ مخفی سوچ اور فکر

کو جانتا ہے۔ موت اور اعمال کے حساب اور کتاب بہشت اور دوزخ کو سامنے رکھے اور احتمال دے کہ شاید یہ اس کی آخری نماز ہو اپنی اس سوچ اور فکر اتنا زیادہ کرے کہ اس کی روح اس کی تابع اور مطیع ہو جائے اس وقت توجہ اور حضور قلب سے اذان اور اقامہ کہتے اور اس کے بعد نماز کی طرف مہیا ہونے والی یہ دعا پڑھے۔ اللہم الیک توجہت و مرضاتک طلبت و ثوابک ابتقیت و بک امنت و علیک توکلت اللہم صل علی محمد و آلہ محمد و افتح مسامع قلبی لذكرک و ثبتنی علی دینک و دین نبیک و لا تزغ قلبی بعد اذ بدیتنی و بب لی من لذنک رحمة انک انت الوباب اس دعا کے پڑھتے کے وقت ان کلمات کی معانی کی طرف توجہ کرے پھر یہ کہے۔ یا محسن قد اتاک المسئنی یا محسن احسن الی

اگر حضور قلب اور توجہ پیدا ہو جائے تو پھر تکبیر الاحرام کہے اور نماز میں مشغول ہو جائے اور اگر احساس ہو جائے کہ ابھی وہ حالت پیدا نہیں ہوئی تو پھر استغفار کرے اور شیطانی خیالات سے خداوند عالم سے پناہ مانگے اور اتنا اس کو تکرار کرے کہ اس میں وہ حالت پیدا ہو جائے تو اس وقت حضور قلب پیدا کر کے تکبیر الاحرام کے معنی کی طرف توجہ کرے نماز میں مشغول ہو جائے لیکن متوجہ رہے کہ وہ کس ذات سے ہمکلام ہے اور کیا کہہ رہا ہے اور متوجہ رہے کہ زبان اور دل ایک دوسرے کے ہماروں اور جھوٹ نہ بولے کیا جانتا ہے کہ اللہ اکبر کے معنی کیا ہیں؟ یعنی اللہ تعالیٰ اس سے بلند و بالا ہے کہ اس کی تعریف اور وصف کی جا سکے درست متوجہ رہے کہ کیا

277

کہتا ہے آیا جو کہہ رہا ہے اس پر ایمان بھی رکھتا ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " جب تو نماز کے قصد سے قبلہ رخ کھڑا ہو تو دنیا اور جو کچھ اس میں ہے لوگوں اور ان کے حالات اور اعمال سب کو ایک دفعہ بھولا دے اور اپنے دل کو ہر قسم کے ایسے کام سے جو تجھے یاد خدا سے روکتے ہوں دل سے نکال دے اور اپنی باطنی آنکھ سے ذات الہی کی عظمت اور جلال کا مشاہدہ کر اور اپنے آپ کو خدا کے سامنے اس دن کے لئے حاضر جان کہ جس دن کے لئے تو نے اپنے اعمال اگلی دنیا کے لئے بھیجے ہیں اور وہ ظاہر ہونگے اور خدا کی طرف رجوع کریں گے اور نماز کی حالت میں خوف اور امید کے درمیان رہ تکبیر الاحرام کہنے کے وقت جو کچھ زمین اور آسمان کے درمیان ہے معمولی شمار کر کیونکہ جب نمازی تکبیر الاحرام کہتا ہے خداوند عالم اسکے دل پر نگاہ کرتا ہے اگر تکبیر کی حقیقت کی طرف متوجہ نہ ہو تو اسے کہتا ہے اے جھوٹے مجھے دھوکا دینا چاہتا ہے؟ مجھے عزت اور جلال کی قسم میں تجھے اپنے ذکر کی لذت سے محروم کرونگا اور اپنے قرب اور اپنی مناجات کرنے کی لذت سے محروم کر دونگا۔ (481)

درست ہے کہ نیت اور تکبیر الاحرام کے وقت اس طرح کی تیاری قلب کے حضور کے لئے بہت زیادہ اثر انداز ہوتی ہے لیکن سب سے مہم تر یہ ہے کہ ایسی حالت استمرار پیدا کرے اگر معمولی سے غفلت طاری ہوگئی تو انسان کی روح ادھر ادھر پرواز کرنے لگے گی اور حضور اور توجہ خداوند عالم کی طرف سے بٹ جائیگی۔ لہذا نمازی کو تمام نماز کی حالت میں اپنے نفس کی مراقبت اور حفاظت کرنی چاہئے اور مختلف خیالات اور افکار کو روکنا چاہئے ہمیشہ اپنے آپ کو خدا کے سامنے حاضر سمجھے اور اس طرح نماز پڑھے کہ خدا کے ساتھ کلام کر رہا ہے اور اس کے سامنے رکوع اور سجدہ کر رہا ہے اور کوشش کرے کہ قرأت کرتے وقت ان کے معانی کی طرف متوجہ رہے اور غور کرے کہ کیا کہہ رہا ہے اور کس عظیم ذات کے ساتھ گفتگو کر رہا ہے اس حالت کو

278

نماز کے آخر تک باقی رکھے گرچہ یہ کام بہت مشکل اور دشوار ہے لیکن نفس کی مراقبت اور کوشش کرنے سے آسان ہو سکتا ہے و الذین جاہدوا فینا لنہدینہم سبلنا اگر اسے اس کی ابتداء میں توفیق حاصل نہ ہو تو ناامید نہ ہو بلکہ بطور حتمی اور کوشش کر کے عمل میں وارد ہوتا کہ تدریجاً نفس پر تسلط حاصل کرلے۔ مختلف خیالات کو دل سے نکالے اور اپنے آپ کو خدا کی طرف توجہ دے اگر ایک دن یا کئی ہفتے اور مہینے یہ ممکن نہ ہوا ہو تو مایوس اور ناامید نہ ہو اور کوشش کرے کیونکہ یہ بہر حال ایک ممکن کام ہے۔ انسانوں کے درمیان ایسے بزرگ انسان تھے اور ہیں کہ جو اول نماز سے آخر نماز تک پورا حضور قلب رکھے تھے اور نماز کی حالت میں خدا کے علاوہ کسی طرف بالکل توجہ نہیں کرتے تھے۔ ہم بھی اس بلند و بالا مقام تک پہنچنے سے ناامید نہ ہوں اگر کامل مرتبہ تک نہیں پہنچے پائے تو کم از کم جتنا ممکن ہے اس تک پہنچ جائیں تو اتنا ہی ہمارے لئے غنیمت ہے۔ (482)

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ سیر اور سلوک اور اللہ تعالیٰ سے تقرب کا بہترین راستہ نماز ہے۔ اللہ تعالیٰ انسان کی خلقت کی خصوصیت کے لحاظ سے اس کے تکامل اور کمال حاصل کرنے کے طریقوں کو دوسروں سے زیادہ بہتر جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نماز کو بنایا ہے اور پیغمبر علیہ السلام کے ذریعے انسانوں کے اختیار میں دیا ہے تا کہ وہ اپنی سعادت اور کمال حاصل کرنے کے لئے اس سے فائدہ حاصل کریں۔ نماز کسی خاص حد تک محدود نہیں ہے بلکہ اس سے ہر زمانے میں ہر مکان اور ہر شرائط میں فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے نماز کی دو قسمیں ہیں ایک واجب نمازیں اور دوسری مستحب نمازیں۔ چھ نمازیں واجب ہیں پہلی پنجگانہ نمازیں یعنی دن اور رات میں پانچ نمازیں دوسری نماز آیات تیسری نماز میت چوتھی نماز اطراف پانچویں وہ نمازیں جو نذر یا قسم یا

عہد سے انسان پر واجب ہوتی ہیں چھٹی باپ کی نمازیں جو بڑے لڑکے پر واجب ہیں۔ پنجگانہ نمازیں تو تمام مکلفین مرد اور عورت پر واجب ہیں لیکن باقی نمازیں خاص زمانے اور خاص شرائط سے واجب ہوتی ہیں۔ جو انسان اپنی سعادت اور کمال کا طالب ہے اس پر پہلے ضروری ہے کہ وہ واجب نمازوں کو اس طرح جس طرح بنائی گئی ہیں انجام دے۔ اگر انہیں خلوص اور حضور قلب سے انجام دے تو یہ بہترین اللہ تعالیٰ سے تقرب کا موجب ہوتی ہیں۔ واجبات کو چھوڑ کر مستحبات کا بجا لانا تقرب کا سبب نہیں ہوتا۔ اگر کوئی خیال کرے کہ فرائض اور واجبات کو چھوڑ کر مستحبات اور اذکار کے ذریعے تقرب یا مقامات عالیہ تک پہنچ سکتا ہے تو اس نے اشتباہ کیا ہے۔ ہاں فرائض کے بعد نوافل اور مستحبات سے مقامات عالی اور تقرب الہی کو حاصل کر سکتا ہے۔ دن اور رات کے نوافل بینتیں ہیں ظہر کی آٹھ ظہر سے پہلے اور عصر کی آٹھ عصر سے پہلے اور تہجد کی گیارہ رکعت ہیں۔ احادیث کی کتابوں میں نوافل کے پڑھنے کی تاکید کی گئی ہے اور انہیں واجب نمازوں کا متمم اور نقص کو پر کرنے والا بتلایا گیا ہے۔ دن اور رات کی نوافل کے علاوہ بھی بعض نوافل خاص خاص زمانے اور مکان میں بجالانے کا کہا گیا ہے اور ان کا ثواب بھی بیان کیا گیا ہے آپ مختلف مستحب نمازوں اور ان کے ثواب اور ان کے فوائد اور اثرات کو حدیث اور دعا کی کتابوں سے دیکھ سکتے ہیں اور نفس کے کمال تک پہنچنے میں ان سے استفادہ کر سکتے ہیں ان سے فائدہ حاصل کرنے کا طریقہ ہمیشہ کے لئے کھلا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ بھی ہر وقت ہر جگہ اور ہر حالت میں نماز پڑھنا مستحب ہے۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا "مستحب نمازیں مومن کے لئے تقرب کا سبب ہوا کرتی ہیں۔ (483) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "کبھی ادھی اور کبھی تہائی اور چوتھائی نماز اوپر جاتی ہے۔ یعنی قبول ہوتی ہے۔ اتنی نماز اوپر جاتی ہے اور قبول ہوتی ہے کہ

جتنی مقدار اس میں حضور قلب ہو اسی لئے مستحب نمازوں کے پڑھنے کا کہا گیا ہے تا کہ ان کے ذریعے جو نقصان واجب نماز میں رہ گیا ہے پورا کیا جائے۔ (484) رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے کہ "مومن بندہ میرے نزدیک محبوب ہے اور اس کے لئے واجبات پر عمل کرنے سے اور کوئی چیز بہتر نہیں ہے مستحبات کے بجالانے سے اتنا محبوب ہوجاتا ہے کہ گویا میں اس کی آنکھ ہوجاتا ہوں کہ جس سے وہ دیکھتا ہے اور گویا میں اس کی زبان ہوجاتا ہوں کہ جس سے وہ بولتا ہے اور گویا میں اس کا ہاتھ ہوجاتا ہوں کہ جس سے وہ چیزوں کو پکڑتا ہے اور گویا میں اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں کہ جس سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھے پکارے تو میں قبول کرتا ہوں اور جواب دیتا ہوں اور اگر کوئی چیز مجھ سے مانگے تو اسے عطا کرتا ہوں میں نے کسی چیز میں تردید اور ٹھہراؤ پیدا نہیں کیا جتنا کہ مومن کی روح قبض کرنے میں کیا ہے وہ مرنے کو پسند نہیں کرتا اور میں بھی اس کا ناپسندی کو ناپسند کرتا ہوں۔ (485)

مستحبات میں سے تہجد کی نماز کی بہت زیادہ فضیلت حاصل ہے قرآن مجید اور احادیث میں اس کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے خداوند عالم کی ذات پیغمبر علیہ السلام کو فرماتا ہے کہ "رات کو تھوڑے سے وقت میں تہجد کی نماز کے لئے کھڑا ہو یہ تیرے لئے مستحب ہے شاید خدا تجھے خاص مقام کے لئے مبعوث قرار دے دے۔ (486)

اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کے بارے میں فرماتا ہے کہ " کچھ لوگ رات کو اپنے پروردگار کے لئے سجدے اور قیام کے لئے رات گزارتے ہیں۔ (487)

اللہ تعالیٰ مومنین کی صفات میں یوں ذکر کرتا ہے کہ " رات کو بستر سے اپنے آپ کو جدا کرتے ہیں اور امید اور خوف میں خدا کو پکارتے ہیں اور جو کچھ انہیں دیا گیا ہے

281

خرچ کرتے ہیں کوئی نہیں جان سکتا کہ کتنی نعمتیں ہیں جو ان کی آنکھ کے روشنی اور ٹھنڈک کا موجب بنیں گی جنہیں ان کے اعمال کی جزاء کے طور پر محفوظ کیا جاچکا ہے۔ (488)

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے کہ خداوند عالم نے دنیا کو وحی کی ہے کہ اپنی خدمت کرنے والوں کو مصیبت اور مشقت میں ڈال اور جو ترک کر دے اس کی خدمت کر جب کوئی بندہ رات کی تاریکی میں اپنے خالق سے خلوت اور مناجات کرتا ہے تو خدا اس کے دل کو نورانی کر دیتا ہے جب وہ کہتا ہے یا رب یا رب تو خدا کی طرف سے کہا جاتا ہے لبیک یا عبدی۔ تو جو چاہتا ہے طلب کرتا کہ میں تجھے عطا کروں مجھ پر توکل اور آسرا کرتا کہ میں تجھے کفایت کروں اس کے بعد اپنے فرشتوں سے کہتا ہے کہ میرے بندے کو دیکھو کس طرح تاریکی میں میرے ساتھ مناجات کر رہا ہے جب کہ بیہودہ لوگ لہو اور لعب میں مشغول ہیں اور غافل انسان سوئے ہوئے ہیں تم گواہ رہو کہ میں نے اسے بخش دیا ہے۔ (489)

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرماتے ہیں کہ " جبرائیل مجھے تہجد کی نماز میں اتنی سفارش کر رہا تھا کہ میں نے گمان کیا کہ میری امت کے نیک بندے رات کو کبھی نہیں سوئیں گے۔ (490)

پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " آدھی رات میں دو رکعت نماز پڑھنا میرے نزدیک دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔ (491)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " تہجد کی نماز شکل کو خوبصورت اور اخلاق کو اچھا اور انسان کو خوشبودار بناتی ہے اور رزق کو زیادہ کرتی ہے اور قرض کو ادا کراتی ہے اور غم اور اندوہ کو دور کرتی ہے اور آنکھوں کو روشنائی اور جلادیتی ہے۔ (492)

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے کہ " تہجد کی نماز اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور ملائکہ سے دوستی کا وسیلہ ہے تہجد کی نماز پیغمبروں کا طریقہ اور سنت اور ایمان اور معرفت کے لئے نور اور روشنی ہے۔ کیونکہ تہجد کی نماز کے ذریعے ایمان قوی ہوتا ہے (بدن کو آرام دیتی ہے اور شیطان کو غضبناک کرتی ہے۔ دشمنوں

282

کے خلاف ہتھیار ہے دعا اور اعمال کے قبول ہونے کا ذریعہ ہے انسان کی روزی کو وسیع کرتی ہے۔ نمازی اور ملک الموت کے درمیان شفیع ہوتی ہے۔ قبر کے لئے چراغ اور فرش ہے اور منکر اور نکیر کا جواب ہے۔ قبر میں قیامت تک مونس اور نمازی کی زیارت کرتی رہے گی۔ جب قیامت برپا ہوگی تو نمازی پر سایہ کرے گی اس کے سرکا تاج اور اس کے بدن کا لباس ہوگی۔ اس کے سامنے نور اور روشنی ہوگی اور جہنم اور دوزخ کی آگ کے سامنے نور اور روشنی ہوگی اور جہنم اور دوزخ کی آگ کے سامنے رکاوٹ بنے گی۔ مومن کے لئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک حجت ہے اور میران میں اعمال کو بہاری اور سنگین کردے گی پل پر عبور کرنے کا حکم ہے اور بہشت کی چابی ہے کیونکہ نماز تکبیر اور حمد تسبیح اور تمجید تقدیس اور تعظیم قرأت اور دعا ہے۔ یقیناً جب نماز وقت میں پڑھی جائے تو تمام اعمال سے افضل ہے۔ (493)

تہجد کی نماز میں بہت زیادہ آیات اور احادیث وارد ہوئی ہیں۔ تہجد کی نماز کو پڑھنا پیغمبروں اور اولیاء خدا کا طریقہ اور سنت ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم اور آئمہ اطہار نماز تہجد کے بارے میں خاص اہمیت اور توجہ اور عنایت رکھتے تھے۔ اللہ کے اولیاء اور عرفاء شب کو ہمیشہ بجالانے سے اور سحر کی وقت دعا اور ذکر سے عالی مراتب تک پہنچے ہیں۔ کتنا ہی اچھا اور بہتر اور لذت بخش ہے کہ انسان سحری کے وقت نیند سے بیدار ہو جائے اور نرم اور آرام وہ بستر کو چھوڑ دے اور وضوء کرے اور رات کی تاریکی میں جب کہ تمام آنکھیں نیند میں گم اور سوئی ہوئی ہیں اللہ تعالیٰ کے حضور راز و نیاز کرے اور اس کے وسیلے روحانی معراج کے ذریعے بلندی کی طرف سفر کرے اور آسمان کے فرشتوں سے ہم آواز بنے اور تسبیح اور تہلیل تقدیس اور تمجید الہی میں مشغول ہو جائے اس حالت میں اس کا دل اللہ تعالیٰ

کے انوار اور اشراقات مرکز قرار اپائیگا اور خدائی جذب سے مقام قرب تک ترقی کرے گا (مبارک ہو ان لوگوں کو جو اس کے اہل ہے)

283

نماز شب کی کیفیت

تہجد کی نماز گیارہ رکعت ہے دو دو رکعت کر کے صبح کی نماز کی طرح پڑھی جائے باہن معنی کہ اٹھ رکعت کو تہجد کی نیت سے اور دو رکعت نماز شفع کی نیت سے اور ایک رکعت نماز وتر کی نیت سے پڑھے۔ کے لئے کچھ آداب اور شرائط بیان کئے گئے ہیں۔ جنہیں دعاؤں اور احادیث کی کتابوں میں دیکھے جا سکتا ہے۔

خودسازي
یعنی
تزکیہ و تہذیب نفس

284

چوتھا وسیلہ

جہاد اور شہادت

اسلام کو وسعت دینے اور کلمہ توحید کے بلند و بالا کرنے اسلام کی شوکت اور عزت سے دفاع کرنے قرآن کے احکام اور قوانین کی علمداری اور حاکمیت کو برقرار کرنے ظلم اور تعدی سے مقابلہ کرنے محروم اور مستضعفین کی حمایت کرنے کے لئے جہاد کرنا ایک بہت بڑی عبادت ہے اور نفس کے تکامل اور ذات الہی سے تقرب اور رجوع الی اللہ کا سبب ہے۔ جہاد کی فضیلت میں بہت زیادہ روایات اور آیات وارد ہوئی ہیں۔ خداوند عالم قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ " جو لوگ ایمان لے آئے ہیں اور اپنے وطن سے ہجرت کر لی ہے اور اپنے مال اور جان سے خدا کے راستے میں جہاد کرتے ہیں وہ اللہ کے نزدیک ایک بلند و بالا مقام اور رتبہ رکھتے ہیں اور وہی نجات پانے والے لوگ ہیں خدا انہیں اپنی رحمت اور رضوان اور بہشت کی کہ جس میں دائمی نعمتیں موجود ہیں خوشخبری اور بشارت دیتا ہے۔ وہ بہشت میں ہمیشہ رہیں گے اور یقیناً اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ ایک بہت بڑی جزا اور ثواب ہے۔ (494) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ " اللہ تعالیٰ نے مجاہدوں کو جہاد نہ کرنے والوں پر بہت زیادہ ثواب دیئے جانے میں برتری اور بلندی دی ہوئی ہے۔ (495)

285

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے کہ " بہشت کا ایک دروازہ ہے کہ جس کا نام باب المجاہدین ہے۔ جب مجاہد بہشت کی طرف روانہ ہوں گے تو وہ دروازہ کھل جائیگا جب کے جانے والوں نے اپنی تلواروں کو اپنے کندھوں پر ڈال رکھا ہو گا دوسرے لوگ قیامت کے مقام پر کھڑے ہونگے اور فرشتوں ان کا استقبال کریں گا۔ (496) پیغمبر اسلام نے فرمایا ہے کہ " ہر نیکی کے اوپر کوئی نہ کوئی اور نیک موجود ہے یہاں تک کہ انسان اللہ کے راستے میں مارا جائے کہ پھر اس سے بالاتر اور کوئی نیکی موجود نہیں ہے۔ (497) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " جو شخص اللہ کے راستے میں شہادت پالے تو خداوند عالم سے اس کا کوئی یاد نہیں دلانے گا۔ (498)

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے کہ " خداوند عالم شہید کو سات چیزیں عنایت فرمائے گا_ 1_ جب اس کے خون کا پہلا قطرہ بہتا ہے تو اس کے تمام گناہ معاف کر دیتا ہے_ 2_ شہادت کے بعد اس کا سر دو حوروں کے دامن میں قرار دیتا ہے اور وہ اس کے چہرے سے غبار کو ہٹاتی ہیں اور کہتی ہیں_ تم پر شاباش ہو وہ بھی ان کے جواب میں ایسا کہتا ہے_ 3_ اسے بہشت کا لباس پہنایا جاتا ہے_ 4_ بہشت کے خزانچی اس کے لئے بہترین عطر اور خوشبو پیش کرتے ہیں کہ ان میں سے جسے چاہے انتخاب کر لے۔

5_ شہادت پانے کے وقت وہ اپنی جگہ بہشت میں دیکھتا ہے_ 6_ شہادت کے بعد اس کی روح کی خطاب ہوتا ہے کہ بہشت میں جس جگہ تیرا دل چاہتا ہے گردش کر_ 7_ شہید اللہ تعالیٰ کے جمال کا مشاہدہ کرتا ہے اور اس میں ہر پیغمبر اور شہید کو آرام اور سکون ہے_ (499)

خدا قرآن میں فرماتا ہے کہ " خداوند عالم مومنین کے جان اور مال کو خریدتا ہے تا کہ اس کے عوض انہیں بہشت عنایت فرمائے یہ وہ مومن ہیں جو اللہ کے راستے میں جنگ کرتے ہیں اور دشمنوں کو قتل کرتے ہیں اور خود بھی قتل ہو جاتے ہیں یہ ان سے

286

اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے جو تو رات اور انجیل اور قرآن میں اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے اور اللہ تعالیٰ سے کون زیادہ وعدہ کو پورا کرنے والا ہے؟ تمہیں یہ معاملہ مبارک ہو کہ جو تم نے خدا سے کر لیا ہوا ہے اور یہ ایک بڑی سعادت ہے_ (500) قرآن مجید کی یہ آیت ایک بڑی لطیف اور خوش کن آیت ہے کہ جو لوگوں کو عجیب اور لطیف اور ظریف انداز سے جہاد کا شوق دلاتی ہے_ ابتداء میں کہتی ہے_ کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کے مال اور جان کو خرید لیا ہے اور اس کے عوض ان کو بہشت دیتا ہے یہ کتنا بہترین معاملہ ہے؟ اللہ تعالیٰ جو غنی مطلق اور جہان کا مالک ہے وہ خریدار ہے اور فروخت کرنے والے مومنین ہیں جو خدا اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں_ اور جن چیزوں پر معاملہ کیا ہے وہ مومنین کے مال اور جان ہیں اور اس معاملہ کا عوض بہشت ہے اس کے بعد خدا فرماتا ہے کہ تورات اور انجیل اور قرآن یعنی تین آسمانی بڑی کتابیں ہیں جن میں اس طرح کا ان سے وعدہ درج کیا گیا ہے_ پھر خدا فرماتا ہے کہ کس کو پیدا کر سکتے ہو کہ اللہ تعالیٰ سے وعدہ پر عمل کرے آخر میں خدا مومنین کو خوشخبری دیتا ہے کہ یہ ایک بہت بڑی نیک بختی اور سعادت ہے۔

قرآن مجید ان لوگوں کے لئے جو خدا کے راستے میں شہید ہو جاتے ہیں مقامات عالیہ کو ثابت کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ " ان لوگوں کو مردہ گمان نہ کرو جو اللہ کے راستے میں شہید ہو جاتے ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں روزی پاتے ہیں_ (501) لفظ عندہم جو اس آیت میں ہے وہ بلند و بالا مقام کی طرف اشارہ ہے مرنے کے بعد انسان کی روح کا زندہ رہنا شہید کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ تمام انسان زندہ ہیں لیکن شہداء کی خصوصیت یہ ہے کہ شہید اللہ کے ہاں عالیترین مقامات اور درجات میں زندہ رہتا ہے اور انہیں مقامات عالیہ میں روزی دیا جاتا ہے اور یہ واضح ہے کہ ان مقامات میں روزی دیا جانا دوسروں کے ساتھ مساوی اور برابر نہیں ہے_ اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہادت بہت بڑی قیمت اور بڑی عبادت ہے_ عارف اس ممتاز راستے میں عالی مقامات تک جا پہنچتا ہے_ اس بزرگ عبادت کو دوسری عبادت سے دو چیزوں کی وجہ

287

سے خصوصیت اور امتیاز حاصل ہے_ پہلی_ مجاہد انسان کی غرض اور غایت اپنے ذاتی مفاد اور لواحقین کے مفاد کو حاصل کرنا نہیں ہوتا وہ کوتاہ نظر اور خودخواہ نہیں ہوتا بلکہ وہ جہاں میں خدا خواہ ہوا کرتا ہے_ مجاہد انسان کلمہ توحید اور اسلام کی ترویج اور وسعت کو چاہتا ہے اور ظلم اور ستم اور استکبار کے ساتھ مبارزہ اور جہاد کرتا ہے اور محروم طبقے اور مستضعفین سے دفاع کرتا ہے اور اجتماعی عدالت کے جاری ہونے کا طلبکار ہوتا ہے اور چونکہ یہ غرض سب سے بلند اور بالا ترین غرض ہے لہذا وہ اعلیٰ درجات اور مراتب کو پالیتا ہے۔

دوسری_ ایثار کی مقدار

مجاہد انسان اللہ تعالیٰ سے تقرب اور اس کی ذات کی طرف سیر اور سلوک کے لئے ارزشمند اور قیمتی چیز کا سرمایہ ادا کرتا ہے اگر کوئی انسان صدقہ دیتا ہے تو تھوڑے سے مال سے درگزر اور صرف نظر کرتا ہے اور اگر عبادت کرتا ہے تو تھوڑا سا وقت اور طاقت اس میں خرچ کرتا ہے لیکن مجاہد انسان تمام چیزوں سے صرف نظر اور درگزر کرتا ہے اور

سب سے بالاتر اپنی جان سے ہاتھ دھولیتا ہے اور اپنی تمام ہستی کو اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتا ہے۔ مال اور جاہ و جلال مقام اور منصب اور اہل اور عیال اور رشتہ داروں سے صرف نظر کرتا ہے اور اپنی جان اور روح کو اپنے پروردگار کے سپرد کر دیتا ہے۔ جس کام کو متدین اور عارف لوگ پوری عمر کرتے ہیں مجاہد انسان ان سب سے زیادہ تھوڑے سے وقت میں انجام دے دیتا ہے۔ مجاہد انسان کی عظیم اور نورانی روح کے لئے مادیات اور مادی جہان تنگ ہوتا ہے اسی واسطے وہ شیر کی طرح مادی جہان کے پنجرے کو توڑتا ہے اور تیز پرواز کبوتر کی طرح وسیع عالم اور رضایت الہی کی طرف پرواز کرتا ہے اور اعلیٰ مقامات اور مراتب تک اللہ تعالیٰ کی طرف جا پہنچتا ہے۔ اگر دوسرے اولیاء خدا ساری عمر میں تدریجاً محبت اور عشق اور شہود کے مقام تک پہنچتے ہیں تو مجاہد شہید ایک رات میں سو سال کا راستہ طے کر لیتا ہے اور

288

مقام لقاء اللہ تک پہنچتا ہے۔ اگر دوسرے لوگ ذکر اور ورد قیام اور قعود کے وسیلے سے اللہ کا تقرب حاصل کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والا انسان زخم اور درد سختی اور تکلیف کو برداشت کرتے ہوئے اپنی جان کی قربانی دے کر اللہ تعالیٰ کا تقرب ڈھونڈتا ہے۔ ان دو میں بہت زیادہ فرق ہے۔ جنگ اور جہاد کا میدان ایک خاص قسم کی نورانیت اور صفا اور معنویت رکھتا ہے۔ شور و شغب اور عشق اور حرکت اور ایثار کا میدان ہے۔ محبوب کے راستے میں بازی لے جانے اور ہمیشگی زندگی کا میدان ہے۔ مورچے میں بیٹھتے والوں کا زمزمہ ایک خاص نورانیت اور صفا اور جاذبیت رکھتا ہے کہ جس کی نظیر اور مثال مساجد اور معابد میں بہت کم حاصل ہوتی ہے۔

289

پانچواں وسیلہ

خدمت خلق اور احسان خداوند عالم سے تقرب اور قرب صرف نماز روزہ حج اور زیارت ذکر اور دعا میں منحصر نہیں ہے اور نہ ہی مساجد اور معابد میں منحصر ہے بلکہ اجتماعی ذمہ داریوں کو انجام دینا اور احسان اور نیکوکاری مخلوق خدا کی خدمت کرنا بھی جب اس میں قصد قربت ہو تو وہ بھی بہترین عبادت ہے کہ جس کے ذریعے سے اپنے آپ کو بنانا اور نفس کی تکمیل کرنا اور نفس کی تربیت کرنا اور ذات الہی کے تقرب کا موجب ہوتا ہے۔ اسلام کی نگاہ میں اللہ کا قرب اور سیر و سلوک اور تعبد کے معنی لوگوں سے کنارہ کشی اور گوشہ نشینی نہیں ہے بلکہ اجتماعی ذمہ داریوں کو قبول کرتے ہوئے لوگوں میں رہ کر لوگوں کے ساتھ احسان اور نیکی انجام دینا اور مومنین کے ضروریات کو پورا کرنا اور انہیں خوش کرنا محروم طبقے کا دفاع مسلمانوں کے امور میں اہتمام کرنا اور ان کے مصائب کو دور کرنا اور خدا کے بندوں کی مدد کرنا یہ تمام اسلام کی نگاہ میں ایک بہت بڑی عبادتیں ہیں کہ جن کا ثواب حج اور عمرے کے کئی برابر زیادہ ہوتا ہے۔ اس کے متعلق سینکڑوں احادیث پیغمبر اور ائمہ اطہار علیہم السلام سے وارد ہوئی ہیں۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل ہوا ہے کہ " اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری مخلوق میرے عیال ہیں میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب انسان وہ ہے جو میری مخلوق پر مہربان ہو اور ان کے ضروریات کے بجا

290

لانے میں زیادہ کوشش کر لے۔ (502)

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ " لوگ اللہ کہ اہل و عیال ہیں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب انسان وہ ہے جو اللہ کے اہل و عیال کو فائدہ پہنچائے اور ان کے دلوں کو خوشنود کرے۔ (503)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " کسی مومن کا کسی دوسرے مومن کے سامنے مسکرانا ایک حسنہ اور نیکی ہوا کرتا ہے اور اس کی تکلیف اور گرفتاری کو دور کرنا بھی ایک نیکی ہے خدا کسی ایسی چیز سے عبادت نہیں گیا کہ جو

اس کے نزدیک مومن کے خوش کرنے سے زیادہ محبوب ہو۔ (504)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " جو کسی مومن کو خوش کرے اس نے مجھے خوش کیا ہے اور جس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کو خوش کیا ہوا اس نے خدا کو خوش کیا ہے اور جس نے خدا کو خوش کیا ہو اور وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (505)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " ایک مومن کی حاجت اور ضرورت کو پورا کر دینا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بیس ایسے حج سے کہ جسمیں ایک لاکھ خرچ کیا ہو زیادہ محبوب ہے۔ (506)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " مسلمان کی ضرورت اور حاجت کے پورے کرنے میں کوشش کرنا خانہ کعبہ کے ستر دفعہ طواف کرنے سے بہتر ہے۔ (507)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے ہیں جو لوگوں کو ان کی حاجات میں پناہ گاہ بنتے ہیں یہ وہ ہیں کہ جو قیامت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ ہونگے۔ (508)

جیسے کہ آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ احسان نیکوکاری اللہ کے بندوں کی خدمت لوگوں کے مصائب دور کرنے میں کوشش اسلام کی نگاہ میں ایک بہت بڑی عبادت شمار ہوتے ہیں کہ اگر انسان اسے قصد قربت سے بجالائے تو یہ تکمیل نفس اور اس کی تربیت اور قرب الہی کا وسیلہ بنتا ہے۔ افسوس کہ اکثر لوگ صحیح اسلام کو نہ پہنچانے

291

کی وجہ سے اس بہت بڑی اسلامی عبادت سے غفلت برتتے ہیں اور عبادت اور قرب الہی کو فقط نماز روزہ دعا اور زیارت ذکر اور ورد میں منحصر جانتے ہیں۔

خودسازی

یعنی

تزکیہ و تہذیب نفس

292

چھٹا وسیلہ

دعا

تکمیل روح اور قرب خدا کی بہترین عبادت اور سبب دعا ہے اسی لئے خداوند عالم نے اپنے بندوں کو دعا کرنے کی دعوت دی ہے۔ قرآن مجید میں خدا فرماتا ہے "مجھ سے مانگو اور دعا کرو تا کہ میں تمہیں عنایت کروں جو لوگ میری عبادت کرنے سے تکبر کرتے ہیں وہ بہت جلدی اور خواری کی حالت میں جہنم میں داخل ہونگے۔ (509) پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے " تضرع اور مخفی طور سے خدا سے مانگو یقیناً خدا تجاویز اور ظلم کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ (510) اور فرمایا " اے میرے بندو مجھ سے سوال کرو ان سے کہہ دو کہ میں ان کے نزدیک ہوں اگر مجھ پکاریں تو میں ان کا جواب دونگا۔ (511)

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے کہ " دعا عبادت کی روح اور مغز ہے۔ (512)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " دعا عبادت ہے۔ خدا فرماتا ہے کہ لوگ میری عبادت کرنے سے تکبر کرتے ہیں۔ خدا کو پکار اور یہ نہ کہہ کہ بس کام ختم ہوچکا ہے۔ (513)

حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " کبھی دعا کو ترک نہ کرو کیونکہ تم ایسا عمل پیدا نہیں کرو گے جو دعا سے زیادہ تقرب کا موجب ہو یہاں تک کہ معمولی چیزوں

کو کبھی خدا سے طلب کرو اور ان کے معمولی ہونے کی وجہ سے دعا کرنے کو ترک نہ کرو کیونکہ معمولی چیزوں کا مالک بھی وہی ہے جو بڑے امور کا مالک ہے۔ (514)

لہذا خدا کے بندے کو دعا کرنی چاہئے کیونکہ وہ تمام وجود میں خدا کا محتاج ہے بلکہ عین احتیاج اور فقر ہے اگر ایک لحظہ بھی اللہ تعالیٰ کا فیض قطع ہو جائے تو وہ نابود ہو جائیگا۔ جو کچھ بھی بندے کو پہنچتا ہے وہ خدا کی طرف سے ہوتا ہے لہذا بندے کو اس تکوینی اور طبعی احتیاج کو زبان سے اظہار کرنا چاہئے اپنی احتیاج اور فقر اور بندگی کو عملی طور سے ثابت کرنا چاہئے اور اس کے سوا کوئی عبادت کا اور مفہوم اور معنی نہیں ہے۔ انسان دعا کرنے کی حالت میں خدا کی یاد میں ہوتا ہے اور اس کے ساتھ راز اور نیاز کرتا ہے اور تضرع اور زاری جو عبادت کی رسم ہے غنی مطلق کے سامنے پیش کرتا ہے۔

دنیا جہاں سے اپنے فقر اور احتیاج کو قطع کرتا ہے خیرات اور کمالات کے مرکز اور منبع کے ساتھ ارتباط برقرار کرتا ہے۔ عالم احتیاج سے پرواز کرتا ہے اور اپنی باطنی آنکھ سے جمال حق کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اس کے لئے دعا اور راز و نیاز کی حالت ایک لذیذ ترین اور بہترین حالت ہوتی ہے۔ خدا کے نیک بندے اور اولیاء اسے کسی قیمت پر کسی قیمت سے معاملہ نہیں کرتے صحیفہ سجادہ اور دوسری دعاؤں کی کتابوں کی طرف رجوع کیجئے کہ کس طرح ائمہ اطہار علیہم السلام راز و نیاز کرتے تھے۔ خدا سے ارتباط اور دعا کی قبولیت کی امید دعا کرنے والے کے دل کو کس طرح آرام اور دل کو گرمی دیتی ہے۔ اگر انسان مصائب اور مشکلات کے حل کے لئے خدا سے پناہ نہ مانگے تو کس طرح وہ مشکلات کا تحمل کر سکتا ہے اور زندگی کو گرم و نرم رکھ سکتا ہے؟

دعا مومن کا ہتھیار ہے کہ جس کے وسیلے سے ناامید اور یاس کا مقابلہ کرتا ہے اور مشکلات کے حل کے لئے غیب کی خدا سے پناہ نہ مانگے تو کس طرح وہ مشکلات کا تحمل کر سکتا ہے اور زندگی کو گرم و نرم رکھ سکتا ہے؟

دعا مومن کا ہتھیار ہے کہ جن کے وسیلے سے ناامیدی اور یاس کا مقابلہ کرتا ہے اور مشکلات کے حل کے لئے غیب طاقت سے مدد طلب کرتا ہے۔ پیغمبر اور ائمہ علیہم السلام ہمیشہ اس ہتھیار سے استفادہ کیا کرتے تھے اور مومنین کو ان سے استفادہ کرنے کی سفارش کیا کرتے تھے۔

امام رضا علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ " انبیاء کے ہتھیار سے فائدہ حاصل کرو۔ پوچھا گیا کہ انبیاء کا ہتھیار کیا تھا؟ تو آپ نے فرمایا کہ دعا۔ (515)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " خدا اپنے بندوں میں اسے زیادہ دوست رکھتا ہے جو زیادہ دعا کرتا ہے میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ سحر کے وقت سے لے کر سورج نکلنے تک دعا کیا کرو کیونکہ اس وقت آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور لوگوں کا رزق تقسیم کیا جاتا ہے اور ان کی بڑی بڑی حاجتیں پوری کی جاتی ہیں۔ (516)

دعا ایک عبادت ہے بلکہ عبادت کی روح ہے اور آخرت میں اس کا اجر دیا جاتا ہے اور مومن کی معراج ہے اور عالم قدس کی طرف پرواز ہے روح کو کامل اور تربیت دیتی ہے اور قرب خدا تک پہنچاتی ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے کہ " مومن کا ہتھیار دعا ہے اور دعا دین کا ستون اور زمین اور آسمان کا نور ہے۔ (517) امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " نیک بختی اور سعادت کی چابی دعا ہے۔ بہترین دعا وہ ہے جو پاک اور تقویٰ والی دل سے ہو خدا سے مناجات کرنا نجات کا سبب ہوتا ہے اور اخلاص کے ذریعے نجات حاصل ہوتی ہے جب مصائب اور گرفتاری میں شدت آجائے تو خدا سے پناہ لینی چاہئے۔ (518) لہذا دعا ایک ایسی عبادت ہے کہ اگر اس کے شرائط موجود ہوں اور درست واقع ہو تو نفس کے کمال تک پہنچنے اور قرب خدا کا موجب ہوتی ہے اور یہ اثر یقینی طور سے دعا پر مرتب ہوتا ہے۔ اس لئے خدا کے بندے کو کسی حالت اور کسی شرائط میں اس بڑی عبادت سے غافل نہیں ہونا چاہئے کیونکہ کسی وقت بھی بغیر اثر کے نہیں ہوا کرتی گرچہ اس کا فوری طور سے ظاہر بظاہر اثر مرتب نہ ہو رہا ہو۔ ہو سکتا ہے کہ

دعا کرنے والے کی خواہش اور سوال کو موخر کر دیا جائے یا دنیا میں بالکل پوری ہی نہ کی جائے لیکن ایسا ہونا بھی بغیر

مصلحت کے نہ ہوگا۔ کبھی مومن کی دنیاوی خواہش کے قبول کرنے میں واقعاً مصلحت نہیں ہوتی۔ خداوند عالم بندے کی مصلحتوں کو اس سے زیادہ بہتر جانتا ہے لیکن بندے کو ہمیشہ اپنے احتیاج اور فقر کے ہاتھ کو قادر مطلق کے سامنے پھیلاتے رہنا چاہئے اور اپنی حاجتوں کو پورا کیا جائیگا لیکن خدا کبھی مصلحت دیکھتا ہے کہ اپنی بندے کی حاجت کو موخر کر دے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ راز و نیاز اور مناجات کرے اور وہ اعلیٰ مقامات اور درجات تک جا پہنچے اور کبھی اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی مصلحت اس میں دیکھتا ہے کہ اس کی حاجت کو اس دنیا میں پورا نہ کیا جائے تاکہ ہمیشہ وہ خدا کی یاد میں رہے اور آخرت کے جہان میں اس کو بہتر اجر اور ثواب عنایت فرمائے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے کہ "خدا اس بندے پر اپنی رحمت نازل کرے جو اپنی کو خدا سے طلب کرے اور دعا کرنے میں اصرار کرے خواہ اس کی حاجتیں پوری کی جائیں یا پوری نہ کی جائیں آپ نے اس وقت یہ آیت تلاوت کی وادعوا ربی عسی الا اکون بدعا ربی شقیّاً" (519)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "کبھی مومن اپنی حاجت کو خدا سے طلب کرتا ہے لیکن خدا اپنے فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ میری بندے کی حاجت کے پورے کئے جانے کو موخر کر دو کیونکہ دوست رکھتا ہے کہ اپنے بندے کی آواز اور دعا کو زیادہ سنتا رہے پس قیامت میں اس سے کہے گا اے میرے بندے تو نے مجھ سے طلب کیا تھا لیکن میں نے تیرے قبول کئے جانے کو موخر کر دیا تھا اب اس کے عوض فلاں ثواب اور فلاں ثواب تجھے عطا کرتا ہوں اسی طرح فلاں دعا اور فلاں دعا۔ اس وقت مومن آرزو کرے گا کہ کاش میری کوئی بھی دعا دنیا میں قبول نہ کی جاتی یہ اس لئے تمنا

296

کرتا ہے۔ جب وہ آخرت کا ثواب دیکھتا ہے (520) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ دعا کے آداب کو حفظ کر اور متوجہ رہ کہ کس کے ساتھ بات کر رہا ہے اور کس طرح اس سے سوال کر رہا ہے اور کس لئے اس سے سوال کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بزرگی کو یاد کر اور اپنے دل میں جھانک اور مشاہدہ کر کہ جو کچھ تو دل میں رکھتا ہے خدا اسے جانتا ہے اور تیرے دل کے اسرار سے آگاہ ہے تیرے دل میں جو حق یا باطل پنہاں اور چھپا ہوا ہے اس سے مطلع ہے اپنی ہلاکت اور نجات کے راستے کو معلوم کر کہیں ایسا نہ ہو کہ خدا سے ایسی چیز کو طلب کرے کہ جس میں تیری ہلاکت ہو جب کہ تو خیال کرتا ہے کہ اس میں تیری نجات ہے۔

خدا قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ "کبھی انسان خیر کی جگہ اپنے شر کو چاہتا ہے انسان اپنے کاموں میں جلد باز اور جلدی کرنے والا ہے پس ٹھیک فکر کر کہ خدا سے کس کا سوال کر رہا ہے اور کس لئے طلب کر رہا ہے۔ دعا اپنے دل کو پروردگار کے مشاہدے کے لئے پگھلانا ہے اور اپنے تمام اختیارات کو چھوڑنا اور تمام کاموں کو اللہ تعالیٰ کے انتظار میں نہ رہ کیونکہ خدا تیرے راز اور سب سے زیادہ مخفی راز سے بھی آگاہ اور مطلع ہے۔ شاید تو خدا سے ایسی چیز طلب کر رہا ہے جب کہ تیری نیت اس کے خلاف ہے (521)

297

ساتواں وسیلہ

روزہ

تزکیہ نفس اور اس کی پاک کرنے اور خودسازی کے لئے ایک بہت بڑی عبادت کہ جس کے بہت زیادہ اثرات پائے جاتے ہیں وہ روزہ ہے۔ روزے بیک فضیلت میں بہت زیادہ احادیث وارد ہوئی ہیں جیسے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے کہ "روزہ جہنم کی آگ سے حفاظت کرنے والی ڈھال ہے (522)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "خدا فرماتا ہے کہ روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزاء دوں گا۔ (523)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "روزہ رکھنے والا بہشت میں پھرتا ہے اور فائدہ حاصل کرتا ہے اس کے

لئے فرشتے افسار کرنے تک دعا کرتے ہیں۔ (524)

پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " جو شخص ثواب کے لئے ایک مستحبی روزہ رکھے اس کے لئے بخشا جانا واجب ہے۔ (255) حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " روزہ دار کا سونا بھی عباد ہے اور اس کا چپ رہنا تسبیح ہے۔ اور اس کا عمل مقبول اور اس کی دعا قبول کی جاتی ہے۔ (526) رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ " اللہ تعالیٰ فرماتا ہے نیک

298

بندوں کے اعمال دس برابر سے سات سو برابر ثواب رکھتے ہیں سوائے روزے کہ جو میرے لئے مخصوص ہو تو اس کی جزاء میں دونگا پس روزے کا ثواب صرف خدا جانتا ہے۔ (527)

امیر المومنین علیہ السلام نے روایت کی ہے کہ رسول خدا نے معراج کی رات فرمایا۔ " اے میرے خالق۔ پہلی عبادت کونسی ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پہلی عبادت ساکت رہنا اور روزے۔ پیغمبر علیہ السلام نے عرض کی اے میرے خالق روزہ کا اثر کونسا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ روزے کا اثر دانائی ہے اور دانائی معرفت کا سبب ہوتی ہے۔ اور معرفت یقین کا سبب بنتی ہے اور جب انسان یقین کے مرتبے تک پہنچتا ہے تو پھر اس کو کوئی پرواہ نہیں کہ وہ سختی میں یا آرام میں زندگی کرے۔ (528)

روزہ ایک خاص عبادت ہے کہ جس میں دو پہلو نفی اور ثبات موجود ہوتے ہیں پہلا اپنے نفس کو کھانے پینے اور عزیز لذت سے جو شرعا جائز ہے روکنا اور محافظت کرنا۔ اسی طرح خدا اور رسول پر جھوٹ نہ باندھنا اور بعض دوسری چیزوں کو ترک کرنا ہوتا ہے۔ دوسرا۔ قصد قربت اور اخلاص کو جو در حقیقت اس عبادت کے روح کے بمنزلہ ہے۔ روزے کی حقیقت نفس کو روکنا اور مادی لذات سے حتمی طور سے قصد قربت سے محافظت کرنا ہوتا ہے۔ کھانا پینا جنسی عمل خدا اور رسول پر جھوٹ باندھنا روزے کو باطل کر دیتے ہیں فقہی کتابوں میں روزے کی یوں تعریف کی گئی ہے کہ اگر کوئی ان امور یعنی کھانے پینے جماع خدا اور رسول پر جھوٹ باندھے۔ انزال منی۔ حقنہ کرنا۔ غسل ارتماسی۔ جنابت پر باقی رہنا کو قصد قربت سے ترک کرے تو اس کی عبادت صحیح ہے اور اس کی قضاء اور کفارہ نہیں بتلایا گیا ہے بلکہ روزہ اس سے زیادہ وسیع معنی میں بیان کیا گیا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ روزہ صرف کھانے پینے کے ترک کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ حقیقی روزہ دار وہ ہے کہ جس کے تمام اعضاء اور جوارح گناہوں کو ترک کریں یعنی آنکھ آنکھوں کے گناہوں سے اسی طرح زبان اور کان ہاتھ پاؤں اور دوسرے اعضاء اپنے اپنے گناہوں کو ترک کریں ایسا روزہ اللہ کے خاص بندوں کا ہے۔

299

اس سے بلند اور بالا ایک وہ روزہ ہے جو خاص الخالص لوگوں کا روزہ ہے اور وہ ان چیزوں کے ترک کرنے کے علاوہ اپنے دل کو ہر اس خیال اور فکر سے فارغ کر دے جو خدا کی یاد سے روکے اور ہمیشہ خدا کی یاد میں رہے اور اسے حاضر اور ناظر جانے اور اپنے آپ کو خدا کا مہمان جانے اور اپنے آپ کو خدا کی ملاقات کے لئے آمادہ کے نمونے کے طور پر اس حدیث کی طرف توجہ کیجئے امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں روزہ صرف کھانے اور پینے کو ترک کرنے سے حاصل نہیں ہوتا۔ جب روزہ رکھے تو پھر کان اور آنکھ اور زبان اور شکم اور شرمگاہ کو بھی گناہوں سے محفوظ کرے اور ساکت رہے سوائے نیکی اور مفید کلام کے بات کرنے سے رکا رہے اور اپنی خدمت کرنے والوں اور نوکروں سے نرمی کرے جتنا ہو سکتا ہے ساکت رہے سوائے خدا کے ذکر کے اور اس طرح نہ ہو کہ روزے والا دن اس طرح کا ہو کہ جس دن روزہ نہ رکھا ہوا ہو۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے خطبہ میں فرمایا ہے جو شخص ماہ رمضان کا روزہ ساکت ہو کر رکھے اور کان اور آنکھ اور زبان اور شرمگاہ اور دوسرے بدن کے اعضاء کو جھوٹ اور حرام اور غیبت سے اللہ کے تقرب کی نیت سے روکے رکھے تو وہ روزہ اس کے تقرب کا اس طرح سبب بنے گا کہ گویا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہم نشین ہو۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " روزہ صرف نہ کھانے اور پینے کا نام نہیں ہے۔ (529) بلکہ اس کے شرائط ہیں کہ ان کی محافظت کرنی چاہئے تا کہ روزہ کامل اور تام ہو سکے وہ بے سکوت اور چپ رہنا۔ کیا تم نے حضرت مریم علیہا السلام کی بات نہیں سنی کہ جو آپ نے لوگوں کے جواب میں کہا تھا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے لئے نذر کی ہوئی ہے کہ آج کے دن کسی سے بات نہ کروں یعنی چونکہ روزے سے ہوں مجھے چپ رہنا چاہئے لہذا جب تم روزہ

رکھو تو اپنی زبان کو جھوٹ بولنے سے روکو۔ اور غصہ نہ کرو۔ گالیاں نہ دو بری باتیں نہ کرو۔ جھگڑا اور لڑائی نہ کرو۔ ظلم اور ستم سے پرہیز کرو۔ جہالت اور بد اخلاقی اور ایک دوسرے سے دوری سے پرہیز کرو۔ اللہ تعالیٰ کے

300

ذکر اور نماز سے غافل نہ رہو۔ سکوت اور تعقل اور صبر و صدق اور برے لوگوں سے دوری کا خیال کرو۔ باطل کلام جھوٹ بہتان دشمنی سوء ظن غیبت چغل خوری سے اجتناب کرو۔ اور آخرت کی طرف توجہ رکھو اور اس دن کے آنے کے انتظار میں رہو کہ جس دن خدا کا وعدہ پورا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا سامان مہیا کرو۔ آرام اور وقار خشوع خضوع ذلت کہ جب کوئی بندہ اپنے مولیٰ سے ڈرتا ہے اس کی رعایت کرو۔ خوف اور امید خوف اور ترس کی حالت میں رہو اور اگر اپنے دل کو عیبوں سے اور باطل کو دھوکا دینے سے اور بدن کو کثافت سے پاک اور صاف کرو۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر ایک چیز سے بیزاری کرو۔ اور اللہ کی حکومت کو روزے کے وسیلے سے اور ظاہر اور باطن کو جس سے خدا نے منع کیا ہے خالی کرنے سے قبول کر لیا اور اللہ تعالیٰ سے خوف اور خشیت کو ظاہر اور باطن میں ادا کیا اور روزہ کے دنوں اپنے نفس کو خدا کے لئے بخش دیا اور اپنے دل کو خدا کے لئے خالی کر دیا اور اسے حکم دیا تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرے اگر اس طرح اور اس کیفیت سے روزہ رکھا تو پھر تو واقعا روزہ دار ہے اور اپنے وظیفہ پر عمل کیا ہے اور ان چیزوں میں جتنی کمی اکرو گے اتنا ہی تیرا روزہ ناقص ہو جائیگا کیونکہ روزہ رکھنا صرف نہ کھانے اور پینے سے نہیں ہوتا بلکہ خدا نے روزے کو تمام افعال اور اقوال جو روزے کو باطل کر دیتے ہیں حجاب اور مانع قرار دیا ہے پس روزے رکھنے والے کتنے تھوڑے ہیں اور بھوکے رہنے والے بہت زیادہ ہیں۔ (530)

اپنے آپ کو سنوارنے میں روزے کا کردار اگر روزے کو اسی طرح رکھا جائے کہ جس طرح پیغمبر اسلام نے چاہا ہے اور اسی کیفیت اور شرائط سے بجالا جائے کہ جو شریعت نے معین کیا ہے تو پھر روزہ ایک بہت بڑی قیمتی اور مہم عبادت ہے اور نفس کے پاک کرنے میں بہت زیادہ اثر کرتا ہے روزہ ہر حالت میں نفس کو گناہوں اور برے اخلاق سے خالی کرنے اور نفس کو کامل اور

301

زینت دینے والے اور اللہ تعالیٰ کے اشراقات سے استفادہ کرنے میں کامل طور سے موثر ہوتا ہے۔ روزہ رکھنے والا گناہوں کے ترک کرنے کے وسیلے سے نفس امارہ پر کنٹرول کر کے اپنے قابو میں رکھتا ہے۔ روزے کے دن گناہوں کے ترک کرنے سے نفس کی ریاضت اور عملی تجربے کا زمانہ ہوتا ہے۔ اس زمانے میں نفس کو گناہوں اور کثافت سے پاک کرنے کے علاوہ جائز لذات کھانے پینے سے بھی چشم پوشی کرتا ہے اور اس وسیلے سے اپنے نفس کو صفا اور نورانیت بخشتا ہے کیونکہ بھوک باطن کے صفا اور خدا کی طرف توجہ کا سبب ہوتی ہے۔ انسان بھوک کی حالت میں غالباً خوش حالی کی حالت پیدا کر لیتا ہے کہ جو پیٹ بھری حالت میں اسے حاصل نہیں ہوتی۔ خلاصہ روزہ تقویٰ حاصل کرنے میں بہت زیادہ تاثیر رکھتا ہے اسی لئے قرآن مجید میں تقویٰ حاصل کرنے کو روزے کے واجب قرار دینی کی غرض بتلایا گیا ہے۔ قرآن میں ہے۔ "اے وہ لوگو جو ایمان لے آئے روزہ تم پر واجب کیا گیا ہے جیسے کہ پہلے لوگوں پر واجب کیا گیا تھا کہ تم اس وسیلے سے صاحب تقویٰ ہو جاؤ۔ (531) جو شخص ماہ رمضان میں روز رکھے اور چونکہ روزہ دار پورے مہینے میں گناہوں اور برے اخلاق سے پرہیز کرتا ہے اور اپنے نفس پر قابو پالیتا ہے تو وہ ماہ رمضان کے بعد بھی گناہوں کے ترک کرنے کی حالت کو باقی رکھے گا۔

یہاں تک جو کچھ کہا اور لکھا گیا ہے وہ روزے کا نفس انسانی کے پاک کرنے اور نفس کو گناہوں اور کثافتوں سے صاف کرنے کا اثر لیکن روزہ کچھ مثبت اثرات بھی رکھتا ہے جو نفس کو کمال تک پہنچنے اور باطن کے خوشمنا ہونے اور ذات الہی تک تقرب کا موجب اور سبب بنتا ہے۔ جیسے۔

- 1_ روزہ یعنی نفس کو مخصوص مفطرات سے روکنا ایک ایسی عبادت ہے کہ جس میں اخلاص اور قصد قربت سے نفس کی تکمیل اور تربیت ہوتی ہے اور قرب الہی کا دوسری عبادتوں کی طرح سبب بنتی ہے۔
- 2_ گناہوں اور لذات کے ترک کرنے سے روزہ دار کا دل صاف اور پاک ہو جاتا

302

ہے اور خدا کے سوا ہر فکر اور ذکر سے فارغ ہوجاتا ہے اس وسیلے سے اللہ تعالیٰ کے اشراقات اور افاضات اور القاء اللہ کی استعداد اور قابلیت پیدا کر لیتا ہے اور اس حالت میں اللہ تعالیٰ کے الطاف اور عنایات اسے شامل حال ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے جذبے سے قرب الہی کو حاصل کر لیتا ہے۔ اسی لئے احادیث میں وارد ہوا ہے کہ روزے دار کا سانس لینا اور سونا بھی ثواب اور عبادت ہے۔

3_ روزے کے دن عبادت اور نماز اور دعا اور قرآن پڑھنے ذکر اور خیرات اور میرات کے بہترین دن ہوتی ہیں کیونکہ نفس حضور قلب اور اخلاص اور اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے کے لئے دوسرے دلوں سے زیادہ آمادہ اور حاضر ہوتا ہے۔ ماہ رمضان عبادت کی بہار اور خدا کی طرف توجہ کرنے کے لئے بہترین وقت ہوا کرتا ہے اسی لئے احادیث میں ہے کہ جب ماہ رمضان آتا تھا تو امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے فرزند سے سفارش کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ " عبادت کرنے میں کوشش کرو کیونکہ اس مہینے میں رزق تقسیم کیا جاتا ہے۔ اور اجل اور موت لکھی جاتی ہے۔ اس میں وہ لوگ جو خدا کے پاس جائیں گے لکھے جاتے ہیں۔ ماہ رمضان میں تک ایک رات ایسی کہ جس میں عبادت کرنا ہزار مہینے سے زیادہ افضل ہے۔ (532) امیرالمومنین نے لوگوں سے فریاد کہ " ماہ رمضان میں دعا زیادہ کیا کرو اور توبہ اور استغفار کرو کیونکہ دعا کے وسیلے سے تم سے مصیبتیں دور کی جائیں گی اور توبہ اور استغفار کے ذریعے سے تمہارے گناہ مٹ جائیں گے۔ (533)

امیرالمومنین نے روایت کی ہے کہ " رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایک دن ہمارے لئے خطبہ بیان کیا اور اس میں فرمایا لوگو۔ ماہ رمضان کا مہینہ برکت اور رحمت اور مغفرت کی ساتھ تمہارے طرف آیا ہے یہ مہینہ دوسرے مہینوں سے خدا کے نزدیک بہترین مہینہ ہے۔ اس کے دن دونوں سے بہترین دن ہیں اور راتیں راتوں میں سے بہترین راتیں ہیں اس کی گھڑیاں گھڑیوں میں سے بہترین گھڑیاں ہیں یہ ایسا مہینہ ہے کہ جس میں تم خدا کی طرف اس میں دعوت دینے گئے ہو اور اللہ تعالیٰ کی نزدیک

303

صاحب کرامت قرار دیئے گئے ہو۔ اس میں تمہارا سانس لینا تسبیح کا ثواب رکھتا ہے اور تمہارا سونا عبادت کا ثواب رکھتا ہے۔ اس مہینے میں تمہارے اعمال قبول کئے جاتے ہیں اور تمہاری دعائیں قبول کی جاتی ہیں پس تم سچی نیت اور پاک دل سے خدا کو پکارو کہ اس نے تمہیں اس میں روزہ رکھتے اور قرآن پڑھنے کی توفیق عنایت فرمائی ہے کیونکہ بدبخت اور شقی ترین وہ شخص ہے جو اس بزرگ مہینے میں اللہ تعالیٰ کے بخشنے جانے سے محروم رہے اس میں اپنی بھوک اور پیاس سے قیامت کی بھوک اور پیاس کو یاد کرو۔ فقراء اور مساکین کو صدقہ دو اور بڑوں کا احترام کرو اور اپنے سے چھوٹوں پر رحم کرو۔ اور رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرو۔ اپنی زبان کی حفاظت کرو اور حرام چیزوں سے اپنی آنکھوں کو بندہ کرو اور کانوں کو احرام کے سننے سے بند کرو۔ یتیموں پر رحم اور مہربانی کرو۔ اور اپنے گناہوں سے توبہ کرو۔ اور نماز کے اوقات میں اپنے ہاتھوں کو دعا کرنے کے لئے بلند کرو کیونکہ یہ وقت بہترین وقت ہے کہ خدا لوگوں پر رحمت کی نگاہ ڈالتا ہے اور ان کی مناجات کو قبول کرتا ہے اور ان کی پکار پر لبیک کہتا ہے جب کوئی سوال کرے اسے عطا کرتا ہے اور اس کی دعا کو قبول کرتا ہے۔ لوگو تمہاری جانیں تمہارے اعمال کے مقابلے میں گروہی میں پس استغفار کے ذریعے انہیں آزاد کراؤ۔

تمہاری پشت گناہوں کی وجہ سے سنگین ہو چکی ہے طویل سجدوں سے اس بار سنگین کو ہلکار کرو اور جان لو کہ خدا نے اپنے عزت کی قسم کھا رکھی ہے کہ نماز پڑھنے اور سجدہ کرنے والوں کو عذاب نہ کرے اور ان کو قیامت کے دن جہنم کی آگ سے ڈرائے۔

لوگو جو شخص اس مہینے میں روزہ دار کو افطاری کرائے اسے ایک بندے کے آزاد کرنے کا ثواب دیا جائیگا اور گذرے ہوئے گناہوں کو معاف کر دیا جائیگا۔ کہا گیا۔ یا رسول اللہ۔ ہم تمام افطاری دینے پر قدرت نہیں رکھتے۔ آپ نے فرمایا کہ دوزخ کی آگ سے بچو خواہ ایک ٹکڑا یا پانی کا ایک گھونٹ پلانا ہی کیوں نہ ہو۔ لوگو جو شخص اس مہینے میں اپنے اخلاق کو اچھا کرے قیامت کے دن دل پل صراط سے عبور کرے گا۔ اور خدا

304

اسے آزاد کرے گا۔ جو شخص اس مہینے میں کسی بندے کے کام کو آسان کر دے خداوند عالم قیامت کی دن اس کے کام کو آسان کر دے گا۔ جو شخص اس مہینے میں اپنی برائی کو لوگوں سے روکے خدا قیامت کے دن اپنے غضب کو اس سے

روکے گا۔ جو شخص کسی یتیم کی عزت کرے خدا قیامت کے دن اسے اپنی رحمت سے متصل کرے گا جو شخص قطع رحمی کرے خدا قیامت کے دن اس سے اپنی رحمت کو قطع کر دے گا۔ جو شخص اس مہینے میں مستحب نمازیں پڑھے خدا اس کے لئے جہنم سے برات لکھ دے گا۔ جو شخص اس مہینے میں مجھ پر زیادہ درود بھیجے خدا اس کے نامہ اعمال کے ترازو کو بہاری قرار دے گا۔ جو شخص اس مہینے میں قرآن کی ایک آیت پڑھے اس کو ایک قرآن کے ختم کرنے کا جو دوسرے مہینوں میں پڑھے گا ثواب دیا جائیگا۔ لوگو اس مہینے میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ سے طلب کرو کہ وہ تم پر بند نہ کرے۔ اس مہینے میں دوزخ کے دروازے بند کر دیئے اتے ہیں۔ خدا سے طلب کرو کہ وہ تم پر کھول نہ دیئے جائیں۔ اس مہینے میں شیطانوں کو زنجیروں میں بند کر دیا جاتا ہے خدا سے طلب کرو کہ ان کو تم پر تسلط اور غلبہ نہ دیا جائے۔

امیر المؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا۔ یا رسول اللہ اس مہینے میں سب سے بہترین عمل کونسا ہے؟ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا اے ابوالحسن۔

اس مہینے میں محرمات سے پرہیز کرنا سب سے زیادہ افضل عمل ہے۔ (534) جیسے کہ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے یہ ہے کہ ماہ رمضان پر برکت اور بافضیلت مہینہ ہے یہ عبادت اور اپنے آپ کو بنانے دعا اور تہجد نفس کی تکمیل اور تربیت کا مہینہ ہے۔ اس مہینے میں عبادت دوسرے مہینوں کی نسبت کئی برابر ثواب رکھتی ہے یہاں تک کہ اس مہینے میں مومن کا سانس لینا بھی عبادت ہے۔ اس مہینے میں جنت کے دروازے مومنین کے لئے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے خدا کے بندوں کو عبادت کی طرف بلاتے

305

رہتے ہیں بالخصوص سحری اور شب قدر کہ جس میں جاگتے رہنا اور عبادت کرنا ہزار مہینے سے افضل ہے خدا نے اس مہینے میں عام دربار لگایا ہے اور تمام مومنین کو اپنی طرف مہمانی کے لئے بلایا ہے اس دعوت کا پیغام پیغمبر علیہم السلام لائے ہیں۔

میزبان جواد مطلق ہے۔ اللہ کے مقرب فرشتے مہمان مومنین کے خدمت گزار ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا عام دسترخوان بچھا ہوا ہے۔ مختلف قسم کی نعمتیں اور جوائز کہ جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے اور نہ کسی کان نے سنا ہے۔ اور نہ کسی کے دل پر ظہور کیا ہے مہیا کر دی گئی ہیں۔ رمضان کا مہینہ پر برکت اور با فضیلت مہینہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق ہر طرف سے آمادہ اور مہیا ہے۔ دیکھیں کہ ہماری ہمت اور لیاقت کتنی ہے اگر ہم نے غفلت کی تو قیامت کے دن پشیمان ہونگے لیکن اس دن پشیمانی کوئی قائدہ مند نہ ہوگی۔ ماہ رمضان کی دعائیں مفاتیح الجنان اردو اور دوسری دعاؤں کی کتابوں میں موجود ہیں جیسے مفاتیح الجنان جدید و غیرہ۔ خلوص اور توجہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے تقرب اور سیر و سلوک کے لئے ان سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

آخر میں بتلا دینا چاہتا ہوں کہ باقی تمام عبادات بھی نماز اور روزے ذکر اور دعا کی طرح اپنے آپ کو بنانے اور سنوارنے اور تکمیل اور تربیت نفس میں مفید اور موثر ہوتے ہیں چونکہ ہماری بنا اختصار پر تھی لہذا ان کو توضیح اور تشریح سے صرف نظر کیا ہے۔

خودسازي

یعنی

ترکیہ و تہذیب نفس

306

حواشی-1

1_ لقد منّ اللہ علیہ المؤمنین اذ بعث فیہم رسولاً من انفسہم یتلوا علیہم آیاتہ و یرکبہم و یعلمہم الکتاب و الحکمۃ و ان کانوا من

قبل لفي ضلال مبين_ آل عمران/ 164

- 2_ قال رسول الله صلى الله عليه و آله: عليكم بمكارم الاخلاق فإن الله عزوجل بعثني بها_ بحار/ ج 69 ص 375_
- 3_ عن النبي صلى الله عليه و آله انه قال: انما بعثت لاتمم مكارم الاخلاق_ مستدرك/ ج 2 ص 282_
- 4_ قال ابو عبدالله عليه السلام: ان الله تبارك و تعالى خصّ الانبياء بمكارم الاخلاق، فمن كانت فيه فليحمد الله على ذلك، و من لم يكن فليتضرع الى الله و ليسئله_ مستدرك/ ج 2 ص 283_
- 5_ قال امير المؤمنين عليه السلام: لو كنا لا نرجو جنة و لا نخشى ناراً و لا ثواباً و لا عقاباً لكان ينبغي لنا ان نطلب مكارم الاخلاق فانها مما تدل على سبيل النجاح_ مستدرك/ ج 2 ص 283_
- 6_ عن ابي جعفر عليه السلام قال: ان اكمل المؤمنين ايماناً احسنهم خلقاً_ كافي/ ج 2 ص 99_
- 7_ جاء رجل الى رسول الله عليه و آله من بين يديه فقال: يا رسول الله ما الدين؟ فقال: حسن الخلق_ ثم اتاه من قبل يمينه فقال: يا رسول الله ما الدين؟ فقال: حسن الخلق_ ثم اتاه من قبل شماله فقال: ما الدين؟ فقال: حسن الخلق_ ثم اتاه من ورائه فقال: ما الدين؟ فالتفت اليه فقال: اما تفقه؟ هو ان لا تغضب_ محجة البيضاى/ ج 5 ص 89_
- 8_ الذى احسن كل شيء خلقه و بدا خلق الانسان من طين، ثم جعل نسله من سلالة من ماء مهين ثم سواه و نفخ فيه من روحه و جعل لكم السمع و الابصار و الافئدة قليلاً ما تشكرون_ سجدة/ 7_

307

- 9_ فاذا سوّيته و نفخت فيه من روحي فقعوا له ساجدين_ حجر/ 29_
- 10_ و لقد كرّمنا بنى آدم و حملناهم فى البر و البحر و رزقناهم من الطيبات و فضلناهم على كثير ممن خلقنا تفضيلاً_ اسراء/ 70_
- 11_ قل ان الخاسرين الذين خسروا انفسهم و ابلهيم يوم القيامة الا ذلك هو الخسران المبين_ زمر/ 15_
- 12_ قال على عليه السلام: عجبت لمن ينشد ضالته و قد اضلّ نفسه فلا يطلبها_ غرر الحكم/ ص 495_
- 13_ و يسئلونك عن الروح قل الروح من امر ربي و ما اوتيتم من العلم الا قليلاً_ اسراء/ 85_
- 14_ قال على عليه السلام: ان النفس لجويرة ثمنية من صانها رفعها و من ابتذلها وضعها_ غرر الحكم/ ص 226_
- 15_ قال على عليه السلام: من عرف نفسه لم ينهنا بالفانيات_ غرر الحكم/ ص 669_
- 16_ قال على عليه السلام: من عرف شرف معناه صانه عن دنائة شهوته و زور مناه_ غرر الحكم/ ص 710_
- 17_ قال على عليه السلام: من شرف نفسه كثرت عواطفه_ غرر الحكم / ص 638_
- 18_ قال على عليه السلام: من شرف نفسه نزّبا عن ذلّه المطالب_ غرر الحكم/ ص 699_
- 19_ و اما من خاف مقام ربّه و نهى النفس عن الهوى فإنّ الجنة بي الماوي_ نازعات/ 41_
- 20_ و ما ابرء نفسى انّ النفس لا مارة بالسوء الا ما رحم ربّي_ يوسف/ 53_
- 21_ قال النبي صلى الله عليه و آله: اعدى عدوك نفسك التي بين جنبيك_ بحار/ ج 70 ص 64_
- 22_ قال على عليه السلام: انّ النفس لامارة بالسوء فمن اتتمنها خاتمه و من استنام اليها اهلكته و من رضى عنها اوردته شرّ الموارد_ غرر الحكم/ ص 226_
- 23_ قال عليه بن الحسين عليه السلام فى دعاه: الهى اليك اشكو نفساً بالسوء امارة و الى الخطئية مبادرة و بمعاصيك مولعة و لسخطك متعرضه تسلك بي مسالك المهالك_ بحار/ ج 94 ص 143_
- 25_ فان لم يستجيبوا لك فاعلم انما يتبعون ابوانهم من اضلّ ممن اتبع بواه بغير هدى من الله انّ الله لا يهدى القوم الضالين_ قصص/ 50_
- 26_ و لقد ذرانا لجهنم كثيراً من الجن و الانس لهم قلوب لا يفقهون بها و لهم اعين لا يبصرون بها و لهم اذان لا يسمعون بها اولئك كالانعام بل هم اضلّ اولئك هم الغافلون_ اعراف/ 179_

308

- 27_ افرايت من اتخذ الهه بواه و اضلّه الله على علم و ختم على سمعه و قلبه و جعل على بصره غشاوة فمن يهديه من بعد الله

- افلا تذكرون_ جائيه/ 23_
- 28_ قال على عليه السلام: المغبون من شغل بالدنيا و فاته حظه من الآخرة_ غرر الحكم/ ج 1 ص 88_
- 29_ قال على عليه السلام: اكم نفسك من كل دنياه و ان ساقطك الى الرغائب، فانك لن تعترض بما تبدل من نفسك عوضاً و لا تكن عبد غيرك و قد جعلك الله حرّاً و ما خير خيراً لا ينال الا بشرّ و يسر لا ينال الا بعسر_ نهج البلاغه صبحي صالح/ ص 401
- كتاب_ 31_
- 30_ قال الامير المؤمنين عليه السلام: لبئس المتجر ان ترى الدنيا لنفسك ثمناً و ممالك عند الله عوضاً_ نهج البلاغه / خطبه 33_
- 75_
- 31_ و نفس و ما سويها فاهمها فجورها و تقوى با، قد افلح من زكّيا و قد خاب من دسى با_ شمس/ 7 تا 10_
- 32_ قيل لعلى بن الحسين عليه السلام: من اعظم الناس خطراً؟ قال: من لم ير الدنيا خطراً لنفسه_ تحف العقول/ ص 285_
- 33_ قال على عليه السلام: من كرمت عليه نفسه بانته عليه شهبواته_ نهج البلاغه/ قصار 449_
- 34_ يعلمون ظاهراً من الحياة الدنيا و هم عن الآخرة غافلون_ روم/ 7_
- 35_ لقد كمننت في غفلة من هذا فبصرك اليوم حديد_ ق/ 22_
- 36_ كل نفس بما كسبت ربينة_ مدثر/ 38_
- 37_ ثم توفي كل نفس ما كسبت و هم لا يظلمون_ آل عمران/ 161_
- _ لا يؤاخذكم الله باللغو في ايمانكم و لكن يؤاخذكم بما كسبت قلوبكم و الله غفور حلِيم_ بقره/ 225_
- 38_ لا يكلف الله نفساً الا وسعها لها ما كسبت و عليه ما اكتسبت_ بقره/ 286_
- 39_ يوم تجد كل نفس ما عملت من خير محضراً و ما عملت من سوي: توذ لو ان بيننا و بينه امدأ بعيداً_ آل عمران/ 30_
- 40_ من عمل صالحاً فلنفسه و من اساء فعليها ثم الى ربكم ترجعون_ جائيه/ 15_
- 41_ فمن يعمل مثقال ذره خيراً يره و من يعمل مثقال ذرة شراً يره_ زلزال/ 7_
- 42_ و ما تقدّموا لا نفسكم من خير تجدوه عندالله_ بقره/ 11_
- 43_ يوم لا ينفع مال و لا بنون الا من اتى الله بقلب سليم_ شعرائ/ 85_

309

- 44_ قال النبي صلى الله عليه و آله: يا قيس لا بد لك من قرين يدفن معك و هو حيّ و تدفن معه و انت ميت فان كان كريماً اكرمك و ان كان لئيماً لا ملك ثم لا يحشر الا معك و لا تحشر الا معه و لا تسال الا عنه فلا تجعله الا صالحاً فان ان صلح انست به و ان فسد لا تستوحش الا منه و هو فعلك_ جامع السعادات/ ج 1 ص 17_
- 45_ من عمل صالحاً من ذكر او انثى و هو مؤمن فلنحيينه حياة طيبة_ نحل/ 97_
- 46_ قال ابو عبدالله عليه السلام: قال الله تبارك و تعالي: يا عبادى الصديقين تنعمو بعبادتي في الدنيا فانكم تنعمون بها في الآخرة_ بحار الانوار/ ج 70 ص 253_
- 47_ قال على عليه السلام: مداومة الذكر قوت الارواح_ غرر الحكم/ ص 764_
- 48_ قال على عليه السلام: عليك بذكر الله فانه نور القلوب_ غرر الحكم/ ص 479_
- 49_ قرة العيون_ تا ليف مرحوم فيض/ ص 466_
- 50_ الذين ياكلوم اموال اليتامى ظلماً انما ياكلوم في بطونهم ناراً و سيصلون سعيراً_ نساء/ 100_
- 51_ من كان في هذه اعمى فهو في الآخرة اعمى و اضلف سبيلاً_ اسرائ/ 72_
- 52_ من كان يريد العزة فلله العزة جميعاً اليه يصعد الكلم الطيب و العمل الصالح يرفعه_ فاطر/ 10_
- 53_ و في الحديث النبوي يحشر بعض الناس على صور يحسن عندنا القردة و الخازير_ قرة العيون/ ص 479_
- 54_ قال على عليه السلام: فالصورة صورة انسان و القلب حيوان، لا يعرف باب الهدى فيتبعه و لا باب العمى فيصد عنه و ذلك ميّت الاحياء_ نهج البلاغه خطبه/ 87_
- 55_ قال ابو عبدالله عليه السلام: ان المتكبرين يجعلون في صور الذرّ، يتوطؤهم الناس حتى يفرق الله من الحساب_ بحار الانوار/ ج 7 ص 201_

56_ تكوير/ 5_

57_ نبا / 18_

58_ تفسير مجمع البيان/ ج 10 ص 423، روح البيان/ ج 10 ص 299، نور الثقلين/ ج 5 ص 493_

59_ افلم يسيروا فى الارض فتكون لهم قلوب يعقلون بها_ حج/ 46_

60_ لهم قلوب لا يفقهون بما و لهم اعين لا يبصرون بها_ اعراف/ 179_

61_ اولئك كتب فى قلوبهم الايمان و ايدهم بروح منه_ مجادلته/ 22_

62_ و طبع على قلوبهم فهم لا يفقهون_ توبه/ 78_

310

63_ يحذر المنافقون ان تنزل عليهم سورة تنبئهم بما فى قلوبهم_ توبه/ 64_

64_ و من يؤمن بالله يهد قلبه و الله بكل شيء عليم_ تغابن/ 11_

65_ ان فى ذلك لذكرى لمن كان له قلب او القى السمع و هو شهيد_ ق/ 37_

66_ الا بذكر الله تطمئن القلوب_ رعد/ 28_

67_ بو الذى انزل السكينة فى قلوب المؤمنين ليزدادوا ايماناً_ فتح/ 4_

68_ انما يستاد ذلك الذين لا يؤمنون بالله و اليوم الاخر و ارتابت قلوبهم فهم فى ريبهم يترددون_ توبه/ 45_

69_ و جعلنا فى قلوب الذين اتبعوه رافة و رحمة_ حديد/ 27_

70_ بو الذى ايدك بنصره و بالمؤمنين و آلف بين قلوبهم_ انفال/ 63_

71_ و لو كنت فظاً غليظ القلب لا نفضوا من حولك_ آل عمران/ 159_

72_ نزل به الروح الامين على قلبك لتكون من المنذرين_ شعرا/ 194_

73_ فارجى الى عبده ما اوحى ما كذب الفؤاد ما را ي_ نجم/ 11_

74_ يوم لا ينفع مال و لا بنون الا من اتى الله بقلب سليم_ شعرا/ 89_

75_ ان فى ذلك لذكرى لمن كان له قلب_ ق/ 37_

76_ و ازلفت الجنة للمتقين غير بعيد_ بدأ ما توعدون لكل اواب حفيظ_ من خشى الرحمن بالغيب و جاء بقلب منيب_ ق/ 31_

33

77_ فى قلوبهم مرض فزادهم الله مرضاً_ بقره/ 10_

78_ فترى الذين فى قلوبهم مرض يسارعون فيهم يقولون نخشى ان تصيبنا دائرة_ مائده/ 52_

79_ و من اعرض عن ذكرى فان له معيشة ضنكا و نحشره يوم القيامة اعمى_ قال لم حشرتنى اعمى و قد كنت بصيراً قال

كذلك اتتك آياتنا فنسيتها و كذلك اليوم تنسى_ طه/ 125_

80_ افلم يسيروا فى الارض فتكون لهم قلوب يعقلون بها و اذان يسمعون بها فانها لا تعمى الابصار و لكن تعمى القلوب التى فى

الصدور_ حج/ 46_

81_ و من كان فى بذه اعمى فهو فى الاخرة اعمى و اضل سبيلاً_ اسراء/ 72_

82_ و من يهدى الله فهو المهتدى و من يضلل فلن تجد لهم اولياء من دونه و نحشرهم يوم القيامة على وجوه عمياً و بكمأ و صمأ_

اسراء/ 97_

83_ فالذين آمنوا به و عزروه و نصروه و اتبعوا النور الذى معه اولئك هم المفلحون_ اعراف/ 157_

84_ قد جاتكم من الله نور و كتاب مبين_ مائده/ 15_

311

85_ افمن شرح الله صدره للاسلام فهو على نور من ربه، فويل للقاسية قلوبهم من ذكر الله اولئك فى ضلال مبين_ زمر/ 22_

86_ كتاب انزلناه اليك لتخرج الناس من الظلمات الى النور_ ابراهيم/ 1_

87_ يوم ترى المؤمنين و المؤمنات يسعى نورهم بين ايديهم و بايمانهم بشراكم اليوم جنات تجرى من تحتها الانهار خالدين فيها

ذلك هو الفوز العظيم_ حديد/ 12_

- 88_ يوم يقول المنافقون و المنافقات للذين آمنوا انظرونا نقتبس من نوركم قيل ارجعوا ورائكم فالتمسوا نوراً_ حديد/ 13_
- 89_ عن ابي جعفر عليه السلام قال: القلوب ثلاثة: قلب منكوس لا يعثر على شيء من الخير و هو قلب الكافر و قلب فيه نكتة سواد فالخير و الشر يعتلجان، فما كان منه اقوى غلب عليه، و قلب مفتوح فيه مصباح يزهر فلا يطفأ نوره الى يوم القيامة و هو قلب المؤمن_ بحار/ ج 70 ص 51_
- 90_ عن ابي عبدالله عليه السلام قال: كان ابي يقول: ما من شيء افسد للقلب من الخطيئة، ان القلب ليوافق الخطيئة فما تزال حتى تغلب عليه فيصير اسفله اعلاوه و اعلاه اسفله_ بحار/ ج 70 ص 54_
- 91_ عن علي بن الحسين عليه السلام في حديث طويل يقول فيه: الا ان للعبد اربع اعين: عينان يبصر بهما امر دينه و دنياه، و عينان يبصر بهما امر آخرته_ فاذا اراد اله بعبد خيراً فتح ليه العينين اللتين في قلبه فابصر بهما الغيب و امر آخرته و اذا اراد به غير ذلك ترك القلب بما فيه_ بحار/ ج 70 ص 53_
- 92_ عن ابي عبدالله عليه السلام قال: ان للقلب اذنين، روح الايمان يساره بالخير و الشيطان يساره بالشر فايهما ظهر على صاحبه غلبه_ بحار/ ج 70 ص 53_
- 93_ عن الصادق عليه السلام قال: قال رسول الله صلى الله عليه و آله: شر العمى و عمى القلب_ بحار/ ج 70 ص 51_
- 94_ عن ابي جعفر عليه السلام قال: ما من عبداً الا و في قلبه نكتة بيضاء فاذا اذنب ذنباً خرج في النكتة نكتة سواء_ فان تاب ذهب ذلك السواد، و ان تمادى في الذنوب زاد ذلك السواد حتى يغطي البياض، فاذا غطى البياض لم يرجع صاحبه الى خير ابداً و هو قول الله تعالى: كلاً بل ران على قلوبهم ما كانوا يكسبون_ كافي / ج 2 ص 273_
- 95_ قال علي عليه السلام: و من قل ورعه مات قلبه و من مات قلبه دخل النار_ نهج البلاغة_
- 96_ فيما اوصى به امير المؤمنين عليه السلام ابنه، قال: يا بني ان البلاء الفاقة و اشد من ذلك مرض البدن و اشد من ذلك مرض القلب_ و ان من النعم سمة المال و افضل من ذلك صحة البدن و افضل من ذلك تقوى القلوب_ بحار الانوار/ ج 70 ص 51_

312

- 97_ انس بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه و آله: ناجى داود ربه فقال الهى لكل ملك خزائنه فاين خزانتك؟ قال جل جلاله: لى خزينة اعظم من العرش و اوسع من الكرسي و اطيب من الجنة و ازين من الملكوت_ ارضها المعرفة و سماها الايمان و شمسها الشوق و قمرها المحبة و نجومها الخواطر و سحابها العقل و مطربها الحرمة و اثمارها الطاعة و ثمرها الحكمة_ و لها اربعة ابواب: العلم و الحلم و الصبر و الرضا_ الا وى القلب_ بحار الانوار/ ج 70 ص 59_
- 98_ فلو لا اذ جائهم با سنا تصرعوا و لكن قست قلوبهم و زين لهم الشيطان ما كانوا يعملون_ انعام 43_
- 99_ فويل للقاسية قلوبهم من ذكر الله اولئك في ضلال مبين_ زمر/ 22_
- 100_ عن ابي جعفر عليه السلام قال: ما من عبد مؤمن الا و في قلبه نكتة بيضاء فان اذنب و تئى خرج من تلك النكتة سواد فان تمادى في الذنوب اتسع ذلك السواد حتى يغطي البياض فاذا غطى البياض لم يرجع صاحبه الى خير ابداً و هو قول الله " كلاً بل ران على قلوبهم ما كانوا يكسبون، بحار/ ج 73 ص 361_
- 101_ قال امير المؤمنين عليه السلام: ما جفت الدموع الا لقسوة القلوب و ما قست القلوب الا لكثرة الذنوب_ بحار/ ج 73 ص 354_
- 102_ قال رسول الله صلى الله عليه و آله : من علامات الشقاء: جمود العين و قسوة القلب و شدة الحرص فى طلب الرزق و الا صرار على الذنب_ بحار الانوار/ ج 73 ص 349_
- 103_ قال علي بن الحسين(ع) فى دعائه: الهى اليك اشكو قلباً قاسياً، مع الوسواس متقلباً و بالرزين و الطبع متلبساً و عيناً عن ابكاء من خوفك جامدة و الى ما تسربا طامحه_ بحار/ ج 94 ص 143_
- 104_ طبيب دواره بطبه قد احكم مراهمه و احمى مواسمه يضع من ذلك حيث الحاجة اليه، من قلوب عمى و آذان صمّ و السنة بكم متبع بدوائه مواضع الغفلة و مواطن الحيرة لم يستضيئوا باضواء الحكمة و لم يقد حوايزناد العلوم الثاقبة، فهم فى ذلك كالانعام السائمة و الصخور القاسية نهج البلاعة/ خطبه 108_
- 105_ قد جائتكم موعظة من ربكم و شفاء لما فى الصدور_ يونس/ 57_

- 106_ و نزل من القرآن ما هو شفاء و رحمة للمؤمنين اسراء/ 82
- 107_ قال على عليه السلام: و تعلموا القرآن فانه احسن الحديث و تفقهوا فيه فانه ربيع القلوب و استشفوا بنوره فانه شفاء الصدور نهج البلاغه/ خطبه 110
- 108_ قال على عليه السلام: و اعلموا انه ليس على احد بعد القرآن من فاقة و لا لاحد قبل القرآن من غني، فاستشفوه من اودانكم و استعينوا به على لا وانكم فانه فيه شفاء من اكبر الداء و هو الكفر و الغي و الضلال نهج البلاغه/ خطبه 176
- 313
- 109_ عن ابي جعفر عليه السلام قال: لما خلق الله العقل استنطقه، ثم قال له: اقبل، فاقبل ثم قال له: ادبر فادبر ثم قال: و عزتي و جلالي ما خلقت خلقا احب الي منك و لا اكملتك الا فيمن احب اما اني اياك امر و اياك انهى و اياك اثيب كافي/ ج 1 ص 10
- 110_ كذلك يبين الله لكم آياته لعلكم تعقلون بقره/ 242
- 111_ افلم يسيروا في الارض فتكون لهم قلوب يعقلون بها حج/ 46
- 112_ ان شر الدواب عند الله الصم البكم الذين لا يعقلون انفال/ 22
- 113_ و يجعل الرجس على الذين لا يعقلون يونس/ 100
- 114_ بعض اصحابنا رفعه الى ابي عبدالله عليه السلام قال: قلت له ما العقل؟ قال: ما عبد به الرحمان و اكتسب به الجنان كافي/ ج 1 ص 11
- 115_ قال ابو عبدالله عليه السلام: من كان عاقلاً كان له دين و من كان له دين دخل الجنة كافي/ ج 1 ص 11
- 116_ قال ابو الحسن موسى بن جعفر عليه السلام (في حديث): يا بشام ان الله على الناس حجتين: حجة ظاهرة و حجة باطنة فاما الظاهرة فالرسل و الانبياء و الائمه و اما الباطنة فالعقول كافي/ ج 1 ص 16
- 117_ قال ابو عبدالله عليه السلام: اكمل الناس عقلاً احسنهم خلقاً كافي/ ج 1 ص 23
- 118_ قال ابو عبدالله عليه السلام: العقل دليل المؤمن كافي / ج / ص 25
- 119_ قال الرضا عليه السلام: صديق كل امرء عقله و عدوه جهله كافي/ ج / ص 11
- 120_ قال امير المؤمنين (ع): اعجاب المرء بنفسه دليل على ضعف عقله كافي/ ج 1 ص 27
- 121_ قال موسى بن جعفر عليه السلام: يا بشام من اراد الغنى بلامال و راحة القلب من الحسد و السلامة في الدين فليتضرع الى الله في مسالته باكن يكمل عقله فمن عقل قنع بما يكفيه و من قنع بما يكفيه استغنى و من لم يقنع بما يكفيه لم يدرك الغنى ابدا كافي / ج 1 ص 18
- 122_ قال موسى بن جعفر عليه السلام: يا بشام ان العقلاء تركوا فضول الدنيا، فكيف الذنوب، و ترك الدنيا من الفضل و ترك الذنوب من الغرض كافي/ ج 1 ص 17
- 123_ قال موسى بن جعفر (ع): يا بشام ان العاقل لا يكذب و ان كان فيه بواه كافي/ ج 1 ص 19
- 124_ قال موسى بن جعفر (ع): يا بشام لا دين لمن لا مروءة له و لا مروءة لمن لا عقل له و ان اعظم الناس قدراً الذي لا يرى الدنيا لنفسه خطراً اما ان ابدانكم ليس لها ثمن الا الجنة فلا تتبعوها بغيرها كافي/ ج 1 ص 19
- 125_ قال امير المؤمنين عليه السلام: ان التفكير يدعو الى البر و العمل به كافي/ ج 2 ص 55
- 314
- 126_ قال امير المؤمنين عليه السلام: التدبير قبل العمل يؤمنك من الندم بحار/ ج 71 ص 338
- 127_ ان رجلاً اتى رسول الله صلى الله عليه و آله فقال: يا رسول الله اوصني فقال له: فهل انت مستوص ان اوصيتك؟ حتى قال ذلك ثلاثاً في كلها يقول الرجل: نعمت يا رسول الله، فقال له رسول الله: فاني اوصيك اذا هممت بامر فتدبر عاقبته، فان يك رشداً فامضه و ان يك غياً فانته عنه بحار الانوار/ ج 71 ص 339
- 128_ قال رسول الله صلى الله عليه و آله: انما ابلك الناس العجلة و لو ان الناس تثبتوا لم يهلك احد بحار/ ج 71 ص 340
- 129_ قال رسول الله صلى الله عليه و آله: الاناة من الله و العجلة من الشيطان بحار/ ج 71 ص 340

- 130_ و اروي: التفكر مراتك ترايك سيناتك و حسناتك_ بحار/ ج 71 ص 325_
- 131_ بل الانسان على نفسه بصيرة، و لو القى معاذيره_ قيامت/ 14 و 15_
- 132_ افمن زين له سوء عمله فراه حسنا فان الله يضلّ من يشاء و يهدى من يشاء_ فاطر/ 8_
- 133_ قال علي (ع): فهم لانفسهم متهمون و من اعمالهم مشفقون و اذا زكى احد منهم خاف مما يقال له فيقول: انا اعلم بنفسى من غيرى و ربى اعلم من بنفسى_ نهج البلاغه/ خطبه 193_
- 134_ قال الصادق عليه السلام: احب اخوانى اليّ من ابدى اليّ عيوبى_ تحف العقول/ ص 385_
- 135_ قال رسول الله صلى الله عليه و آله: السعيد من وعظ بغيره_ بحار الانوار/ ج 71 ص 234_
- 136_ انّ النفس لا مارة بالسوء الا ما رحم ربّى_ يوسف/ 53_
- 137_ قال النبي الله صلى الله عليه و آله: اعدى عدوك نفسك التى بين جنبيك_ بحار/ ج 70 ص 64_
- 138_ قال على عليه السلام: العقل و الشهوة ضدان، و مؤيد العقل العلم و مؤيد الشهوة الهوى، و النفس متنازعة بينهما_ فايهما قهر كانت فى جانبى_ غرر الحكم/ ج 1 96_
- 139_ قال على عليه السلام: الشرّ كامن فى طبيعة كل احد فان غلبه صاحبه بطن و ان لم يغلبه ظهر_ غرر الحكم/ ج 1 ص 105_
- 140_ قال على عليه السلام: اياكم و غلبة الشهوات على قلوبكم فان بدايتها ملكة و نهايتها بلكة_ غرر الحكم/ 16_
- 141_ قال على عليه السلام: من لم يملك شهوته لم يملك عقله_ غرر الحكم/ ج 2 ص 702_
- 142_ قال الصادق عليه السلام: من ملك نفسه اذا رغب و اذا رهب و اذا اشتبهى و اذا غضب و اذا رضى حرم الله جسده على النار_ وسائل الشيعه/ ج 6 ص 123_
- 143_ قال على عليه السلام: غالبوا انفسكم على ترك المعاصى يسهل عليكم مقادتها الى الطاعات غرر الحكم/ ج 2 ص 508_

315

- 144_ قال على عليه السلام: اذا صعب عليك نفسك فاصعب لها تذلل لك و خادع نفسك عن نفسك تتفدك_ غرر الحكم/ ج 1 ص 319_
- 145_ قال على عليه السلام: الشهوات اعلال قاتلات و افضل دوائها اقتناء الصبر عنها_ غرر الحكم/ ج 1 ص 72_
- 146_ قال على عليه السلام: املكوا انفسكم بدوام جابدا_ غرر الحكم/ ج 1 ص 131_
- 147_ قال على عليه السلام: اغلبوا ابوانكم و حاربوا فانيها ان تقيدكم توردم من الهلكة ابعده غاية غرر الحكم/ ج 1 ص 138_
- 148_ قال على عليه السلام: الا و ان الجهاد ث4من الجنة فمن جاهد نفسه ملكها و بى اكرم ثواب الله لمن عرفها_ غرر الحكم/ ج 1 ص 165_
- 149_ قال على عليه السلام: جاهد نفسك على طاعة الله مجاهدة العدوّ عدوّه، و غالبها مغالبة الضدّ صده فان اقوى الناس من قوى على نفسه_ غرر الحكم/ ج 1 ص 371_
- 150_ قال على عليه السلام: ان الحازم من شغل نفسه بجهاد نفسه فاصلحها و حبسها عن ابويتها و لذاتها فملكها و ان للعاقل بنفسه عن الدنيا و ما فيها و اهلها شغلاً_ غرر الحكم/ ج 1 ص 237_
- 151_ عن امير المؤمنين عليه السلام: ان رسول الله صلى الله عليه و آله بعث سرية فلما رجعوا قال: مرحباً بقوم قضوا الجهاد الاصغر و بقى عليهم الجهاد الاكبر: قيل: يا رسول الله و ما الجهاد الاكبر؟ فقال: جهاد النفس_ وسائل الشيعه/ ج 11 ص 124_
- 152_ قال على عليه السلام: ان افضل الجهاد من جاهد نفسه التى بين جنبيه_ وسائل الشيعه/ ج 11 ص 124_
- 153_ فى وصية النبي لعلى عليهم السلام قال: يا علي افضل الجهاد من اصبح لا يهيم بظلم احد_ وسائل/ ج 11 ص 123_
- 154_ والذين جاهدوا فينا لنهدينهم سبلنا_ عنكبوت/ 69_
- 155_ قال الصادق عليه السلام: طوبى لعبد جاهد الله نفسه و بواه و من هزم جند بواه ظفر برضائه و من جاور عقله نفس الامارة بالسوء با الجهد و الاستكانة و الخضوع على بساط خدمة الله تعالى فقد فاز فوزاً عظيماً، و لا حجاب اظلم و اواحش بين العبد و بين الرب من النفس و الهوى و ليس لقتلها فى قطعها سلاح و آلة مثل الافتقار الى الله و الخشوع و الجوع و الظماء بالذهار و السهر بالليل_ فان مات صاحبه مات شهيداً، ان عاش و استقام اذاه عاقبته الى الرضوان الاكبر_ قال الله تعالى: " و الذين جاهدوا

فينا لنهدينهم سبلنا و ان الله لمع المحسنين " و اذا رايت مجتهداً ابلى منك فى الاجتهاد فويخ نفسك و لمها و عيرها و حنّها على الازدباد عليه و اجعل لها زمماً من الامر و عناناً من النهي و سقها كالرائض للفاره الذى لا يذهب عليه خطوة الا و قد صحح اولها و

316

أخرها و كان رسول الله يصلّى حتى يتورّقد ما و يقول: افلا اكون عبدا شكوراً؟ اراد ان يعتبر به امته فلا تغفلوا عن الاجتهاد و التعبد و الرياضة بحال الا و انك لو وجدت حلاوة عبادة الله و رايت بركاتها و استنصت بنورها لم تصبر عنها ساعة واحدة، و لو قطعت ارباً ارباً، فما اعرض من اعرض عنها الا بحرمان فوائد السبق من العصمة و التوفيق بحرار/ ج 70 ص 96_

156_ بل الانسان على نفسه بصيرة و لو الفى معاذيره_ قيامة / 15_

157_ قال ابو عبدالله عليه السلام لرجل: انك قد جعلت طبيب نفسك و بين لك الداء و عرفت آية الصحة و دلت على الدواء فانظر كيف قيامك على نفسك_ كافي/ ج 2 ص 454_

158_ قال ابو عبدالله عليه السلام: من لم يجعل له نفسه واعظاً فان مواظ الناس لن تغنى عنه شيئاً بحرار/ ج 70 ص 70_

159_ قال ابو عبدالله عليه السلام يقول: ابن آدم لا تزال بخير ما كان لك واعظ من نفسك بحرار الانوار/ ج 70 ص 64_

160_ قال على عليه السلام: اعجز الناس من اعجز عن اصلاح نفسه_ غرر الحكم/ ج 1 ص 169_

161_ قال على عليه السلام: ينبغي ان يكون الرجل مهيمنا على نفسه مراقباً قلبه حافظاً لسانه_ غرر الحكم/ ج 2 ص 862_

162_ قال على عليه السلام: لا ترخص لنفسك فى شيء من سييء الاقوال و الافعال_ غرر الحكم/ ج 2 ص 801_

163_ قال على عليه السلام: غالب الشهوة قوة ضراوتها فان ان قويت ملكتك و استقادتك و لم تقدر على مقاومتها_ غرر الحكم/ 511_

164_ قال على عليه السلام: العادة عدو متملك_ غرر الحكم/ ص 33_

165_ قال على عليه السلام: العادة طبع ثان_ غرر الحكم/ ص 26_

166_ قال على عليه السلام: غالب الهوى مغالبة الخصم خصمه و حاربه محاربة العدو عدوه لعلك تملكه_ غرر الحكم/ ص 509

167_ قال امير المؤمنين عليه السلام: ترك الخطئية ايسر من طلب التوبه و كم من شهوة ساعة اورثت حزناً طويلاً و الموت فضح الدنيا فلم يترك لذى لب فرحاً_ كافي/ ج 2 ص 451_

168_ قال ابو عبدالله عليه السلام: اقصر نفسك عما يضربها من قبل ان تفارقك و اسع فى فكاكها كما تسعى فى طلب معيشتك فان نفسك ربيبة بعملك_ كافي/ ج 2 ص 455_

169_ و اما من خاف مقام ربه و نهى النفس عن الهوى فان الجنة هى الماوي_ نازعات/ 40_

317

170_ منتهى الامال/ ج 2 ص 126_

171_ منتهى الامال/ ج 2 ص 86_

172_ قال على عليه السلام: غالبوا نفسكم على ترك العادات و جاهدوا ابوائكم تملكوها_ غرر الحكم/ ص 508_

173_ قال على عليه السلام: افضل العبادة ترك العادة_ غرر الحكم/ ص 176_

174_ عن ابي جعفر عليه السلام قال: كل عين باكية يوم القيامة غير ثلاث: عين سهوت فى سبيل الله و عين فاضت من خشية الله و عين غضت عن محارم الله_ كافي/ ج 2 ص 80_

175_ عن ابي عبدالله (ع) قال: فيما ناجى الله عزوجل موسى (ع): يا موسى ما تقرب الي المتقربون بمثل الورع عن محارمي_ فانى ابيحهم جنات عدن لا اشرك معهم احداً_ كافي/ ج 2 ص 80_

176_ عنكبوت/ 69_

177_ قال على عليه السلام: من عمّر قلبه بدوام الفكر حسنت افعاله فى السرّ و الجهر_ غرر الحكم/ ص 690_

178_ قال على عليه السلام: نعم العون على اسر النفس و كسر عادتها الجوع_ غرر الحكم/ ص 773_

179_ قال على عليه السلام: من استدام رياضة نفسه انتفع_ غرر الحكم/ ص 647_

- 180_ محجة البيضاى/ ج 7 ص 308_
- 181_ قال على عليه السلام: تولوا من انفسكم تاديبها و اعدلو اباها عن ضراوة عاداتها_ غرر الحكم/ ص 350_
- 182_ محجة البيضاى/ ج 8 ص 170_
- 183_ قال على عليه السلام: من كرمت عليه نفسه بانته عليه شهبواته_ نهج البلاغه/ قصار 449_
- 184_ قيل لعلى بن الحسين عليه السلام: من اعظم الناس خطراً؟ قال: من لم ير الدنيا خطراً لنفسه_ تحف العقول/ ص 285_
- 185_ قال على عليه السلام: اكره نفسك على الفضائل فان الرذائل انت مطبوع عليها_ غرر الحكم/ ج 1 ص 130_
- 186_ قال على عليه السلام: عود نفسك فعل المكارم و تحمّل اعباء المغارم تشرف نفسك و تعمّر آخرتك و يكثر حامدوك_ غرر الحكم/ ص 492_
- 187_ قال على عليه السلام: الشبهوات اعلال قاتلات و افضل دوائها اقتناء الصبر عنها_ غرر الحكم/ ص 72_
- 188_ قال امير المؤمنين عليه السلام: لا ينبغي للمرء المسلم ان يواخى الفاجر فانه يزين له فعله و يجب ان يكون مثله و لا يعينه على امر دنياه و لا امر معاده، و مدخله و مخرجه من عنده شين عليه_ كافي/ ج 2 ص 640_

318

- 189_ عن ابي عبدالله عليه السلام قال: لا ينبغي للمرء المسلم ان يواخى الفاجر و لا الاحمق و لا الكذاب_ كافي/ ج 2 ص 640_
- 190_ قال رسول الله صلى الله عليه و آله: المرء على دين خليله و قرينه_ كافي / ج 2 ص 642_
- 191_ قال على عليه السلام: اياك و مصاحبة الفساق فان الشر بالشر يلحق_ غرر الحكم/ ص 147_
- 192_ قال على عليه السلام: اياك و معاشرية الاشرار فانهم كالنار مباشرتها تحرق_ غرر الحكم/ ص 147_
- 193_ قال على عليه السلام: احذر مجالسة قرين السوء فانه يهلك مقارنه و يردى مصاحبه_ غرر الحكم/ ص 142_
- 194_ قال على عليه السلام: اذا ابصرت العين الشبهة عمى القلب عن العاقبة_ غرر الحكم/ ص 315_
- 195_ قال على عليه السلام: فكرك في المعصية يحدوك على الوقوع فيها_ غرر الحكم/ ص 518_
- 196_ افرابت من اتخذ الهه هواه_ فرقان/ 43_
- 197_ و ما الحياة الدنيا الا متاع الغرور_ آل عمران/ 185_
- 198_ و ما الحياة الدنيا الا لعب و لهو و للدار الآخرة خير للذين يتقون افلا تعقلون_ انعام/ 32_
- 199_ اعملوا انما الحى وة الدنيا لعب و لهو و زينة و تفاخر بينكم و تكاثر فى الاموار و الاولاد كمثل غيث اعجب الكفار نباته ثم يهيج فتراه مصفراً ثم يكون حطاماً و فى الآخرة عذاب شديد_ حديد/ 20_
- 200_ امام بعد فأتى احذركم الدنيا فانها حلوة خضرة حفت بالشبهوات و تحببت بالعجالة و رافت بالقليل و تحلت بالآمال و تزينت بالغرور_ لا تدوم حيرتها و لا تؤمن فجعته، غرارة ضرارة حائلة زائلة نافذة بائدة اكاله غوالة_ نهج البلاغه/ خ 111_
- 201_ و الدنيا دار منى لها الفناء و لا يلبث منها الجلاء و بى حلوة خضراء و قد عجبت للطالب و التبتست بقلب الناظر_ نهج ابلاغه/ خ 45_
- 202_ و من يرد ثواب الدنيا نؤته منها و من يرد ثواب الآخرة نؤته منها_ آل عمران/ 145_
- 203_ المال و البنون زينة الحياة الدنيا و الباقيات الصالحات خير عند ربك ثواباً و خير املاً_ كهف/ 46_
- 204_ بقره/ 18_
- 205_ قال رسول الله صلى الله عليه و آله: العبادة سبعون جزءاً افضلها طلب الحلال_ كافي/ ج 5 ص 78_
- 206_ عن ابي جعفر (ع) قال: من طلب الرزق فى الدنيا استعفاً عن الناس و توسيعاً على ابله و تعطفاً على جاره لقي الله عزوجل يوم القيامة و وجهه مثل القمر ليلة البدر_ كافي/ ج 5 ص 88_
- 207_ عن ابي عبدالله عليه السلام قال: الكاد على عياله كالمجاهد فى سبيل الله_ كافي/ ج 5 ص 88_
- 208_ زين للناس حبّ الشهوات من النساء و البنين و القناطير المنقطرة من الذهب و الفضة و الخيل المسومة و الانعام و الحرث ذلك متاع الحياة الدنيا و الله عنده حسن المآب_ آل عمران/ 14_

319

- 209_ قال على عليه السلام: اِيَّاكَ و حَبِّ الدنِيا فانها اصل كل خطيئة و معدن كل بليَّةٍ_ غرر الحكم/ ص 150_
- 210_ عن ابي عبدالله عليه السلام قال: راس كل خطيئة حَبِّ الدنِيا_ بحار الانوار/ ج 3 ص 7_
- 211_ قال على عليه السلام: الناس ابناء الدنِيا و لا يلام الرجل على حَبِّ امه_ نهج البلاغه/ قصار 33_
- 212_ ان الدنِيا دار صدق لمن صدقها و دار عاقبة لمن فهم عنها_ و دار غنى لمن تزوّد منها و دار موعظة لمن اتَّعظ بها_ مسجد احبّاء الله و مصلى ملائكة الله و محبب وحي الله و متجر اولياء الله، اكتسبوا فيها الرحمة و ربحوا فيها الجنة_ نهج البلاغه/ كلمات قصار 130_
- 213_ عن ابي جعفر عليه انه كان يقول: نعم العون على الآخرة_ بحار/ ج 73 ص 127_
- 214_ قال ابو عبدالله عليه السلام: لا خير في من لا يحبّ جمع المال من حلال، يكفّ به وجهه و يقضى به دينه و يحصل به رحمه_ كافي/ ج 5 ص 72_
- 215_ فان الدنِيا لم تخلق لكم دار مقامٍ بل خلقت لكم مجازاً لتزودوا منها الاعمال الى دار القرار فكونوا منها على اوفار و قرّبوها الظهور للزيال_ نهج البلاغه/ خطبه 1323_
- 216_ ايها الناس انما الدنِيا دار مجاز و الآخرة قرار فخذوا من ممرّكم لمقرّكم و لا تهتكوا استاركم عند من يعلم اسراركم، و اخرجوا من الدنِيا قلوبكم من قبل ان تخرج منها ابدانكم، ففيها اختبرتم و لغربا خلقتم_ ان المرء اذا بلك قال الناس: ما ترك؟ و قالت الملائكة: ما قدّم؟ الله اَبانكم فقدّموا بعضا يكن لكم قرصاً، و لا تخلفوا كلاً فيكون فرضاً عليكم_ نهج البلاغه/ 203_
- 217_ الا و ان هذه الدنِيا التي اصبحتم تتمّونها و ترغبون فيها و اصبحتم تغضيبكم و ترضيكم ليست بداركم و لا منزلكم الذين خلقتهم له و لا الذي دعيتم اليه_ الا و انها ليست بباقية لكم و لا تبقىون عليها و هى و ان غرتكم منها فقد حذرتكم شرباً_ فدعوا غروربا لتحذيربا و اطماعها لتخويرها و سابقوا فيها الى الدار التي دعيتم اليها و انصرفوا قلوبكم عنها_ نهج البلاغه/ خ 173_
- 218_ ابن ابي يعفور قال قلت لا يعبد الله عليه السلام: انا لنحب الدنِيا فقال لي: تصنع بها ماذا؟ قلت اتزوج منها و احج و انفق على عيالي و انيل اخواني و اتصدق_ قال: ليس هذا من الدنِيا، هذا من الآخرة_ بحار الانوار/ ج 73 ص 106_
- 219_ و اعلموا عباد الله انّ المتقين ذهبوا بعاجل الدنِيا و آجل الآخرة فشاركوا اهل الدنِيا في دنياهم و لم يشاركهم اهل الدنِيا في آخرتهم_ سكنوا الدنِيا بافضل ما سكنت و اكلوا بافضل ما اكلت فحظوا من الدنِيا بما حظى به المترفون، و اخذوا منها ما اخذه الجبابرة المتكبرون، ثم انقلبوا عنا بالزاد المتلغ و المتجر الرابع_ اصابوا لذة زبد الدنِيا في دنياهم و تيقنوا انهم جيران الله غداً في آخرتهم_ لا ترد لهم دعوة و لا ينقص لهم نصيب من لذة_ نهج البلاغه/ كتاب 27_

320

- 220_ يا دنِيا يا دنِيا اليك عني، ابي تعرّضت؟ ام اليّ تشوّقت؟ لا حان حينك؟ ببهايت غرّى غيري، لا حاجة لي فيك، قد طلقناك ثلاثاً لا رجعة فيها فعيشك قصير و خطرك يسير و ملك حقير_ آه من قلة الزاد و طول الطريق و بعد السفر و عظيم المورد_ نهج البلاغه/ كلمات قصار 77_
- 221_ اليك عنفي يا دنِيا فحبلك على غاربك، قد انسلت من مخالبك و افلتت من حباتك و اجتنبت الذباب في مداحضك_ نهج البلاغه/ نامه 54_
- 222_ نهج البلاغه/ خطبه 33_
- 223_ يعلمون ظاهراً من الحياة الدنِيا و بم عن الآخرة بم غافلون_ روم/ 7_
- 224_ اولئك الذين اشتروا الحياة الدنِيا بالآخرة_ بقره/ 86_
- 225_ ارضيتم بالحياة الدنِيا من الآخرة فما متاع الحياة الدنِيا في الآخرة الا قليل_ توبه/ 38_
- 226_ ان الذين لا يرجون لقائنا و ضوا بالحياة الدنِيا و اطمانوا بها و الذين هم عن آياتنا غافلون_ اولئك ماواهم النار بما كانوا يكسبون_ يونس/ 8_
- 227_ عن ابي عبدالله عليه السلام قال: ابعد ما يكون العبد من الله اذا لم يهّمه الا بطنه و فرجه_ بحار/ ج 73 ص 18_
- 228_ قال علي(ع): حرام على كل قلب متولّه بالدنِيا ان يسكنه التقوي_ غرر الحكم/ ص 383_
- 229_ قال على عليه السلام: و ليئس المتجر ان ترى الدنِيا لنفسك ثمناً و ممالك عند الله عوضاً_ نهج البلاغه/ خطبه 32_
- 230_ قال على عليه السلام: الناس في الدنِيا عاملان: عامل عمل في الدنِيا للدنِيا، قد شغلته دنياه عن آخرته_ يخشى على من يخلفه الفقر و يامنه على نفسه فيفنى عمره في منفعة غيره_ و عامل عمل في الدنِيا لما بعدها فجانه الذي له من الدنِيا بغير عمل_ فاحرز

- الحظين معا و ملك الدارين جميعا_ فاصبح وجيهاً عندا لله لا يسال الله حاجة فيمنعه_ نهج البلاغه/ كلمات قصار 269_
- 231_ قال على عليه السلام: الدنيا دار ممر لا دار مقرّ، فيها رجالان: رجل باغ فيها نفسه فاوبقها و رجل ابتاع نفسه فاعتقها_ نهج البلاغه/ كلمات قصار 133_
- 232_ انْ اكرمكم عندالله اتفاكم_ حجرات/ 13_
- 233_ قال على عليه السلام: فانْ تقوى الله... شفاء مرض اجسادكم و صلاح فساد صدوركم و طهور دنس انفسكم_ نهج البلاغه/ خطبه 198_
- 234_ للذين احسنوا منهم و اتقوا اجر عظيم_ آل عمران/ 172_
- 235_ فمن اتقى و اصلح فلا خوف عليهم و لا هم يحزنون_ اعراف/ 35_
- 236_ و سارعوا الى مغفرة من ربكم و جنة عرضها السموات و الارض اعدت للمتقين_ آل عمران/ 133_
- 237_ ان المتقين فى جنات و نعيم فاكبهن بما اتاهن ربهن_ طور / 18_
- 321
- 238_ قال على عليه السلام: التقى رئيس الاخلاق_ نهج البلاغه/ كلمات قصار 41_
- 239_ قال على عليه السلام: عليكم بتقوى الله فانها تجمع الخير و لا خير غيرها و يدرك بها من الخير ما لا يدرك بغيرها من خير الدنيا و الآخرة_ بحار الانوار/ ج 70 ص 285_
- 240_ قال السجاد عليه السلام: شرف كل عمل بالتقوى و فاز من فاز من المتقين، قال الله تبارك و تعالي: ان للمتقين مفازاً_ بحار الانوار/ ج 77 ص 386_
- 241_ قال على عليه السلام: و اعلموا عبادالله انْ المتقين ذهبوا بعاجل الدنيا و أجل الآخرة فشاركوا اهل الدنيا فى دنياهم و لم يشاركهم اهل الدنيا فى آخرتهم_ سكنوا الدنيا بافضل ما سكنت و اكلوها بافضل ما اكلت، فحظوا من الدنيا بما حظى به المترفون و اخذوا منها ما اخذه الجبابرة المتكبرون_ ثم انقلبوا عنها بالزاد المبلغ و المتجر اصابو لذة زهد الدنيا فى دنياهم و تيقنوا انهم جيران الله غداً فى آخرتهم لا تردّ لهم دعوة و لا ينقص لهم نصيب من لذة_ نهج البلاغه/ كتاب 27_
- 242_ قال على عليه السلام: فانْ تقوى الله دواء داء قلوبكم و بصر عمى افندتكم و شفاء مرض اجسادكم و صلاح فساد صدوركم و طهور دنس انفسكم و جلاء غشاء ابصاركم و امن فزع جاشكم و ضياء سواد ظلمتكم_ نهج البلاغه/ خطبه 198_
- 243_ يا ايها الناس اعبدا ربكم الذى خلقكم و الذين من قبلكم لعلكم تتقون_ بقره/ 21_
- 244_ كتب عليكم الصيام كما كتب على الذين من قبلكم لعلكم تتقون_ بقره/ 183_
- 245_ لن ينال الله لحومها و لا دمانها و لكن يناله التقوى منكم_ حج/ 38_
- 246_ و تزودوا فانْ خير الزاد التقوى_ بقره/ 197_
- 247_ انما يتقبل الله من المتقين_ مائده/ 27_
- 248_ قال ابو عبدالله عليه السلام: لا يعرّنك بكانهم انما التقوى فى القلب_ بحار/ ج 70 ص 286_
- 249_ و ان تصبروا و تتقوا فان ذلك من عزم الامور_ آل عمران/ 186_
- 250_ قال علي(ع): اوصيكم عبادالله بتقوى الله فانها الزمام و القوام فتمسكوا بيوتانقها و اعتصموا بحقائقها تؤول بكم الى اكنان الدعة و اوطان السعة و معاقل الحرز و منازل العزّ_ نهج البلاغه/ خ 195_
- 251_ قال على عليه السلام: فان التقوا فى اليوم الحرز و الجنة و فى غد الطريق الى الجنة مسكلها واضح و سالكها رابح و مستودعها حافظ_ نهج البلاغه/ 191_
- 252_ قال اميرالمومنين عليه السلام: ان التقوى عصمة لك فى حياتك و زلفى بعد مماتك_ غرر الحكم/ ص 222_
- 253_ يا ايها الناس الذين آمنوا ان تتقوا الله يجعل لكم فرقانا_ انفال/ 29_
- 254_ و اتقوا الله و يعلمكم الله و الله بكلّ شيء عليم_ بقره/ 282_
- 255_ بدأ بيان للناس و بدى و موعظة للمتقين_ آل عمران/ 138_

حواشي-2

322

- 256_ قال على عليه السلام: فان تقوى الله داء قلوبكم و بصر عمى افندتكم_ نهج البلاغه/ خ 198_
- 257_ قال النبي صلى الله عليه و آله: لو لا ان الشياطين يحرمون على قلوب بنى آدم لنظروا الى المكوت بحار الانوار/ ج 70 ص 59_
- 258_ عن ابيعبدا لله عليه السلام قال: كان ابى يقول: ما من شيء افسد للقلب من الخطيئة ان القلب ليواقع الخطيئة فما تزال به حتى تغلب عليه فيصير اسفله اعلاه و اعلاه اسفله_ بحار الانوار/ ج 70 ص 54_
- 259_ قال على عليه السلام: العقل رسول الحق_ غرر الحكم/ ج 1 ص 13_
- 260_ قال على عليه السلام: الهوى عدو العقل_ غرر الحكم/ ص 13_
- 261_ قال على عليه السلام: من لم يملك شيوته لم يملك عقله_ غرر الحكم/ ص 702_
- 262_ قال على عليه السلام: العجب يقسد العقل_ غرر الحكم/ ص 26_
- 263_ قال على عليه السلام: اللجوج لا راي له_ غرر الحكم/ ص 31_
- 264_ و من يتق الله يجعل له مخرجا و يرزقه من حيث لا يحتسب_ طلاق/ 2_
- 265_ و من يتق الله يجعل له من امره يسرا_ طالق/ 4_
- 266_ قال على عليه السلام: فم اخذ بالتقوى عزبت عنه الشدائد بعد دنوبا و احلوت له الامور بعد مرارتها و انفرجت عنه الامواج بعد تراكمها و اسهلت له الصعاب بعد انصابها_ نهج البلاغه/ خطبه 198_
- 267_ قال على عليه السلام: اياك و حب الدنيا فانها اصل كل خطيئة و معدن كل بليّة_ غرر الحكم/ ص 150_
- 268_ قال على عليه السلام: فان تقوى الله مفتاح سداد و ذخيرة معاد و عتق من كل ملكة و نجاة من كل هلكة_ نهج البلاغه/ خطبه 230_
- 269_ قال على عليه السلام: لا شرف اعلى من الاسلام و لا عز اعز من التقوى و لا معقل احسن من الورع_ نهج البلاغه/ باب المختار من الحكم، 371_
- 270_ قال على عليه السلام: فمن اخذ بالتقوى عزبت عنه الشدائد بعد نوبا و احلوت له الامور بعد مرارتها و انفرجت عنه الامواج بعد تراكمها و اسهلت له الصعاب بعد انصابها_ نهج البلاغه/ خطبه 193_
- 271_ افرابت من اتخذ الهه بواه و اضله الله على علم و ختم على سمعه و قلبه و جعل على بصره غشاوة فمن يهديه من بعد الله افلا تذكرون_ جاثية/ 23_
- 272_ قال على عليه السلام: فان تقوى الله ... شفاء مرض اجسادكم و صلاح فساد صدوركم و ظهور دنس انفسكم_ نهج البلاغه/ خطبه 198_
- 273_ نهج البلاغه/ خطبه 193_

323

- 274_ يومئذ: يصدر الناس اشتاتاً ليروا اعمالهم فمن يعمل مثقال ذره خيراً يره و من يعمل مثقال ذره شراً يره_ زلزال/ 9_
- 275_ و وضع الكتاب فترى المجرمين مشفقين مما فيه و يقولون يا ويلتنا ما لهذا الكتاب لا يغادر صغيرة و لا كبير الا احصاها و وجدوا ما عملوا حاضراً و لا يظلم ربك احداً_ كهف/ 50_
- 276_ يوم تجد كل نفس ما عملت من خير محضراً و ما عملت من سوء تود لو ان بينها و بينه امداً بعيداً آل عمران/ 30_

- 277_ ما يلفظ من قول الأ لديه رقيب عتيد_ ق/ 18_
- 278_ ونضع الموازين القسط ليوم القيامة فلا تظلم نفس شيئاً و ان كان مثقال حبة من خردل اتينا بها و كفى بنا حاسبين_ انبياء/ 47_
- 279_ و ان تبدوا ما فى انفسكم وتخفوه يحاسبكم به الله_ بقره/ 284_
- 280_ و الوزن يومئذ الحق فمن ثقلت موازينه فاولئك هم المفلحون و من خفت موازينه فاولئك الذين خسروا انفسهم بما كانوا بياتنا يظلمون_ اعراف/ 8_
- 281_ و جائت كل نفس معها سائق و شهيد لقد كنت فى غفلة من هذا فبصرك اليوم حديد_ ق / 22_
- 282_ قال رسول الله صلى الله عليه و آله: لا تزول قد ما عبد يوم القيامة حتى يسأل عن اربع: عن عمره فيما افناه، و شبابه فيما ابلاه، و عن ماله من اين اكتسبه و فيما انفق، و عن حينا اهل البيت _ بحار الانوار/ ج7 ص 258_
- 283_ فى الخبر النبوي: انه يفتح للعبد يوم القيامة على كل يوم من ايام عمره اربعة و عشرون خزانة عدد ساعات الليل و النهار_ فخزانة يجديها مملوءة نوراً و سروراً فينالها عند مشاهدتها من الفرح و السرور ما لو وزع على اهل النار لا دبشهم عن الاحساس بالم النار و هى الساعة التى اطاع فيها ربّه ثم يفتح له خزانة اخرى فيرابا مظلمة منتنة مفزعة فينالها عند مشاهدتها من الفزع و الجزع ما لو قسم على اهل الجنة لنقص عليهم نعيمها و هى الساعة التى عصى فيها ربّه_ ثم يفتح له خزانة اخرى فيرابا فارغة ليس فيها ما يسره و لا ما يسوئه و هى الساعة التى نام فيها او اشتغل فيها بشيء من مباحات الدنيا من الغين و لاسف على فواتها حيث كان متكنا من ان يملا حسنات ما لا يوسف و من هذا قوله تعالى، ذلك يوم التغابن_ بحار الانوار/ ج7 ص 262_
- 284_ قال رسول الله صلى الله عليه و آله: لما سئل عن طول ذلك اليوم فقال: و الذى نفسى بيده انه ليخفف على المؤمن حتى يكون ابون عليه من الصلوة المكتوبة يصلّيها فى الدنيا_ مجمع الزوائد/ ج 1 ص 337_
- 285_ قال على عليه السلام: حاسبوا انفسكم قبل ان تحاسبوا و ازنوباً قبل ان توازنوا_ غرر الحكم/ ص 385_
- 324
- 286_ قال على عليه السلام: من حاسب نفسه ربح_ غرر الحكم/ ص 618_
- 287_ عن ابي الحسن الماضى عليه السلام قال: ليس منّا منه لم يحاسب نفسه فى كل يوم فان عمل حسناً استزاد الله و ان عمل سيئاً استغفر الله منه و تاب اليه_ وسائل/ ج 11 ص 377_
- 288_ قال على عليه السلام: من حاسب نفسه ربح و من غفل عنه خسرو من خاف امن و من اعتبر ابصر و من ابصر فهم و من فهم علم_ وسائل/ ج 11 ص 379_
- 289_ فى وصية النبى انه قال: يا اباذر حاسب نفسك قبل ان تحاسب، فانه ابون لحسابك غذا وزن نفسك قبل ان توزن و تجهز للعرض الاكبر يوم لا يخفى على الله خافية (الى ان قال): يا اباذر لا يكون الرجل من المتقين حتى يحاسب نفسه اشدّ من محاسبة الشريك شريكه فيعلم من اين مطعمه و من اين مشربه و من اين ملبسه؟ امن حلال او حرام؟ يا اباذر من لم يبلا من اين اكتسب المال لم يبلا من اين ادخله النار_ وسائل/ ج 11 ص 379_
- 290_ كان على بن الحسين عليه السلام يقول: ابن آدم انك لا تزال بخير ما كان لك واعظ من نفسك و ما كان المحاسبة من همفك و ما كان الخوف لك شعراً و الحزن دثاراً، ابن آدم انك ميت و مبعوث و موقوف بين يدي الله فاعدّ جواباً_ وسائل/ ج 11 ص 378_
- 291_ بسم الله الرحمن الرحيم_ و العصر انّ الانسان لفى خسر الا الذين آمنوا و عملوا الصالحات و تواصلوا بالحق و تواصلوا بالصبر_ سوره والعصر_
- 292_ قال على عليه السلام: ان العاقل من نظر فى يومه لغده و سعى فى فكاه نفسه و عمل لما لا بدّ له و لا محيص عنه_ غرر الحكم/ ص 238_
- 293_ قال على عليه السلام: من حاسب نفس وقف على عيوبه و احاط بذنوبه فاستقال الذنوب و اصلح العيوب غرر الحكم/ ص 696_
- 294_ قال على عليه السلام: من لم ييس نفسه اضاعها_ غرر الحكم/ ص 640_
- 295_ قال على عليه السلام: من اعترّ بنفسه سلّمته الى المعاطب_ غرر الحكم/ ص 685_
- 296_ قال على عليه السلام: من كان له من نفسه يقظة كان عليه من الله حفظة_ غرر الحكم/ ص 679_

297_ قال على عليه السلام: املكوا انفسكم بدوام جهادها_ غرر الحكم/ ص 131_
 298_ عن الصادق عليه السلام قال: الليل اذا اقبل نادى مناد بصوت يسمعه الخلائق الآ الثقلين يا ابن آدم انى خلق جديد، انى على ما فى شهيد فخذ منى فانى لو طلعت الشمس لم ارجع الى الدنيا و لم تزود فى من حسنة و لم تستعقب فى من سيئة و كذلك يقول النهار اذا ادبر الليل_ وسائل/ ج 11 ص 380_
 299_ قال على عليه السلام: ان الحازم من شغل نفسه بجهاد نفسه فاصلحها و حبسها عن ابويتها و لذاتها فملكها و ان العاقل بنفسه عن الدنيا و ما فيها و ابلها شغلاً_ غرر الحكم/ص 237_

325

300_ قال على عليه السلام: الثقة بالنفس من اوثق فرص الشيطان_ غرر الحكم/ ص 54_
 301_ قال على عليه السلام: من كان له من نفسه زاجر كان عليه من الله حافظ_ غرر الحكم/ ص 698_
 302_ قال على عليه السلام: من ويخ نفسه على العيوب ارتدعت عن كثرة الذنوب_ غرر الحكم/ ص 696_
 303_ قال رسول الله صلى الله عليه و آله: الا انبئكم باكيس الكيسين و احمق الحمقائ؟ قالوا: بلى يا رسول الله قال اكيس اكيسين من حاسب نفسه و عمل لما بعد الموت_ و احمق الحمقاء من اتبع نفسه هواه و تمنى على الله الامانى_ فقال الرجل: يا رسول الله و كيف يحاسب الرجل نفسه؟ قال: اذا اصبح ثم امسى رجع الى نفسه و قال: يا نفس ان هذا يوم مضى عليك لا يعود اليك ابداً و الله سائلك عنه فيما افنيته، فما الذى عملت فيه؟ اذكرت الله ام حمدته؟ اقضيت حق اخ مؤمن؟ انفست عنه كربته؟ احفظته بظهر الغيب فى ابله و ولده؟ احفظته بعد الموت فى مخلفيه؟ اكففت عن غيبه اخ فضل جابك؟ اعنت مسلماً؟ ما الذى صنعت فيه؟ فيذكر ما كان منه فان ذكر انه جرى منه خير حمد الله عزو جلّ و كبره على توفيقه_ و ان ذكر معصية او تقصيراً استغفر الله و عزم على ترك معودته و محاذا لك عن نفسه بتجديد الصلاة على محمد و آله الطيبين و عرض بيعة امير المؤمنين على نفسه و قبولها و اعاد الله لعن شانئيه و اعدائه و دافعيه عن حقوقه_ فاذا فعل ذلك قال الله: لست اناقشك فى شيء من الذنوب مع موالاتك اوليائي و معاداتك اعدائي_ بحار الانوار/ ج 70 ص 69_
 304_ عن الكاظم عليه السلام قال: ليس مناً من لم يحاسب نفسه من كل يوم فان عمل حسناً استزاد الله و ان عمل سيئاً استغفر الله و تاب اليه_ كافي/ ج 1 ص 453_
 305_ فى وصية ابي ذر قال النبي صلى الله عليه و آله: على العاقل ان يكون له ساعات: ساعة يناجى فيها ربه و ساعة يحاسب فيها نفسه و ساعة يتفكر فيما صنع الله عزّ و جلّ اليه_ بحار/ ج 70 ص 64_
 306_ قال على عليه السلام: حاسبوا انفسكم باعمالها و طالبوها باداء المفروض عليها و الاخذ من فئاتها لبقائها و تزودوا و تاجروا قبل ان تبغثوا_ غرر الحكم/ ص 385_
 307_ قال على عليه السلام: ما احق الانسان ان يكون له ساعة لا يشغله عنها شاغل يحاسب فيها نفسه فينظر فيما اكتسب بها و عليها فى ليلها و نهارها_ غرر الحكم/ ص 753_
 308_ قال على عليه السلام: جابد نفسك و حاسبها محاسبة الشريك شريكه و طالبها بحقوق الله مطالبة الخصم خصمه فان اسعد الناس من انتدب لمحاسبة نفسه_ غرر الحكم/ ص 371_
 309_ قال على عليه السلام: من حاسب نفسه وقف على عيوبه و احاط بذنوبه فاستقال الذنوب و اصلح العيوب_ غرر الحكم/ ص 696_
 310_ عن ابي عبد الله (ص) قال: فحاسبوا انفسكم قبل ان تحاسبوا فان فى القيامة خمسين موقفاً كل موقف مقام الف سنة ثم تلا هذه الآية فى يوم كل مقداره خمسين الف سنة_ بحار/ ج 70 ص 64_

326

311_ قال على عليه السلام: و انّ للذكر لا هلاً اخذوه من الدنيا بدلا فلم تشغلهم تجارة و لا بيع عنه يقطعون به ايام الحياة و يهتفون بالزواج عن محارم الله فى اسماع الغافلين، و يامرون به، و ينهون عن المنكر و يتناجون عنه_ فكانما قطعوا الدنيا الآخرة و بم فيها، فشايدوا ما وراء ذلك فكانفما اطلعوا غيوب اهل البرزخ فى طول الاقامة فيه و حقت القيامة عليهم عاداتها فكشفوا غطاء ذلك لاهل الدنيا حتى كأنهم يرون ما لا يرى الناس و يسمعون ما لا يسمعون فلو مثلتهم لعقلك فى مقاومهم المحمودة و مجالسهم المشهودة و قد نشروا دو اوين اعمالهم و فرغوا لمحاسبة انفسهم على كل صغيره و كبيره امر و ابها فقصروا عنها و نهوا عنها ففرطوا فيها و

حملوا ثقل اوزارهم ظهورهم فضعفوا عن الاستقلال بها فنشجوا نشيجاً و تجاوزوا نحيباً يعجون الى ربهم من مقام ندم و اعتراف،
لرايت اعلام بدى و مصابيح دحي، قد حفت بهم الملائكة و تنزلت عليهم السكينة و فتحت لهم ابواب السماء و اعدت لهم مقاعد
الكرامات_ نهج البلاغه/ كلام 22_

312_ قال على عليه السلام:ترك الذنب ابون من طلب التوبه_ بحار الانوار/ ج 73 ص 364_
313_ قال يا عبادى الذين اسرفوا على انفسهم لا تقنطوا من رحمة الله ان الله يغفر الذنوب جميعاً انه هو الغفور الرحيم_ زمر/ 53_
314_ و اذا جاءك الذين يؤمنون بآياتنا فقل سلام عليكم كتب ربكم على نفسه الرحمة انه من عمل منكم سوء بجهالة ثم تاب من
بعده و اصلح فانه غفور رحيم_ انعام/ 54_
315_ و توبوا الى الله جميعاً ايها المؤمنون لعلكم تفلحون_ نور/ 31_
316_ يا ايها الذين آمنوا توبوا الى الله توبة نصوحاً عسى ربكم ان يكفر عنكم سيئاتكم و يدخلكم جناب تجرى من تحتها الانهار_
تحريم/ 8_

317_ قال رسول الله(ص): لكل داء دواء و دواء الذنوب الاستغفار_ وسائل/ ج 11 ص 354_
318_ قال ابو جعفر(ع): ما من عبد الا و فى قلبه نكتة بيضاء فاذا الذنب خرج فى النكتة نكتة سواند، فان تاب ذنب تلك السواد و ان
تمادى فى الذنوب زاد ذلك السواد حتى يغطى البياض فاذا غطى البياض لم يرجع صاحبه الى خير ابدأ و هو قول الله: كلاً بل ران
على قلوبهم ما كانوا يكسبون_ بحار/ ج 73 ص 332_
319_ قال الصادق عليه السلام: تاخير التوبة اغترار، و طول التسوية حيرة و الاعتدال على الله بلكة و الاصرار على الذنب امن
لمكر الله و لا يامن مكر الله الا القوم الخاسرون_ بحار الانوار/ ج 73 ص 365_
320_ و هو الذى يقبل التوبة عن عباده و يعفو عن السيئات و يعلم ما تفعلون_ شوري/ 25_
321_ وائى لغفار لمن تاب و آمن و عمل صالحاً ثم ابدي_ طه/ 82_
322_ و الذين اذا فعلوا فاحشة و ظلموا انفسهم ذكروا الله فاستغفروا الذنوبهم و من يغفر الذنوب الا الله و لم يصروا على ما فعلوا و
هم يعلمون_ اولئك جزائهم مغفرة من ربهم و جنات تجرى من تحتها الانهار خالددين فيها و نعم اجر العاملين_ آل عمران/ 135_

327

323_ قال ابو جعفر عليه السلام: التائب من الذنب كمن لا ذنب له و المقيم على الذنب و هو مستغفر منه كالمستهزئ_ كافي/ ج 2
ص 435_

324_ ان الله يحب التوابين و يحب المتطهرين_ بقره/ 222_
325_ قال ابو جعفر عليه السلام: ان الله اشد فرحاً بتوبة عبده من رجل اضل راحلته و زاده فى ليلة ظلماء فوجد با الله اشد فرحاً
بتوبة عبده من ذلك الرجل براحلته حين وجد با_ كافي/ ج 2 ص 436_
326_ قال ابو عبدالله(ع): اذا تاب العبد توبة نصوحاً احبه الله فستر عليه، فقلت و كيف يستر عليه؟ قال ينسى ملكيه ما كانا يكتبان
عليه و يوحى اله الى جوارحي و الى بقاع الارض ان اكنى عليه ذنوبه، فيلقى الله عز وجل حين يلقاه و ليس شيء يشهد عليه
بشيء من الذنوب_ كافي/ ج 2 ص 436_

327_ حقائق/ ص 286_

328_ عن الميرالمؤمنين عليه السلام: ان قائل قال بحضرت: استغفر الله، فقال: تكلتك امك اترى ما الاستغفار؟ الاستغفار درجة
العليين و هو اسم واقع على ستة معان اولها الندم على مامضى و الثانى العزم على ترك العود اليه ابدأ و الثالث ان تودى الى
المخلوقين حقوقهم حتى تلقى الله املس ليس عليك تبعة_ و الرابع ان تعمد الى كل فريضة عليك ضيعتها فتودى حقها و الخامس ان
تعمد الى اللحم الذى نبت على السحت فتذيبه بالاحزان حتى يلصق الجلد بالعظم و ينشأ بينهما لحم جديد و السادس ان تذيب الجسم
الم الطاعة كما اذقته حلاوة المعصية، فعند ذلك تقول: استغفر الله_ وسائل/ ج 11 ص 361_
329_ قال الصادق عليه السلام: ان رسول الله صلى الله عليه و اله كان يتوب الى الله فى كل يوم سبعين مرة من غير ذنب_ كافي/
ج ص 450_

330_ قال النبي(ص): انه ليغان على قلبى حتى استغفر الله فى اليوم و الليلة سبعين مرة_ حجة/ ج 7 ص 17
331_ و كنتم ازواجاً ثلاثه، فاصحاب الميمنة ما اصحاب الميمنة و اصحاب المشامة ما اصحاب المشامة؟ و السابقون السابقون
اولئك المقربون، فى جنات النعيم_ واقعه/ 12_

- 332_ فاما ان كان من المقرّبين فروح و ريحان و جنة نعيم_ و اما ان كان من اصحاب اليمين فلام لك من اصحاب اليمين و اما ان كان من المكذّبين الضالّفين فنزل من حميم و تصلية حجيم_ واقعه/ 88_94_
- 333_ كلّاً ان كتاب الابرار لفي علّيين و ما ادراك ما علّيون كتاب مرقوم يشيده المقرّبون_ مطّفين/ 21_
- 334_ اذ قالت الملائكة: يا مريم انّ الله يبشرك بكلمة منه المسيح عيسى بن مريم وجيباً في الدنيا و الآخرة و من المقرّبين_ آل عمران/ 45_
- 335_ و لا تحسّن الذين قتلوا في سبيل الله امواتبل احياء عند ربهم يرزقون_ آل عمران/ 169_
- 336_ يا ايّها النفس المطمئنة ارجعي الى ربك راضية مرضية_ فجر/ 28_

328

- 337_ من عمل صالحاً فلنفسه و من اساء فعليها ثم الى ربكم ترجعون_ جاثية/ 15_
- 338_ الذين اذا اصابتهم مصيبة قالوا انا لله و انا اليه راجعون_ بقره/ 156_
- 339_ و ان الذين لا يؤمنون بالآخرة عن الصراط لناكبون_ مؤمنون/ 74_
- 340_ بل الذين لا يؤمنون بالآخرة في العذاب و الضلال البعيد_ سبأ/ 8_
- 341_ مثل الذين كفروا ببرّهم اعمالهم كرماد اشتدّت به الريح في يوم عاصف لا يقدرّون ممّا كسبوا على شيء ذلك هو الضلال البعيد_ ابراهيم/ 18_
- 342_ من كان يريد العزة فللّ العزة جميعاً، اليه يصعد الكلم الطيب و العمل الصالح يرفعه_ فاطر/ 10_
- 343_ من علم صالحاً من ذكر او انثى و هو مؤمن فلنحيته حياة طيبة_ نحل/ 97_
- 344_ يرفع الله الذين آمنوا منكم و الذين اوتوا العلم درجات و الله يعملون خبير_ مجادل/ 11_
- 345_ يا ايها الذين آمنوا ذكروا الله ذكراً كثيراً_ احزاب/ 41_
- 346_ الذين يذكرون الله قياماً و قعوداً و على جنوبهم و يتفكفرون في خلق السموات و الارض ربنا ما خلقت هذا باطلاً آمنوا اذكروا الله ذكراً كثيراً_ احزاب/ 41_
- 347_ قد افلح من تزكّى و ذكر اسم ربّه فصلّي_ اعلي/ 15_
- 348_ و اذكر اسم ربك بكرة و اصيلاً_ انسان/ 25_
- 349_ و اذكر ربك كثيراً و سبح بالعشى و الابكار_ آل عمران/ 41_
- 350_ فاذا قضيتم الصلوة فاذكروا الله قياماً و قعوداً و على جنوبكم_ نساء/ 103_
- 351_ عن ابي عبدالله (ع) قال: من اكثر ذكر الله عزّوجل اظله الله في جنته_ وسائل/ ج 4 ص 1182_
- 352_ عن ابي عبدالله عليه السلام في رسالته الى اصحابه قال: و اكثر و اذكر الله ما استطعتم في كل ساعة من ساعات الليل و النهار، فان الله امر بكثرة الذكر، و الله ذاكر لمن ذكره من المؤمنين_ و اعلموا انّ الله لم يذكره احد من عباده المؤمنين الا ذكره بخير_ وسائل/ ج 4 ص 1183_
- 353_ عن ابي عبدالله عليه السلام: قال الله لموسى: اكثر ذكرى بالليل و النهار و كن عند ذكرى خاشعاً و عند بلائي صابراً و اطمئن عند ذكرى و اعبدي و لا تشرك بي شيئاً اليّ المصير_ يا موسى اجعلني ذكرك وضع عندى كنزك من الباقيات الصالحات_ وسائل/ ج 4 ص 1182_
- 354_ عن ابي عبدالله عليه السلام قال: ما من شيء الا وله حدّ ينتهي اليه الا الذكر فليس له حدّ ينتهي اليه فرض الله عزّوجلّ الفرائض فمن اداها فهو حديّ، و شهر رمضان فمن صامه فهو حده و الحجّ فمن حجّ فهو حده_ الا الذكر فانّ الله عزّوجلّ لم يرض منه بالقليل و لم يجعل له حدّاً ينتهي اليه ثم تلا: يا ايها الذين آمنوا اذكروا الله ذكراً كثيراً و سبحوه بكرة و اصيلاً_ فقال: لم يجعل الله له حدّاً ينتهي اليه قال: و كان ابي كثير الذكر لقد كنت امشي معه و انّه ليذكر الله و آكل معه الطعام و انّه ليذكر الله و لقد كان يحدث القوم و ما يشغله ذلك عن ذكر الله و كنت ارى لسانه لازقاً

329

- بحنك يقول: لا اله الا الله، و كان يجمعنا فيامرنا بالذكر حتى تطلع الشمس_ (الي ان قال) و قال رسول الله صلى الله عليه و آله: لا يا خبركم بخير اعمالكم و ارفعها في درجاتكم و ازكأها عند مليككم و خير لكم من الدينار و الدرهم و خير لكم من ان تلقوا عدوكم

فتقتلواهم ويقتلوكم؟ فقالوا بلى_ فقال ذكر الله كثيراً ثم قال: جاء رجل الى النبي فقال: من خير اهل المسجد؟ فقال: اكثرهم الله ذكراً_ وقال رسول الله صلى الله عليه و آله: من اعطى لساناً ذاكراً فقد اعطى خيراً الدنيا والآخرة وسائل/ ج 4 ص 1181_

355_ في وصية ابي ذر قال رسول الله صلى الله عليه و آله: عليك بتلاوة القرآن و ذكر الله كثيراً فإنه ذكر لك في السماء و نور لك في الارض بحار/ ج 93 ص 154_

356_ عن الحسن بن علي عليه السلام قال: قال رسول الله صلى الله عليه و آله: يا دروا الى رياض الجنة، فقالوا: ما رياض الجنة؟ قال: حلق الذكر بحار/ ج 93 ص 156_

357_ عن الصادق عليه السلام قال: قال رسول الله صلى الله عليه و آله: ذاكراً الله في الغافلين كالمقاتل في الفارين له الجنة بحار/ ج 93 ص 163_

358_ ان رسول الله صلى الله عليه وآله خرج على اصحابه فقال: ارتعوا في رياض الجنة قالوا يا رسول الله و ما رياض الجنة؟ قال: مجالس الذكر، اغدوا و روحوا و اذكروا_ و من كان يحب ان يعلم منزلته عند الله فلينظر كيف منزلة الله تعالى عنده، ينزل العبد حيث انزل العبد الله من نفسه و اعملوا ان خير اعمالكم عند مليكمم و ازكابا و ارفعها في درجاتكم و خير ما طلعت عليه الشمس ذكر الله فانه تعالى اخير عن نفسه فقال: انا جليس من ذكرني بحار/ ج 93 ص 163_

359_ فيما ناجى به موسى عليه السلام ربه: الهى ما جزاء من ذكرك بلسانه و قلبه؟ قال: يا موسى اظله يوم القيامة بظل عرشى و اجعله في كنفى بحار/ ج 93 ص 156_

360_ عن ابي عبد الله عليه السلام قال: اشد الاعمال ثلاثة: انصاف الناس من نفسك حتى لا ترضى لها منهم بشيء الا رضيت لهم منها بمثلهم_ و مواساتك الاخ في المال و ذكر الله على كل حال، ليس سبحان الله، و الحمد لله، و الا اله الا الله، و الله اكبر فقط، و لكن اذا ورد عليك شيء امر الله به اخذت به و اذا ورد عليك شيء نهى عنه تركته بحار/ ج 93 ص 155_

361_ فيما اوصى به رسول الله (ص) علياً: يا علي ثلاث لا تطيقها هذه الامة: المواساة للاخ في ماله_ و انصاف الناس من نفسه_ و ذكر الله على كل حال_ و ليس بو سبحان الله و الحمد لله و لا اله الا الله و الله اكبر، و لكن اذا ورد على ما يحرم عليه خاف الله عنده و تركه بحار/ ج 93 ص 151_

362_ قال على عليه السلام: لا تذكروا الله سبحانه سابياً و لا تنتسه لابيأ و اذكره ذكراً كاملاً يوافق فيه قلبك لسانك و يطابق اضمارك اعلانك و لن تذكره حقيقة الذكر حتى تنسى نفسك في ذكرك و تقفها في امرك_ غرر الحكم/ ص 817_

330

363_ قال الصادق عليه السلام: من كان ذاكراً على الحقيقة فهو مطيع و من كانه غافلاً عنه فهو عاص و الطاعة علامة الهداية و المعصية علامة الضلالة و اصلهما من الذكر و الغفلة فاجعل قلبك قبلة و لسانك لا تحركه الا باشارة القلب و موافقة العقل و رضى الايمان، فان الله عالم بسرّك و جهرتك، و كن كالنار ع، و حره او كا لواقف في العرض الاكبر غير شاغل نفسك عما عنك مما كلفك به ربك في امره و نهيه و وعده و وعيده و لا تشغلها بدون ما كلفك و اغسل قلبك بماء الحزن و اجعل ذكر الله من اجل ذكره لك فإنه ذكرك و بو غنى عنك فذكره لك اجلّ و اشبهى و اتم من ذكرك له و اسبق، و معرفتك بذكره لك يورثك الخضوع و الاستحياء و الانكسار و يتولد من ذلك رؤيه كرمه و فضله السابق و يصغر عند ذلك طاعاتك و ان كثرت في جنب مننه_ فتخلص بوجهه و رؤيتك ذكرك له تورثك الريا و العجب و السفه و الغلظة في خلقه و استكثار الطاعة و نسيان فضله و كرمه_ و ما تزداد بذلك من الله الا بعداً و لا تستجلب به على مضي الايام الا وحشة_ و الذكر ذكران: ذكر خالص يوافق القلب، و ذكر صارف ينفي ذكر غيره كما قال رسول الله صلى الله عليه و آله: انى لا احصى ثناء عليك، انت كما اثنيت على نفسك فرسول الله لم يجعل لذكره الله عزّوجل مقداراً عند علمه بحقيقة سابقة ذكر الله له من قبل ذكره له_ فمن دونه اولى_ فمن اراد ان يذكر الله تعالى فليعلم انه ما لم يذكر الله العبد بالتوفيق لذكره لا يقدر العبد على ذكره بحار/ ج 93 ص 158_

364_ سئل امير المؤمنين عليه السلام: بل رايت ربك حين عبدته؟ فقال: و بلك ما كنت اعبد رباً لم اره_ قيل: و كيف رايتك؟ قال: و بلك لا تدرى العيون في مشاهدة الابصار ولكن راته القلوب بحقائق الايمان_ حقائق فيض/ ص 179_

365_ قال حسين بن علي عليه السلام: كيف يستدل عليك بما بو في وجوده متفكر اليك؟ ايكون لغيرك من الظهور ما ليس لك؟ حتى يكون بو المظهر لك_ متى غبت حتى تحتاج الى دليل يدل عليك؟ و متى بعدت حتى تكون الآثار بهى التي توصل اليك؟ عميت عين لا تراك عليها رقيباً و خسرت صفقة عبد لم تجعل له من حيك نصيباً_ اقبال الاعمال/ دعاء عرفه_

366_ الهى بب لى كمال الانقطاع اليك و انر ابصار قلوبنا بضياء نظربا اليك حتى تخرق ابصار القلوب حجب النور فتصل الى

معدن العظمة و تصير ارواحنا معلّقة بعزّ قدسك_ اقبال الاعمال/ مناجات شعيبانيه_

367_ قال على بن الحسين عليه السلام: بسم الله الرحمن الرحيم_ الهى قصرت الان عن بلوغ ثنائك كما يليق بجلالك و عجزت العقول عن ادراك كنه جمالك و انحسرت الابصار دون النظر الى سبحات وجهك و لم تجعل للخلق طريقا الى معرفتك الا بالعجز عن معرفتك_ الهى فاجعلنا من الذين ترسخت اشجار الشوق اليك فى حدائق صدورهم و اخذت لوعة محبتك بمجامع قلوبهم فهم الى اوكار الافكار ياونون و فى رياض القرب و المكاشفة يرتعون و من حياض المحبة بكاس الملاطفة يكرعون و شرايع المصافات يردون_ قد كشف الغطاء عن ابصارهم و

331

انجلت ظلمة الريب عن عقائدهم و ضمائرهم و انتفت مخالجة الشك عن قلوبهم و سرائرهم و انشرحت بتحقيق المعرفة صدورهم و علت لسبق السعادة فى الزباة بمهمهم و عذب فى معين المعاملة شريهم و طاب فى مجلس الانس سرهم و امن فى موطن المخافة سرهم و اطمانت بالرجوع الى رب الارباب انفسهم و تيقنت بالفوز و الفلاح ارواحهم و قرّت بالنظر الى محبوبهم اعينهم و اسقرّ بادراك السؤل و نيل المامول قرارهم و ربحت فى بيع الدنيا بالآخرة تجارتهم_ الهى ما الذخاوطر الالهام بذكرك على القلوب و ما احلى المسير اليك بالابواب فى مسالك الغيوب و ما اطيب طعم حبك و ما اعذب شرب قربك فاعذنا من طردك و ابعادك و اجعلنا من اخص عارفك و اصلح عبادك و اصدق طائعيك و اخص عبّادك يا عظيم يا جليل يا كريم يا منيل برحمتك و منك يا ارحم الراحمين_ بحار/ ج 94 ص 150، مناجات العارفين_

368_ مفاتيح الغيب/ ص 54_

369_ حقائق/ ص 181_

370_ قال ابو عبدالله عليه السلام: (فى حديث الى ان قال) و لكن اذا ورد عليك شيء امر الله به اخذت به و اذا ورد عليك شيء نهى تركته_ بحار/ ج 93 ص 155_

371_ يا من اذاق احبائه حلاوة الموانسة فقاموا بين يديه متملقين و يا من البس اوليائه ملا بس ببيته فقالوا بين يديه مستغفرين_ اقبال الاعمال/ دعاء عرفة_

372_ قل ان كنتم تحبون الله فاتبعونى يحببكم الله_ آل عمران/ 31_

373_ قال لصادق عليه السلام: من كا اذكر الله على الحقيقة فهو مطيع و من كان غافلاً عنه فهو عاص_ بحار/ ص 93 ص 158_

374_ قال الصادق عليه السلام (فى حديث الى قال) و معرفتك بذكره لك يورثك الخضوع و الاستحياء و الانكسار_ بحار/ ج 93 ص 158_

375_ و من اعرض عن ذكرى فان له معيشة ضنكا_ طه/ 124_

376_ وانت الذى ازلت الاغيار عن قلوب احبائك حتى لم يحبوا سواك و لم يلجوا الى غيرك، انت المونس لهم حيث اوحتهم العوالم و انت الذى هديتهم حيث استبانتم لهم العالم ماذا وجد من فقدك؟ و ما الذى فقد من وجدك؟ لقد خاب من رضى دونك بدلاً و لقد خسر من بغى عنك متحولاً كيف يرجى سواك و انت ما قطعت الاحسان و كيف يطلب من غيرك و انت ما بدلت عادة الامتنان_ اقبال الاعمال/ دعاء عرفة_

377_ الذين آمنوا و تطمئن قلوبهم بذكر الله الا بذكر الله تطمئن القلوب_ رعد/ 27_

378_ فانكرونى اذكركم_ بقره/ 152_

332

379_ عن ابي عبدالله عليه السلام: قال الله عزّوجلّ: يابن آدم اذكرنى فى نفسك اذكرك فى نفسى، يابن آدم اذكرنى فى خلا اذكرك فى خلا، يابن آدم اذكرنى فى ملا اذكرك فى ملا خير من ملاك_ و قال: ما من عبد ذكر الله فى ملا من الناس الا ذكره الله فى ملا من الملائكة_ وسائل/ ج 4 ص 1185_

380_ عن النبى صلى الله عليه و آله قال: قال الله تعالى: اذا عملت ان الغالب على عبدى الاشتغال بى نقلت شهوته فى مسالتي و مناجاتي فاذا كان عبدى كذلك فاراد ان يسهو حلت بينه و بين ان يسهو حلت بينه و بين ان يسهو_ اولئك اوليائي حقاً، اولئك الابطال حقاً، اولئك الذين اذا اردت ان اهلك اهل الارض عقوبة زويتها عنهم من اجل اولئك الابطال_ بحار/ ج 93 ص 162_

- 381_ قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله_ آل عمران/ 31_
- 382_ عن ابي عبد الله عليه السلام: قال رسول الله صلى الله عليه وآله: من اكثر ذكر الله احبه الله و من ذكر الله كثيرا كتبت له برانتان برائة من النار و برائة من النفاق_ وسائل/ ج 4 ص 1181_
- 383_ و لله المشرق و المغرب فايما تولوا فتم وجه الله_ بقره/ 115_
- 384_ و هو معكم ايما كنتم و الله بما تعملون بصير_ حديد/ 4_
- 385_ و نحن اقرب اليه من حبل الوريد_ ق/ 16_
- 386_ ان الله على كل شيء شهيد_ حج/ 17_
- 387_ من كان يريد العزة فلله العزة جميعاً اليه يصعد الكلم الطيب و العمل الصالح يرفعه_ فاطر/ 10_
- 388_ و اعبد ربك حتى ياتيك اليقين_ حجر/ 99_
- 389_ عن ابي سلام قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وآله يقول: خمس ما اتقلن في الميزان: سبحان الله، و الحمد لله، و لا اله الا الله، و الله اكبر و الولد الصالح يتوفى لمسلم فيصير و يحسب بحار/ ج 93 ص 169_
- 390_ قال رسول الله صلى الله عليه وآله: لما اسرى بي الى السماء دخلت فرايت ملائكة بينون لبنة من ذهب و لبنة من فضة و ربما امسكوا فقلت لهم: مالكم ربما بنيتم و ربما امسكتكم؟ فقالوا حتى تجيننا النفقة فقلت لهم: وما نفقتكم: فقالوا: قول المؤمن من في الدنيا: سبحان الله، و الحمد لله، و لا اله الا الله، و الله اكبر: فاذا قال بنينا و اذا امسك امسكنا_ بحار/ ج 93 ص 169_
- 391_ قال رسول الله صلى الله عليه وآله: من قال سبحان الله غرس الله بها شجرة في الجنة و من قال الحمد لله غرس الله بها شجرة في الجنة و من قال: لا اله الا الله غرس الله له بها شجرة في الجنة و من قال: الله اكبر غرس الله بها شجرة في الجنة: فقال رجل من قريش: يا رسول الله ان شجرنا في الجنة لكثير، قال: نعم_ و لكن اياكم ان ترسلوا عليها نيراناً فتحرقوها_ و ذلك ان الله عز وجل يقول: يا ايها الذين آمنوا اطيعوا الله و اطيعوا الرسول و لا تبطلوا اعمالكم_ بحار/ ج 93 ص 195_
- 392_ قال رسول الله صلى الله عليه وآله: خير العبادة قول لا اله الا الله_ بحار/ ج 93 ص 195_
- 333
- 393_ قال رسول الله صلى الله عليه وآله: سيد القول لا اله الا الله_ بحار/ ج 9 ص 204_
- 394_ عن النبي صلى الله عليه وآله عن جبرئيل قال قال الله عز وجل: كلمة لا اله الا الله حصني فمن دخل حصني امن من عذابي_ بحار/ ج 93 ص 192_
- 395_ قال رسول الله صلى الله عليه وآله: يقول الله تعالي: من احدث و لم يتوضأ فقد جفاني، و من احدث و توضا و لم يصل ركعتين فقد جفاني، و من احدث و توضا و صلى ركعتين و دعاني و لم اجبه فيما سألني من امر دينه و دنياه فقد جفوته و لست برب جاف_ وسائل/ ج 1 ص 268_
- 396_ اعراف/ 54_ 56، اصول كافي/ ج 1 ص 344_
- 397_ بحار/ ج 94 ص 94_
- 398_ كشكول شيخ بهائي/ ج 2 ص 184 چاپ فراهاني، بحار الانوار/ ج 1 ص 224_
- 399_ روضة المتقين/ ج 13 ص 128_
- 400_ تذكرة المتقين/ ص 207_
- 401_ المراقبات/ ص 122_
- 402_ مرصاد العباد/ ص 150_
- 403_ قال علي عليه السلام: ان للقلوب شهوة و اقبالاً و ادباراً فتاوبا من قبل شهوتها و اقبالها فان القلب اذا كره عمي_ بحار/ ج 70 ص 61_
- 404_ عن ابي بصير قال سمعت ابا عبد الله عليه السلام يقول: اذا اذنب الرجل في قلبه نكتة سوداء فان تاب انمحت و ان زاد زادت حتى تغلب على قلبه فلا يفلح بعدد ابداء_ بحار/ ج 73 ص 327_
- 405_ عن ابي عبد الله عليه السلام قال كان ابي يقول: ما من شيء افسد للقلب من خطيئته ان القلب ليواقع الخطيئة فلا تزال به حتى تغلب عليه فيصير اعلاه سفله_ بحار/ ج 73 ص 312_

406_ عن ابي عبدالله عليه السلام قال: حبّ الدنيا راس كل خطئية بحار/ ج 73 ص 90_
407_ قال رسول الله صلى الله عليه و آله: اول ما عصى الله تابرک و تعالى بستّ خصال: حبّ الدنيا و حبّ الرياسة و حب الطعام و حبّ الراحة بحار/ ج 73 ص 94_
408_ عن ابي عبدالله عليه السلام قال: ابعد ما يكون العبد من الله عزوجل اذ الم يهّمه الا بطنه و فرجه بحار/ ج 73 ص 18_
409_ عن جابر قال: دخلت على ابن جعفر عليه السلام فقال: يا جابر و الله انى لمحزون و انى لمشغول القلب، قلت: جعلت فداك، و ما شغلك و ما حزن قلبك؟ فقال يا جابر انه من دخل قلبه صافى خالص دين الله شغل قلبه عما سوائى يا جابر ما الدنيا و ما عسى ان تكون الدنيا؟ بل هى الا طعام اكلته او ثوب لبسته او امراة اصبتها؟ يا جابر انّ المؤمنين لم يطمئنوا الى الدنيا

334

بقائهم فيهاو لم يامنوا قدومهم الآخرة يا جابر الآخرة دار قرار و الدنيا دار فناء و زوال، و لكن اهل الدنيا اهل غفلة، و كانّ المؤمنين بم الفقهاء، اهل فكرة و عبرة لم يصمهم عن ذكر الله ما سمعوا بأذانهم و لم يعمهم عن ذكر الله ما روا من الزينة ففازوا بثواب الآخرة كما فازوا بذلك العلم بحار/ ج 73 ص 36_

410_ قال رسول الله صلى الله عليه و آله: لا يجد المؤمن حلاوة الايمان فى قلبه حتى لا يبالي من اكل الدنيا بحار/ ج 73 ص 49_
411_ و لا تتبع الهوى افيضك عن سبيل الله ص/ 26_

412_ قال المير المؤمنين عليه السلام: اشجع الناس من غلب هواه بحار/ ج 70 ص 76_
413_ ابوبصير عن ابي عبدالله عليه السلام قال: قال لي: يا ابا محمد ان البطن ليطغى من اكله، و اقرب ما يكون العبد من الله اذا خفّ بطنه و ابغض ما يكون العبد الى الله اذا امتلا بطنه وسائل ج 16 ص 405_

414_ قال الصادق عليه السلام: ليس شيء اضرّ لقلب المؤمن و من كثرة الاكل و هى مورثة شيشين: قسوة القلب و بيجان الشبهة، و الجوع ادم للمؤمنين و غذاء للروح و طعام للقلب و صحة للبدن مستدرک/ ج 3 ص 80_

415_ قال امير المؤمنين عليه السلام: اذا اراد الله صلاح عبده الهمم قلّة الكلام و قلّة الطعام و قلّة المنام مستدرک/ ج 3 ص 81_
416_ قال على عليه السلام: نعم العون على اسر النفس و كسر عادتها التجوع مستدرک/ ج 3 ص 81_

417_ قال على عليه السلام: قال الله تبارك و تعالى ليلة المعراج: يا احمد لو نقت حلاوة الجوع و الصمت و الخلوة و ما ورثوا منها قال يا رب ما ميراث الجوع؟ قال: الحمكة و حفظ القلب و التقرب اليّ و الحزن الدائم و خفة بين الناس و قول الحق، و لا يبالي عاش ببسر اور بعسر مستدرک/ ج 3 ص 82_

418_ قال رسول الله صلى الله عليه و آله: لا تكثروا الكلام بغير ذكر الله فانّ كثرة الكلام بغير ذكر الله تقسوا لقلب ان ابعد الناس من الله القلب القاسى بحار/ ج 71 ص 281_

419_ قال على عليه السلام: اخزن لسانك و عدّ كلامك يقلّ كلامك الا بخير بحار/ ج 71 ص 281_
420_ قال رسول الله صلى الله عليه و آله: الكلام ثلاثة: فرايح و سالم و شاحب فاما الرابح فالذى يذكر الله، و اما السالم فالذى يقول ما احبّ الله، و اما الشاحب فالذى يخوض فى الناس بحار/ ج 71 ص 289_

421_ قال رسول الله صلى الله عليه و آله: امسك لسانك فاتها صدقه تصدّق بها على نفسك، ثم قال: و لا يعرف حقيقه الايمان حتى يحزن من لسانه بحار/ ج 71 ص 298_

335

422_ قال ابوالحسن الرضا عليه السلام: من علامات الفقه: الحلم و العلم و الصمت انّ الصمت باب من ابواب الحكمة انّ الصمت يكسب المحبة، انه دليل على كل خير بحار/ ج 71 ص 294_

423_ قال على عليه السلام: اذا تمّ العقل نقص الكلام بحار/ ج 71 ص 290_
424_ عن ابي عبدالله عليه السلام قال: ما عبدالله بشيء افضل من الصمت و المشى الى بيته بحار/ ج 71 ص 278_

425_ قال رسول الله صلى الله عليه و آله: عليك بطول الصمت فانه مطردة للشيطان و عون لك على امر دينك بحار الانوار/ ج 71 ص 279_

426_ عنكبوت/ 69_

- 427_ و نفس و ما سواها فالهمها فجورها و تقوى باء، قد افلح من زكّاه و قد خاب من دسّاه / شمس/ 9_
- 428_ قال رسول الله صلى الله عليه و آله: انما بعثت لا تتم مكارم الاخلاق_ مستدرک/ ج 2 ص 282_
- 429_ قال رسول الله صلى الله عليه و آله: عليكم بمكارم الاخلاق فان الله بعثني بها_ بحار الانوار/ ج 69 ص 375_
- 430_ قال رسول الله صلى الله عليه و آله: ما يوضع في ميزان امرء يوم القيامة افضل من حسن الخلق_ كافي/ ج 2 ص 99_
- 431_ من علم صالحاً من ذكر او انثى و هو مؤمن فلنجبته حياة طيبة و لنجزينهم اجرهم باحسن ما كانوا يعملون_ نحل/ 97_
- 432_ و من ياتهُ مؤمناً قد عمل الصالحات فاولئك لهم الدرجات العلي_ طه/ 75_
- 433_ فمن كان يرجو لقاء ربه فليعمل عملاً صالحاً و لا يشرك بعبادة ربه احدا - كهف / 111_
- 434_ من كان يريد العزة فلله العزة جميعاً اليه يصعد الكلم الطيب و العمل الصالح يرفعه_ فاطر / 10_
- 435_ يا ايها الذين آمنوا استجبوا لله و للرسول اذا دعاكم لما يحييكم_ انفال/ 24_
- 436_ قال رسول الله صلى الله عليه و آله: ما اخلص عبد اربعين صباحاً الا جرت ينابيع الحكمة من قلبه على لسانه_ بحار الانوار/ ج 70 ص 242_
- 437_ قال على عليه السلام: اين الذين اخلصوا اعمالهم لله و طهروا قلوبهم لمواضع نظر الله_ غرر الحكم/ ص 172_
- 438_ قالت سيدة النساء صلوات الله عليها : من اصعد الي الله خالص عبادته اهبط الله اليه افضل مصلحته - بحار / ج 70 ص 249 .
- 439_ قال على عليه السلام: قلوب العباد الطاهرة مواضع نظر الله سبحانه فمن طهر قلبه نظر الله اليه غرر الحكم/ ص 538_
- 336
- 440_ قال رسول الله صلى الله عليه و آله: مخبراً عن جبرئيل عن الله عزّوجلّ أنّه قال: الاخلاص سرّ من اسرارى استودعته قلب من احببت من عبادي_ بحار الانوار/ ج 70 ص 249_
- 441_ قال رسول الله صلى الله عليه و آله: انّ الله لا ينظر الى صوركم و اعمالكم و انما ينظر الى قلوبكم_ بحار الانوار/ ج 70 ص 248_
- 442_ قال ابو عبدالله عليه السلام: يقول الله: انا خيرى شريك، من اشرك معى غيرى فى عمله لم اقبله الا ما كان خالصاً_ بحار الانوار/ ج 70 ص 243_
- 443_ قال ابو عبدالله عليه السلام: ان الله يحشر الناس على نياتهم يوم القيامة_ بحار الانوار/ ج 70 ص 249_
- 444_ قال عليه السلام: طوبى لمن اخلص الله العبادة و الدعاء و لم يشغل قلبه بما ترى عيناه و لم ينس ذكر الله بما تسمع اذناه و لم يحزن صدره بما اعطى غيره_ بحار الانوار/ ج 70 ص 229_
- 445_ قال عليه السلام: امارات السعادة اخلاص العمل_ غرر الحكم/ ص 43_
- 446_ قال عليه السلام: ان قوماً عبدوا الله رغبة فتلك عبادة التجار و ان قوماً عبدوا الله رهبة فتلك عبادة العبيد و ان قوماً عبدوا الله شكراً فتلك عبادة الاحرار_ بحار الانوار/ ج 70 ص 196_
- 447_ قال الصادق عليه السلام: ان الناس يعبدون الله على ثلاثة اوجه: فطبة يعبدونه رغبة فى ثوابه فتلك عبادة الحرصاء و هو الطمع، آخرون يعبدونه فرحاً من النار فتلك عبادة العبيد و هى رغبة، و لكتى اعبدته حباً له عزّوجلّ فتلك عبادة الكرام، و هو الا من لقوله عزّوجلّ " و هم من فزع يومئذ آمنون" و بقوله " قل ان كنتم تحبون الله فاتبعونى يحببكم الله و يغفر لكم ذنوبكم" فمن احبّ الله احبّه الله و من احبّه الله كان من الأمنين_ بحار الانوار/ ج 70 ص 197_
- 448_ قال على عليه السلام: ما عبدتك خوفاً من نارك و لا طمعاً فى جنتك و لكن وجدتك ابلاً للعبادة فعبدتك_ بحار الانوار/ ج 70 ص 197_
- 449_ قال على عليه السلام: طوبى لمن اخلص الله عمله و علمه و حبه و بغضه و اخذه و تركه و كلامه و وصمته_ غرر الحكم/ ص 462_
- 450_ قال ابو عبدالله عليه السلام: من احب الله و ابغض الله و اعطى الله و منع الله فهو ممن يكمل ايمانه_ بحار الانوار/ ج 70 ص 248_
- 451_ قال الصادق عليه السلام: ما انعم الله على عبد اجلّ من ان لا يكون فى قلبه مع الله غيره_ بحار الانوار/ ج 70 ص 249_

452_ قال على عليه السلام: اين القلوب التي وبيت الله و عوقدت على طاعة الله _ غررالحكم/ ص 172_

453_ انا خالصناهم بخالصة ذكرى الدار_ ص / 46_

454_ و اذكر في الكتاب موسى انه كان مخلصاً و كان رسولاً نبياً_ مريم/ 51_

337

455_ قال: فبعضك لا غويهم اجمعين الا عبادك منهم المخلصين_ صافات/ 83_

456_ قال على عليه السلام: الاخلاص ثمرة العبادة_ غرر الحكم/ ص 17_

457_ قال الرضا عليه السلام: الصلوة قربان كل تقى_ كافي/ ج 3 ص 265_

458_ معاوية بن وهب قال: سألت ابا عبدالله عليه السلام عن افضل ما يتقرب به العباد الى ربهم و احب ذلك الى الله عزوجل ما هو؟ فقال ما اعلم شيئاً بعد المعرفة افضل من هذه الصلاة، الا ترى ان العبد الصالح عيسى ابن مريم عليه السلام قال: و اوصاني

بالصلاة و الزكوة ما دمت حياً_ كافي/ ج3 ص 264_

459_ زيد الشحام عن ابيعبدالله عليه السلام قال سمعته يقول: احب الاعمال الى الله عزوجل حيث الصلاة و هى آخر وصايا الانبياء

فما احسن الرجل يغتسل او يقوضاً فيسبغ الوضوء ثم ينتحى حيث لا يراه انيس فيشرف عليه و هو راکع او ساجد_ ان العبد اذا

سجد فاطال السجود نادى ابليس: يا ويلاه اطاع و عصيت و سجد و ابیت_ كافي/ ج 3 ص 264_

460_ قال الرضا عليه السلام: اقرب ما يكون العبد من الله و هو ساجد و ذلك قوله تعالى " و اسجد و اقترب" كافي/ ج 2 ص

265_

461_ قال ابو عبدالله عليه السلام: اذا قام المصلى الى الصلاة نزلت عليه الرحمة من اعنان السماء الى اعنان الارض و حفت به

الملائكة و ناداه ملك: لو يعلم هذا المصلى ما فى الصلاة ما انتقل_ كافي/ ج 3 ص 265_

462_ قال رسول الله صلى الله عليه و آله: اذا قام العبد المؤمن فى صلاته نظر الله اليه_ او قال: اقبل الله عليه_ حتى ينصرف،

اظلمته الرحمة من فوق راسه الى افق السماء، و الملائكة تحفه من حوله الى افق السماء، و وكل الله به ملكاً قائماً على راسه يقول

له: ايها المصلى لو تعلم من ينظر اليك و من تتاجى ما التفت و لا زلت من موضعك ابداً_ كافي/ ج 3 ص 265_

463

464_ و اقم الصلاة لذكرى_ طه/ 14_

465_ يا ايها الذين آمنوا اذا نودى للصلاة من يوم الجمعة فاسعوا الى ذكر الله_ جمعه/ 9_

466_ قال النبي صلى الله عليه و آله: ان من الصلوة لما يقبل نصفها و ثلثها و ربعها و خسمها الى العشر، و ان منها لما يلف كما

يلف الثوب فيضرب بها وجه صاحبها، و انما لك من صلاتك ما اقبلت عليه بقلبك_ بحار الانوار/ ج 84 ص 260_

467_ عن ابيعبدالله عليه السلام يقول: اذا قام العبد الى الصلوة اقبل الله عزوجل عليه بوجهه فلا يزال مقبلاً عليه حيث يلتفت ثلاث

مرات فاذا التفت ثلاث مرات اعرض عنه_ بحار/ ج 84 ص 241_

468_ قال امير المؤمنين عليه السلام: لا يقوم احدكم فى الصلاة متكاسلاً و لا ناعساً و لا يفكرن فى نفسه فانه بين يدي ربّه، و انما

للعبد من صلاته ما اقبل عليه منها بقلبه_ بحار/ ج 84 ص 239_

338

469_ قال رسول الله صلى الله عليه و آله: ايما عبد التفت فى صلاته قال الله: يا عبدى الى من تقصد و من تطلب؟ ارباً غيرى تريد

اور رقيباً سواى تطلب؟ او جواداً خلاى تبغى؟ و انا اكرم الاكرمين و اجود الاجودين و افضل المعطين، اثيبك ثواباً لا يحصى

قدره_ اقبل على فانى عليك مقبل و ملائكتى عليك مقبلون_ فان اقبل زال عنه اثم ما كان منه_ فان التفت ثانية اعاد الله مقالته فان

اقبل على صلاته غفر الله له و تجاوز عنه ما كان منه_ فان التفت ثالثة اعاد الله مقالته، فان اقبل على صلاته غفر الله ما تقدم من

ذنبه_ فان التفت رابعة اعرض الله عنه و اعرضت الملائكة عنه و يقول: و آيتك يا عبدى الى ما توليت_ بحار الانوار/ ج 84 ص

244_

470_ بحار الانوار/ ج 84 ص 248_

471_ بحار الانوار/ ج 84 ص 248_

472_ بحار الانوار/ ج84 ص 250

473_ بحار الانوار/ ج84 ص 258

474_ بحار الانوار/ ج84 ص 258

475_ بحار الانوار/ ج84 ص 258

476_ بحار الانوار/ ج84 ص 265

477_ بحار الانوار/ ج84 ص 248

478_ قال رسول الله صلى الله عليه و آله: اعبدا الله كأنك تراه فان كنت لا تراه فإنه يراك_ نهج الفصاحة/ ص 65

479_ ابا بن تغلت قال قلت لا بيعبدالله عليه السلام: ان رايت على بن الحسين عليه السلام اذا قام فى الصلوة غشى لونه لون

آخر_ فقال لي: و الله ان على بن الحسين كان يعرف الذى يقوم بين يديه _ بحار الانوار/ ج84 ص 235

480_ قال ابو عبدالله عليه السلام: اذا صلّيت صلاة فريضة فصلّها صلاة مودّع يخاف ان لا يعود اليها ابداً_ ثم اصرف ببصرك الى موضع سجودك، فلو تعلم من عن يمينك و شمالك لا حسنت صلاتك، و اعلم انك بين يدي من يراك و لا تراه_ بحار الانوار/ ج84 ص 233

481_ قال الصادق عليه السلام: اذا استقبلت فانس الدنيا و ما فيها و الخلق و ما هم فيه و استفرغ قلبك عن كل شاغ يشغلك عن الله و عاين بسرّك عظمة الله و اذكر و قوفك بين يديه تبلوكل نفس ما اسلفت و ردّوا الى الله مولاهم الحق_ وقف على قدم الخوف و الرجاء فاذا كبرت فاستصغر ما بين السموات العلى و الثرى ددون كبريائه: فان الله تعالى اذا اطلع على قلب العبد و هو يكبر و فى قلبه عارض عن حقيقة تكبيره قال: يا كاذب اتخدغني؟ و عزتى و جلالى لا حرمك حلاوة ذكرى و لا حجبك عن قربى و المسارة بمناجاتى_ بحار الانوار/ ج84 ص 230

482_ براى اينكه در نماز حضور قلب پيدا كنيم مى توانيم از كتابهاى كه در اسرار نماز نوشته شده مانند كتاب " سرّ الصلوة" تاليف عالم ربانى و رهبر كبير انقلاب اسلامى حضرت امام خمينى (قدس سره الشريف) استفاده كنيم_

339

483_ عن ابي الحسن عليه اسلام قال: صلاة النوافل قربان كل مؤمن_ بحار الانوار/ ج87 ص 36

484_ قال ابو عبدالله عليه السلام: ان العبد لترفع له من صلاته نصفها او ثلثها او ربعها او خسمها و ما يرفع له الا ما اقبل عليه منها بقلبه و انما امرنا بالنوافل لئتم لهم بها ما نقصوا من الفريضة_ بحار الانوار/ ج87 ص 28

485_ عن ابي عبدالله عليه السلام قال: قال رسول الله صلى الله عليه و آله: قال الله تعالى: ما تحبب اليّ عبدى بشيء احب اليّ مما افترضته عليه و انه يتحبب اليّ بالنوافل حتى احبه فاذا احببته كنت سمعه الذى يسمع به و بصره الذى يبصر به و لسانه الذى ينطق به و يده التى يبطش بها و رجله التى يمشى بها، اذا دعانى اجبته و اذا سالنى اعطيته و ما ترددت فى شيء انا فاعله كترددى فى موت المؤمن: يكره الموت و انا اكره مسائته_ بحار الانوار/ ج87 ص 31

486_ و من الليل فتبهّد به نافلة لك عسى ان يبعثك ربك مقاماً محموداً_ اسري/ 79

487_ والذين يبيتون لربهم سجداً و قياماً_ فرقان/ 64

488_ تتجافى جنوبهم عن المضاجع يدعون ربهم خوفاً و طمعاً و مما رزقناهم ينفقون فلا تعلم نفس ما اخفى لهم من قرة اعين جزائى بما كانوا يعملون_ سجده/ 16

489_ قال رسول الله صلى الله عليه و آله: انّ الله جلّ جلاله اوحى الى الدنيا: ان اتعبى من خدمك و اخدمى من رفضك_ و انّ العبد اذا تخلّى بسيدّه فى جوف الليل المظلم و ناجاه اثبت الله النور فى قلبه فاذا قال: يا ربّ يا ربّ ناداه الجليل جلّ جلاله: لبيك عبيدي، سلنى اعطك و توكلّ عليّ اكفك ثم يثول جلّ جلاله لملائكته: يا ملائكتى انظروا الى عبدى فقد تخلّى فى جوف هذا الليل المظلم و البطالون لايون و الغافلون ينامون_ اشهدوا انى قد غفرت له_ بحار الانوار/ ج87 ص 137

490_ قال رسول الله صلى الله عليه و آله: اشرف امتى حملة القرآن و اصحاب الليل_ بحار الانوار/ ج87 ص 138

491_ انس بن مالك قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه و آله يقول: ركعتان فى جوف الليل احبّ اليّ من الدنيا و ما فيها_ بحار الانوار/ ج87 ص 148

492_ عن ابي عبدالله عليه السلام قال: صلاة الليل تحسن الوجه و تحسن الخلق و تطيب الريح و تدرّ الرزق و تقضى الدين و تذهب بالهمّ و تجلوا البصر_ بحار الانوار/ ج87 ص 153

493_ قال رسول الله صلى الله عليه وآله: صلاة الليل مرضاة الربف و حبّ الملائكة و سنّة الانبياء و نور المعرفة و اصل الايمان و راحة الابدان و كراية الشيطان و سلاح على الاعداء و اجابة للدعاء و قبول الاعمال و بركة فى الرزق و شفيع بين صاحبها و ملك الموت و سراج فى قبره و فراش تحت جنبه و جواب مع منكر و نكير و مونس و زائر فى قبره الى يوم القيامة، فاذا كان يوم القيامة كانت الصلاة ضلاً فوقه و ناجاً على راسه و لباساً على بدنه و نوراً يسعى بين يديه و سترأ بينه و بين النار و حجة للمؤمن بين يدى الله تعالى و ثقلاً فى الميزان و جوازاً على الصراط و مفتاحاً للجنة_ لانّ الصلاة تكبير و تمديد و تسبيح و تمجيد و تقديس و تعظيم و قرآنة و دعاء و ان افضل

340

الاعمال كلّها الصلاة لوقتها_ بحار الانوار/ ج87 ص 161_
494_ الذين آمنوا و باجروا و جاهدوا فى سبيل الله باموالهم و انفسهم اعظم درجة عندالله و اولئك هم الافانزون_ يبشّرهم ربّهم برحمة منه و رضوان و جنات لهم فيها نعيم مقيم_ خالدون فيها ابدأ انّ الله عنده اجر عظيم_ توبه/ 20
495_ و فضلّ الله المجاهدين على القاعدون اجراً عظيماً_ نساء / 95_
496_ قال رسول الله صلى الله عليه وآله: للجنة باب يقال له باب المجاهدين يمضون اليه فاذا هو مفتوح و هم متقلّدون بسيوفهم و الجمع فى الموقف و الملائكة ترحب بهم_ وسائل/ ج 11 ص 5_
497_ قال رسول الله صلى الله عليه وآله: فوق كل ذى برّ حتى يقتل فى سبيل الله، فاذا قتل فى سبيل الله فليس فوقه برّ_ وسائل/ ج 11 ص 10_

498_ قال ابو عبدالله (ع): من قتل فى سبيل الله لم يعرفه الله شيئاً من سيئاته_ وسائل/ ج 11 ص 9_
499_ قال رسول الله صلى الله عليه وآله: للشهيد سبع خصال من الله: اول قطرة من دمه مغفور له كل ذنب_ و الثانية يقع راسه فى حجر زوجته من الحور العين و تسمحن الغبار عن وجهه و تقولان مرحبا بك و يقول هو مثل ذلك لهما_ و الثالثة يكسى من كسوة الجنة_ و الرابعة تبتدره خزنة الجنة بكل ريح طيبه ايّهم ياخذه معه_ و الخامسة ان يرى منزله_ و السادسة يقال لروحه اسرح فى الجنة حيث شئت_ و السابعة ان ينظر فى وجه الله و أنّها لراحة لكل نبيّ و شهيد_ وسائل/ ج 11 ص 9_
500_ انّ الله اشترى من المؤمنين انفسهم و اموالهم بأنّ لهم الجنة_ يقاتلون فى سبيل الله فيقتلون و يقتلون و عدأ عليه حقاً فى التورات و الانجيل و القرآن و من اوفى بعهده من الله فاستبشروا ببيعكم الذى بايعتم به و ذلك هو الفوز العظيم_ توبه/ 111_

501_ و لا تحسبن الذين قتلوا فى سبيل الله امواتاً بل احياء عند ربّهم يرزقون_ آل عمران/ 169_
502_ قال ابو عبدالله عليه السلام: قال الله عزّوجلّ: الخلق عيالى فاحبّهم اليّ الطفهم بهم و اسعاهم فى حوائجهم_ كافي/ ج 2 ص 199_

503_ قال رسول الله صلى الله عليه وآله: الخلق عيال الله فاحبّ الخلق الى الله من نفع عيال الله و ادخل على اهل بيت سروراً_ كافي/ ج 2 ص 164_

504_ عن ابى جعفر عليه السلام قال: تبسم الرجل فى وجه اخيه حسنة و صرف الفدى عنه حسنة و ما عبدالله بشيء احبّ الى الله من ادخال السرور على المؤمن_ كافي/ ج 2 ص 188_

505_ قال الصادق عليه السلام: من سرّ مؤمناً فقد سرّنى و من سرّنى فقد سرّ رسول الله و من سرّ رسول الله فقد سرّ الله و من سرّ الله ادخله جنته_ بحار/ ج 74 ص 413_

506_ قال ابو عبدالله عليه السلام: لقضاء حاجة امرى مؤمن احبّ الى الله من عشرين حجة كل حجة ينفق فيها صاحبها مائة الف_ كافي/ ج 2 ص 193_

341

507_ قال الصادق عليه السلام: مشى المسلم فى حاجة المسلم خير من سبعين طوافاً بالبيت الحرام_ بحار/ ج 74 ص 311_
508_ قال الصادق عليه السلام: انّ الله عبداً من خلقه يفزع العباد اليهم فى حوائجهم اولئك هم الامنون يوم القيامة_ بحار/ ج 74 ص 318_

509_ و قال ربّكم ادعوني استجب لكم انّ الذين يستكبرون عن عبادتى سيدخلون جهنم داخرين_ مؤمن/ 63
510_ ادعوا ربكم تضرّعاً و خفية أنّه لا يحب المعتدين_ اعراف/ 55_

- 511_ و اذا سالك عبادى عَن فأتى قريب اجيب دعوة الداع اذا دعان_ بقره/ 183_
- 512_ قال رسول الله صلى الله عليه و آله: الدعاء هو العبادة قال الله: " ان الذين يستكبرون عن عبادتى " الابه، ادع الله و لا تقل ان الامر قد فرغ منه_ كافي/ ج 2 ص 467_
- 513_ قال ابو عبدالله عليه السلام: عليكم بالدعاء فانكم لاتقربون بمثله و لا تتركوا صغيرة لصغرها ان تدعوا بها، ان صاحب الصغار هو صاحب الكبار_ كافي/ ج 2 ص 467_
- 514_ قال ابو عبدالله عليه السلام: عليكم بالدعاء فانكم لاتقربون بمثله و لا تتركوا صغيرة لصغرها ان تدعوا بها، ان صاحب الصغار هو صاحب الكبار_ كافي/ ج 2 ص 467_
- 515_ عن الرضا عليه السلام انه كان يقول لاصحابه: عليكم بسلاح الانبياء فقيل و ما سلاح الانبياء؟ قال: الدعاء_ كافي/ ج 2 ص 468_
- 516_ قال ابو جعفر عليه السلام: ان الله يحب من عباده المؤمنين كلَّ عبد دعاء فعليكم بالدعاء فى السحر الى طلوع الشمس، فانها ساعة تفتح فيها ابواب السماء و تقسم فيها الارزاق و تقضى فيها الحوائج العظام_ كافي/ ج 2 ص 478_
- 517_ قال رسول الله صلى الله عليه و آله: الدعاء سلام المؤمن و عمود الدين و نور السموات و الارض_ كافي/ ج 2 ص 468_
- 518_ قال امير المؤمنين عليه السلام: الدعاء مفاتيح النجاح و مقاليد الفلاح و خير الدعا ما صدر عن صدر نقي و قلب تقى و فى المناجات سبب النجاة و بالاخلاص يكون الخلاص فاذا اشتد الفزع فالى الله المفزع_ كافي/ ج 2 ص 468_
- 519_ قال رسول الله صلى الله عليه و آله: رحم الله عبداً طلب من الله حاجة فالح فى الدعاء استجيب له اولم يستجب له و تلا هذه الآية و ادعوا رب عسى الا اكون بدعاء ربى شقياً_ كافي/ ج 2 ص 475_
- 520_ عن ابي عبدالله عليه السلام قال: ان المؤمن ليدعوا الله فى حاجته فيقول الله تعالى: اخروا اجابته شوقاً الى صوته و دعائه فاذا كان يوم القيامة قال الله: عبدي دعوتنى فاخرت اجابتك، و ثوابك كذا و كذا و دعوتنى فى كذا و كذا فاخرت اجابتك و ثوابك كذا و كذا_ فيتمنى المؤمن انه لم يستجب له دعوة فى الدنيا مما يرى من حسن الثواب_ كافي/ ج 2 ص 490_

342

- 521_ قال الصادق عليه السلام: احفظ ادب الدعاء و انظر من تدعو و كيف تدعو و لماذا تدعو و حَقِّق عظمة الله و كبريائه و عاين بقلبك علمه بما فى ضميرك و اطلعه على سرِّك و ما يكن فيه نجاتك قال الله تعالى: و يدع الانسان بالشر دعانة بالخير و كان الانسان عجولاً و تفكر ما ذا تسال و لماذا تسال و الدعاء استجابة لكل منك للحق و تذويب المهجة فى مشادة الرب و ترك الاختيار جميعاً و تسليم المور كلها ظاهراً و باطنها الى اله فان لم تات بشرط الدعاء فلا تنتظر الاجابه فانه يعلم السر و اخفى_ فلعلك تدعوه بشيء قد علم من نيتك بخلاف ذلك_ حقائق فيض ، ص 242_
- 522_ قال رسول الله صلى الله عليه و آله: الصوم جنة من النار_ وسائل ، ج 7 ص 289_
- 523_ عن ابى عبدالله عليه السلام قال : ان الله تعالى يقول : الصوم لى و انا اجزى عليه_ وسائل ، ج 7 ص 290_
- 524_ قال رسول الله صلى الله عليه و آله : من صام يوماً تطوعاً ابتغاء ثواب الله و جبت له المغفرة و وسائل ، ج 7 ص 293_
- 526_ عن ابى عبدالله عليه السلام قال : نوم الصائم عبادة و صمته تسبيح و عمله متقبل و دعائه مستجاب_ وسائل ، ج 7 ص 294_
- 526_ عن ابى عبدالله عليه السلام قال: نوم الصائم عبادة و صمته تسبيح و عمله متقبل و دعاءه مستجاب_ وسائل ، ج 7 ص 294_
- 527_ قال رسول الله صلى الله عليه و آله: قال الله عزَّ و جل : كلَّ اعمال ابن آدم بعشرة اضعافها الى سبعة ضعف الا الصبر فانه لى و انا اجزى به ، فتواب الصبر مخزون فى علم الله و الصبر الصوم و وسائل ، ج 7 ص 295_
- 528_ امير المؤمنين عليه السلام عن النبي صلى الله عليه و آله انه قال: فى ليلة المعراج يا رب ما اول العبادة؟ قال : اول العبادة الصمت و الصوم_ قال يارب و ما ميراث الصوم؟ قال يورث الحكمة و الحكمة تورث المعرفة و المعرفة تورث اليقين فاذا استيقن العبد لا يبالي كيف اصبح بعسر ام ببسر_ مستدرک ، ج 1 ص 590_
- 529_ قال ابو عبدالله عليه السلام : ليس الصيام من الطعام و الشراب ان لا ياكل الانسان و لا يشرب فقط و لكن اذا صمت فليصم سمعك و بصرک و لسانك و بطنك و فرجك و احفظ يدك و فرجك و اكثر السكوت الا من خير و ارفق بخادمك_ وسائل ، ج 7

530_ عن ابي عبدالله عليه السلام قال: ان الصيام ليس من الطعام و الشراب وحده ، اَمَّا للصوم شرط يحتاج ان يحفظ حتى يتم الصوم و هو الصمت الداخل ، اما تسمع قول مريم بنت عمران ، اَنى نذرت للرحمان صوما فلن اكلّم اليوم انسيا، يعنى صمنا_ فاذا صمتم فاحفظوا السننكم عن الكذب و غَضُوا ابصاركم و لا تنازعوا و لا تحاسدوا و لا نشاتموا و لا تنابزوا و لا تجادلوا و لا تبادوا و لا تظلموا و لا تسافهوا و لا تزاوجوا و لا تغفلوا عن ذكر الله و عن الصلاة و الزموا الصمت و

السكوت و الحلم و الصبر و الصدق و مجانبة اهل الشر و اجتنابوا قول الزور و الكذب و الفراء و الخصومة و ظنّ السوء و الغيبة و النميمة و كونوا مشرفين على الاخرة منتظرين لا يامكم ، منتظرين لما وعدكم الله متزودين للقاء الله و عليكم السكينة و الوقار و الخشوع و الخضوع و ذلّ العبد الخائف من مولاه راجين خائفين راغبين راغبين قد طهرتم القلوب من العيوب و تفتست سرانركم من الخبّ و نظفت الجسم من القاذورات ، تبرا الى الله من عداه و واليت الله فى صومك بالصمت من جميع الجهات مما قد نهاك الله عنه فى السرّ و العلانية و خشيت الله حق خشيتته فى السرّ و العلانية و وبيت نفسك الله فى ايام صومك و فرغت قلبك له و نصبت قلبك له فيما امرك و دعاك اليه ، فاذا فعلت ذلك كله فانت صائم الله بحقيقة صومه صانع لما امرك و كلما نقصت منها شيئا مما بيئت لك فقد نقص من صومك بمقدار ذلك (الى ان قال) ان الصوم ليس من الطعام و الشراب انما جعل الله ذلك حجابا مما سواها من الفواحش من الفعل و القوم يفطر الصوم_ ما اقل الصوام و اكثر الجوام ؟_ وسائل ، ج 7 ص 199_

531_ يا ايها الذين آمنوا كتب عليكم الصيام كما كتب على الذين من قبلكم لعلكم تتقون_ بقره ، 183_

532_ ان ابا عبدالله عليه السلام يوصى ولده اذا دخل شهر رمضان : فاجتهدوا انفسكم فان فيه تقسم الارزاق و تكتب الاجال و فيه يكتب وفد الله الذى يفدون اليه و فيه ليلة العمل فيها خير من الف شهر_ وسائل، ج 7 ص 221_

533_ قال امير المؤمنين عليه السلام : عليكم فى شهر رمضان بكثرة الدعاء و الاستغفار فاما الدعاء فيدفع به عنكم البلاء و اما الاستغفار فتمحى به ذنوبكم_ وسائل ، ج 7 ص 223_

534_ على عليه السلام قال: ان رسول الله خطبنا ذات يوم فقال: ايها الناس انه قد اقبل اليكم شهر الله بالبركة و الرحمة و المغفرة شهر بو عند الله افضل الشهور و ايامه افضل الايام و لياليه افضل الليالي و ساعاته افضل الساعات ، بو شهر دعيم فيه الى ضيافة الله و جعلتم فيه من اهل كرامة الله انفسكم فيه تسبيح و نومكم فيه عبادة و عملكم فيه مقبول و دعائكم فيه مستجاب ، فاسالوا الله ربكم بنيات صادقة و قلوب طاهرة ان يوفقكم لصيامه و تلاوة كتابه ، فان الشقى من حرم غفران الله فى هذا الشهر العظيم و اذكروا بجوعكم و عطشكم فيه جوع يوم القيامة و عطشه ، و تصدقوا على فقرائكم و مساكينكم ، و وقروا كباركم و ارحموا صغاركم و صلوا ارحامكم و احفظوا السننكم و غَضُوا عما لا يحلّ النظر اليه ابصاركم و عما لا يحلّ الاستماع اليه اسماعكم و تحننوا على ايتام الناس يتحنن على ايتامكم و توبوا الى الله من ذنوبكم و ارفعوا اليه ايديكم بالدعاء فى اوقات صلاتكم فانها افضل الساعات ينظر الله عزّ و جل فيها بالرحمة الى عباده ، يجيبهم اذا ناداه و يلبثهم اذا نادوه و يعطيهم اذا سالوه و يستجيب لهم اذا دعوه

ايها الناس ان انفسكم مريونة باعمالكم ففكروا باستغفاركم ، و ظهوركم ثقيلة من اوزاركم فخففوا عنها بطول سجودكم و اعلموا ان الله اقسى بعزته ان لا يعذب المصلين و الساجدين و ان لا يروعهم بالنار يوم يقوم الناس لرب العالمين_ ايها الناس من فطر منكم صائما مؤمنا فى هذا الشهر كان له بذلك عند الله عتق نسمة و مغفرة لما مضى من

ذنوبه_ قيل يا رسول الله فليس كلنا نقدر على ذلك ، فقال صلى الله عليه و آله : اتقوا النار و لو بشقّ تمرّة ، اتقوا النار و لو بشرية من ماء، ايها الناس من حسن منكم فى هذا الشهر خلقه كان له جواز على الصراط يوم تزلّ فيه الاقدام و من خفف فى هذا الشهر عما ملكت يمينه خفف الله عليه حسابه و من كفّ فيه شره كفّ الله عنه غضبه يوم يلقاه و من اكرم فيه يتيما اكرمه الله يوم يلقاه و من وصل فيه رحمه و صلّه الله برحمته يوم يلقاه و من قطع فيه رحمه قطع الله عنه رحمته يوم يلقاه و من تطوع فيه بصلاة كتب الله برائة من النار و من ادى فيه فرضا كان له ثواب من ادى سبعين فريضة فيما سواه من الشهور و من اكثر فيه الصلاة علىّ ثقل الله ميزانه يوم تخفّ الموازين و من تلا فيه آية من القرآن كان له مثل اجر من ختم القرآن فى غيره من الشهور_ ايها الناس ان ابواب الجنان فى هذا الشهر مفتحة فاسالوا ربكم ان لا يغلقها عليكم و الشياطين مقلولة فاسئلوا من ربكم ان لا يسلطها عليكم ، قال امير المؤمنين عليه السلام فقلت: يا رسول الله ما افضل الاعمال فى هذا الشهر؟ فقال: يا ابا الحسن افضل الاعمال فى هذا

الشهر الورع عن محارم الله _ وسائل ، ج 7 ص 227 _